یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

رسالہ مشتمل بر ذکر میلاد و فضائل و آداب حضرت سرور عالم، سید العرب والعجم باعث ایجاد کونین رسول الثقلین سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین!

مسمّیٰ بہ

انوار احمدی

صفر المظفر ۱۳۹۵ھ

مؤلفہ

عالیجناب مولانا مولوی حاجی حافظ عارف باللہ محمد انوار اللہ صاحب خان بہادر حیدر آبادی رحمۃ اللہ

محمد اسلم علوی سنی دار الاشاعت ڈجکوٹ روڈ لائل پور

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ ط

امّا بعد بندہ بے بضاعت محمد انوار اللہ ابن مولانا و مرشدنا مولوی حافظ ابی محمد شجاع الدین صاحب قندہاری دکنی محبان بارگاہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں عرض کرتا ہے، کہ جس زمانہ میں کہ آقائے دارین نے بنظر کمال بندہ پروری اس ناچیز کی حضوری فضل البلاد مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفا میں منظور فرمائی تھی، چند روز ایسے گذرے، کہ کوئی کام درس و تدریس وغیرہ کا متعلق نہ رہا۔ چونکہ نفس ناطقہ بیکار نہیں رہتا، یہ بات دل میں آئی، کہ چند مضامین میلاد شریف و فضائل و معجزات سرور عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کتب احادیث و سیر سے منتخب کر کے منظوم کئے جائیں۔ ہر چند فن شاعری میں نہ کسی سے تلمذ ہے نہ مہارت، نہ اہل ہند کے محاورات سے واقفیت، مگر صرف اس لحاظ سے، کہ یہ خدمت غالباً مناسب مقام ہے، اور تعجب نہیں، کہ اہل اسلام کو اس سے کچھ فائدہ بھی حاصل ہو۔ چند اشعار لکھے، اور ہنوز مقصود تک نہ پہنچا تھا۔ کہ ان اشعار کی شرح کرنے کا خیال اس وجہ سے پیدا ہوا کہ جب تک ماخذ اِن مضامین کا بیان نہ کیا جائے، قابل اعتماد نہ سمجھے جائیں گے۔ چنانچہ اسی مدت حضوری میں چند اشعار کی شرح لکھی گئی تھی۔ کہ پھر یہ حرمان نصیب مہاجرت صوری میں مبتلا ہوا۔ جب مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً میں حاضر ہوا، اور ان اجزار کی تالیف کا ذکر پیش گاہ اقدس قدوۃ المحققین ہادی منازل تحقیق مرشدنا و مولانا حضرت حاجی

شاہ امداد اللہ صاحب قدس سرہ العزیز میں آیا۔ ارشاد ہوا، کہ ہم ان اجزا کو اول سے آخر تک سنیں گے۔ چنانچہ کمال شوق سے وہ تمام اجزا حضرت نے سماعت فرمائے۔ چونکہ بزرگان دین کو ذکر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل دلچسپی اور نسبت عشقیہ ہوتی ہے، حضرت ممدوح اکثر مضامین پر نہایت محظوظ ہوتے، غرض پوری کتاب کو سماعت فرمانے کے بعد اس کا نام انوار احمدی تجویز فرمایا کر اپنی خوشنودی کے اظہار سے اس کو مسجع فرمایا۔ چنانچہ تبرکاً وہ تحریرات درج ذیل ہیں۔ وہ اجزا اب تک یوں ہی رکھے ہوئے تھے، اور مشاغل ضروریہ سے اس قدر فرصت نہ ملی، کہ ان کی تکمیل ہو سکے۔ ان دنوں بعض احباب خیر خواہ قوم وملت نے اس بات پر زور دیا، کہ جس قدر شرح لکھی جا چکی ہے، وہی طبع کرا دی جائے۔ چونکہ حضرت ممدوح کا ارشاد بھی اس کے چھپوانے کے لئے تھا۔ اس لئے امتثالاً للامر اس کتاب ناقص کے طبع کا ارادہ کیا گیا۔ اور چند قصائد وغزلیات بھی اس کے ساتھ ملحق کر دئے گئے۔ اگرچہ وہ اس قابل نہیں، کہ اہلِ کمال کے روبرو پیش کئے جائیں، مگر چونکہ اسی زمانہ حضوری میں عرض کئے گئے تھے، اس لئے خالی از مناسبت نہیں۔ فقط

نقل تحریر حضرت مولانا ممدوح قدس سرہ العزیز

بَعدَ الحَمدِ وَالصَّلوٰةِ ان دنوں میں ایک عجیب وغریب کتاب لاجواب مسمی بہ انوار احمدی مصنفہ حضرت علامۂ زمان وفرید دوراں عالم باعمل و فاضل بے بدل جامع علوم ظاہری وباطنی عارف باللہ مولوی محمد انوار اللہ حنفی وچشتی سلمہ اللہ

تعالیٰ فقیر کی نظر سے گزری، اور بلسانِ حق ترجمان مصنف علامہ کی اول سے آخر تک بغور سُنی تو اس کتاب کے ہر ہر مسئلہ کی تحقیق محققانہ حقانی ہیں تائید ربانی پائی گئی۔ کہ اس کا ایک ایک جملہ اور فقرہ امداد مذہب اور مشرب اہل حق کی کر رہا ہے۔ اور حق کی طرف بلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مصنف کے علم اور عمل اور عمر میں برکت دے۔ اور نعماء عرفانی اور دولت قربت ربانی سے مشرف فرما کر مراتب علیا کو پہنچا دے، اور اس کتاب کو مقبول کرے۔ تا طالبانِ حق اس سے مستفید ہوتے رہیں۔ آمین یا ربّ العالمین! وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمدٍ و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین!

کاتب الحروف فقیر حقیر امداد اللہ حنفی چشتی عفی اللہ عنہ

فقیر امداد اللہ چشتی ۱۳۲۸

ایضاً

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

الحمد للہ الّذی ھدانا بمصادیق من اراد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین و الصلوٰۃ والسّلام علیٰ من بشرنا بمقبولیتہ اتفاق العالمین وعلیٰ الہٖ و اصحابہٖ الطاھرین المطھرین والائمہ المجتھدین المطاعین امّا بعد فیقول الفقیر امداد اللہ الحنفی مذھباً والجشتی مشرباً والتھانوی ثم المکی موطناً جعلہ اللہ المدنی مدفناً انّی سمعت ھٰذا الکتاب من اولہ الی اٰخر بحث الاداب ووجدتہ موافقا للسنۃ السنیہ فسمّیتہ بالانوار الاحمّدیہ وانّما ھٰذا مذھبی وعلیہ مدار مشربی یقبلہ اللہ بقبول المقبولین وجعلہ ذخیرۃ لیوم الدین اٰمین! وبارک اللہ فی علم المصنف القمقام وشرفہ بنعمہ حسن الختام اٰمین! بجاہ طٰہٰ ویٰسٓ نظم

حبا بالنور فوقہ نور المصنف کاسمہ انوار

ارجوا ان تنفع دلائلہ تطمئن القلوب بالاذکار

محمد امداد اللہ فاروقی

فہرست مضامین کتاب انوار احمدی

عارف کامل علامہ انوار اللہ خاں حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش : حضرت مولانا انوار اللہ خاں ۲۴ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبد الحلیم مذاقی فرنگی محلی اور ان کے نامور صاحبزادے مولانا عبد الحی سے علوم کی تحصیل کی، اور مدارج کمال کو پہنچے۔ ساری عمر خدمت و اشاعت دین میں بسر کی۔ **سلسلۂ ارادت** : آپ کو حضرت شاہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بہت لگاؤ تھا۔ اور آپ ان ہی کے خلفاء میں سے ہیں۔ ۱۲۹۵ ہجری میں نظام کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۳۳۰ ہجری میں محکمہ احتساب سپرد ہوا۔ ۱۳۳۲ھ میں فضیلت جنگ کا خطاب پایا۔ اور وزیر اوقاف مقرر ہوئے۔ مولانا کی زندگی عبادت و ریاضت سے پر نور تھی۔ درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کی طرف خاص توجہ تھی۔ آپ کی وفات ۱۳۳۵ھ میں واقع ہوئی۔

تصنیفات : (۱) کتاب العقل۔ اس میں عقل کی حقیقت کھول دی گئی ہے، کہ دینی ابواب میں کہاں تک چل سکتی ہے۔ اور حکمت قدیمہ اور فلسفہ جدیدہ کا اثر جو مسائل دینیہ پر پڑتا ہے ان کے جوابات عقل سے دیئے گئے ہیں (۲) افادۃ الافہام۔ ہر دو حصہ جو کہ ۷۴۵ صفحات پر مشتمل ہے یہ کتاب مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب ازالۂ اوہام کا محققانہ اور مہذبانہ جواب اور قادیانیت کی شورش و فتنہ انگیزی کی تردید میں لاجواب کتاب ہے۔ (۳) انوار الحق۔ اس میں بھی مرزائیت کی تردید ہے (۴) حقیقۃ الفقہ۔ اس میں حنفی مذہب کی حقیقت اور امام اعظم ابو حنیفہ کے حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے (۵) مقاصد الاسلام۔ یہ کتاب آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے اور مختلف مسائل دینیہ پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جو اب تک ہماری نظر سے نہیں گذریں۔ البتہ انڈیا کی بڑی بڑی لائبریریوں اور خصوصاً حیدرآباد دکن میں موجود ہیں۔ زیر نظر کتاب ۱۳۳۳ھ میں حیدرآباد دکن میں شائع ہوئی۔ جسے ہم پہلی مرتبہ پاکستان میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں

محمد اسلم علوی مالک "سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ" ڈجکوٹ روڈ۔ لائل پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انوارِ احمدیؐ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکر حق اس نظم میں ہیں وہ مضامین دلپذیر
چونکہ منصوصات سے ہیں وہ تمامی مستنیر

جن سے اُترے رحمت اور ہوویں دل اعدا پہ تیر
اہل ایماں مان لیں گے ان کو دل سے ناگزیر

گرچہ ہیں اشعار یہ پر شاعری اس میں نہیں
ترجمہ منقول کا ہے خود سری اس میں نہیں

قولہ جن سے اُترے رحمت امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں سفیان ابن عیینہ کا قول نقل کیا ہے کہ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ جب عموماً صالحین کے ذکر کے وقت نزول رحمت ہو تو قیاس کرنا چاہیئے کہ سید الصلحا و الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے وقت کس قدر جوش رحمت ہوتا ہوگا۔ قولہ ہوویں دل اعدا پہ تیر۔

فا نزول رحمت بذکر صالحین

کما فی روایۃ الترمذی فی شمائل النبوۃ وکذا فی سننہ والنسائی والبزار کلہم من حدیث عبد الرزاق عن جعفر بن سلیمان عن ثابت عن انس رض انہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ فی عمرۃ القضاء وابن رواحۃ یمشی بین یدیہ وہو یقول

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ　　الیوم نضربکم علے تنزیلہ
ضربا یزیل الہام عن مقیلہ　　ویذہل الخلیل عن خلیلہ

فقال عمر یا ابن رواحۃ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ وسلم وفی حرم اللہ تقول شعرا فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم خل عنہ یا عمر فہی فیہم اسرع من نضح النبل کذا فی المواہب اللدنیہ وشرحہ للزرقانی یعنے مواہب لدنیہ اور اسکی شرح زرقانی میں روایت ہے انس رض سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ قضا کرنے کے لئے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اس وقت کی یہ حالت تھی کہ حضرت کے آگے آگے ابن رواحہ رض یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔ جس کا یہ ترجمہ ہے۔ ہٹ جاؤ اے اولاد کفار حضرت صلعم کے راستہ سے آج ہم تمکو حضرت کی کتاب کے حکم پر وہ مار مارینگے۔ کہ سروں کو گردنوں سے جدا کردے اور دوست کو دوست سے بھلا دے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن رواحہ رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اور حرم میں تم اشعار پڑھتے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر رض ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ ان کے اشعار کفار کے دلوں میں تیر سے جلد تر سرایت کرتے ہیں انتہی اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ اس قسم کے اشعار کہنا جہاد لسانی ہے۔ کما فی المشکوٰۃ عن کعب بن مالک انہ قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قد انزل فی الشعر ما انزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان المومن یجاہد بسیفہ ولسانہ والذی نفسی بیدہ لکانما ترمونہم

اجازت دادن گفتن اشعار حسنہ

به نضح النبل رواه فی شرح السنه وفی الاستیعاب لابن عبدالبر انه قال یارسول الله ماذا تری فی الشعر فقال ان المومن یجاهد بسیفه ولسانه‌ٗ ترجمہ کعبؓ ابن مالک نے عرض کی یارسول اللہؐ اللہ حق تعالیٰ نے شعر کی بُرائی میں آیۃ شریفہ نازل کی یعنی الشعراء یتبعھم الغاون مقصود یہ کہ اب شعر کہنا درست نہ ہوگا فرمایا کہ ایمان والے تلوار سے اور زبان سے جہاد کرتے ہیں۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کفار کے مقابلہ میں تمہارا شعر پڑھنا مثل تیر اندازی کے ہے۔ ابن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے۔ کہ کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ کہ شعر کے باب میں کیا حکم ہے۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ نے کہ بلاشک مومن اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل اور اُن مخالفین کے جوابات میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرتے ہوں اشعار کا لکھنا جہاد لسانی ہے جو تیر کا کام کرتا ہے۔ قولہ چونکہ منصوصات الخ اس کتاب میں التزام اس امر کا کیا گیا ہے۔ کہ حتی الامکان احادیث وآثار کا مضمون لکھا جائے مگر کہیں کہیں بطور نکات کے اور مضامین بھی جو منقول ہی سے مستفاد ہیں بڑھائے گئے۔ باقی رہی یہ بات کہ سوائے صحاح ستہ کے اور کتب حدیث سے بھی احادیث اس میں نقل کئے گئے ہیں۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ کل احادیث صحاح ستہ میں موجود منحصر نہیں ہیں چنانچہ شیخ ابو الفیض محمد بن علی الفارسی رحمۃ اللہ نے جواہر الاصول میں لکھا ہے کہ صحیحین یعنی بخاری اور مسلم میں بلاتکرار کل چار ہزار حدیثیں ہیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ ابو داؤد میں چار ہزار آٹھ سو حدیثیں ہیں انتھی اسمیں اکثر مکررات بھی ہیں

ف عدم انحصار احادیث در صحاح

اور وہ بھی ہیں جو صحیحین میں موجود ہیں علی ہذا القیاس باقی کتب صحاح میں اکثر وہ حدیثیں ہیں جو ان تینوں کتابوں میں موجود ہیں بہر حال اگر شمار کیا جاوے تو کل صحاح ستہ میں دس بارہ ہزار حدیثوں سے زاید نہ نکلیں گے۔ حالانکہ قسطلانی نے شرح بخاری میں امام بخاری رح کا قول نقل کیا ہے کہ لاکھ حدیثیں صحیح مجھے یاد ہیں۔ امام سخاوی نے فتح المغیث میں لکھا ہے ذکر ابو محمد السرخسی راوی الصحیح و من تبعہ ان الذی لم یخرجہ البخاری من الصحیح اکثر مما اخرجہ۔ اور جواہر الاصول میں امام احمد بن حنبل رح کا قول نقل کیا ہے کہ ساڑھے سات لاکھ سے زیادہ حدیثیں صحیح ہیں۔ اب دیکھئے کہ اگر صحاح ستہ ہی پر صحیح حدیثوں کا مدار رکھا جائے تو لاکھوں حدیثیں صحیح بیکار ہو جاتی ہیں اور تصنیف ان کتابوں کی لغو ٹھہر جاتی ہے حالانکہ ایسے ایسے محدثین جن کا حال اظہر من الشمس ہے۔ بے فائدہ کام کے مرتکب نہیں ہو سکتے اور اہل علم یہ تو بخوبی جانتے ہیں کہ بڑے بڑے محدثین مثل ابن حجر عسقلانی وغیرہ ہزارہا مواقع میں سوائے صحاح ستہ کے دوسرے کتب حدیث سے برابر استدلال کیا کرتے ہیں۔ پھر ہر بات پر صحاح ستہ کی حدیث کا طلب کرنا تکلیف مالایطاق ہے بلکہ یہ الزام در حقیقت امام بخاری رض وغیرہ اکابر محدثین پر عائد ہوگا کیونکہ باوجودیکہ لاکھوں حدیثیں صحیح یاد رکھتے تھے کیوں جمع نہ کیں اور ہم یہ گمان کبھی نہیں کر سکتے کہ ان حضرات نے بخل کیا ہے۔ بلکہ وجہ اسکی یہ ہے کہ ہر محدث کو تالیف کے وقت ایک مقصود خاص پیش نظر رہا کیا ہے جسکی تکمیل کی انہوں نے فکر کی اور یہ مقصود کسی کے پیش نظر نہ رہا کہ انحصار جمیع احادیث صحیحہ کا کیا جاوے ورنہ یہ دعویٰ کرتے کہ اپنی تصنیف کے سوا کل حدیثیں موضوع یا ضعیف ہیں۔ حالانکہ امام

بخاری وامام احمد ابن حنبلؒ کی تقریر سے ابھی معلوم ہو چکا۔ کہ لاکھوں صحیح حدیثوں کے وجود کا انہوں نے اعتراف کیا ہے۔

	۲	
لکھا اسکو نظم میں ہر چند میں شاعر نہیں تھی یہی لم جو محمد حسان کے تھے روح الامین		کیونکہ خوش ہوتے تھے اکثر نظم ہی سے شاہ دین فیض رحمانی ہے نعت رحمۃ للعالمین

ذکر ختم المرسلین اس نظم سے مقصود ہے
جو ازل سے تا ابد ممدوح اور محمود ہے

قولہ خوش ہوتے تھے الخ چنانچہ اس خبر سے معلوم ہوتا ہے۔ جو مواہب لدنیہ میں منقول ہے (فقام) اے کعب ابن زہیر صاحب قصیدۃ بانت سعاد (حتی جلس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ فی یدہ) وفی روایۃ ابن ابی عاصم فاسلم کعب وقدم المدینۃ (وکان صلی اللہ علیہ وسلم لایعرفہ فقال یا رسول اللہ ان کعب بن زہیر قد جائک لیستامنک تائبا مسلما فہل انت قابل منہ ان انا جئتک بہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم قال انا یا رسول اللہ کعب بن زہیر قال ابن اسحق فحدثنی عاصم ابن عمر بن قتادۃ انہ وثب علیہ رجل من الانصار فقال یا رسول اللہ دعنی وعدو اللہ اضرب عنقہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم دعہ عنک فقد جاء تائبا نازعا قال فغضب کعب علی ہذا الحی من الانصار لما صنع بہ صاحبہم وذلک انہ لم یتکلم فیہ رجل من المہاجرین الا بخیر ثم قال قصیدتہ اللامیۃ التی اولہا بانت سعاد فقلبی الیوم متبول ٭ متیم اثرہا لم یفد مکبول ٭ انبئت فیہا ان رسول اللہ اوعدنی ٭ والعفو عند رسول اللہ مامول ٭ الخ (وفی روایۃ ابی بکر ابن الانباری) وابن قانع (انہ لما وصل الی قولہ ان الرسول لنور یستضاء بہ ۔ مہند من سیوف اللہ مسلول ۔ رمی علیہ الصلوٰۃ

سرور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از انتہا لفظ

والسلام البردة كانت علیہ وان معاویۃ رضؓ بذل فیہا عشرۃ الاف فقال ما کنت لاوثر بثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احداً فلما مات کعب رضؓ بعثت معاویۃ رضؓ الی ورثتہ بعشرین الفاً فاخذہا منہم قال وہی البردۃ التی عند السلاطین الیوم - انتہی کذا فی المواہب اللدنیہ وشرحہ للزرقانی - وقال الشیخ الشیخ ابو محمد جمال الدین عبداللہ بن ہشام الانصاری فی شرح قصیدۃ بانت سعاد وکان من خیر قول کعب رضی اللہ عنہ ہذہ القصیدۃ فیما روی محمد بن اسحٰق وعبد الملک بن ہشام وابوبکر محمد ابن القاسم بن بشار الانباری وابوالولید کاعبد الرحمٰن بن محمد بن ابی سعید الانباری دخل حدیث بعضہم فی حدیث البعض ان کعباً الحدیث وذکرالزرقانی انہ روی الحاکم ان کعباً انشدہ من سیوف الہند فقال صلی اللہ علیہ وسلم من سیوف اللہ -

ترجمہ مواہب لدنیہ میں قصہ کعب رضؓ بن زہیر کے آنے کا پورا پورا ذکر کیا ہے مگر یہاں مختصر لکھا جاتا ہے کہ کعب بن زہیر جو بھاگے ہوئے تھے مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کعب بن زہیر تائب اور مسلمان ہو کر اس غرض سے آیا ہے - کہ امن پائے اگر میں اس کو حاضر خدمت کر دوں - تو کیا آپ اس کی عرض قبول فرمائیں گے - ارشاد ہوا ہاں عرض کی میں ہی کعب بن زہیر ہوں یا رسول اللہ یہ سنتے ہی ایک شخص انصاری کھڑے ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ حکم دیجئے - کہ میں اس دشمن خدا کی گردن مار دوں حضرت نے فرمایا نہیں چھوڑ دو تو بہ کر کے اشتیاق میں آیا ہے - چونکہ مہاجرین سے کسی نے سوائے خیر کے ان کے باب

میں کچھ نہ کہا تھا انصاری کی اس حرکت سے وہ برہم ہوئے (اسی سبب سے قصیدہ میں انصار پر کسی قسم کی تعریض بھی کی ہے) پھر قصیدہؔ لامیہ پڑھا جس کا اوّل بانت سعاد ہے یعنی معشوقہ کی جدائی سے دل میرا بیمار ہے اور ذلیل اور غلام بنا ہوا اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ جو فدیہ دیکر چھوٹ نہ سکا بلکہ پابزنجیر ہے کہ اس کے قید خیال سے نہیں نکل سکتا۔ اور اس میں یہ بھی شعر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ خبر پائی میں نے کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں وعید و تخویف کی ہے حالانکہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عفو کی امید ہے روایت ہے کہ جب وہ اس شعر پر پہنچے ان الرسول لنور۔ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں جس سے روشنی لی جاتی ہے اور شمشیر ہند برہنہ ہیں اللہ کے شمشیروں سے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے طرف اپنی چادر مبارک پھینکی جو جسم شریف پر تھی پھر معاویہؓ نے اس چادر پر دس ہزار درہم لگائے مگر کعبؓ راضی نہ ہوئے اور کہا کہ حضرتؐ کی چادر مبارک میں کسی کو نہ دونگا پھر جب کعبؓ کا انتقال ہوا تو معاویہؓ نے بیس ہزار درہم ان کے ورثہ کے پاس بھیجے اور ان سے وہ چادر لی۔ عاصم کہتے ہیں کہ یہ وہی چادر ہے جو سلاطین کے پاس آجتک چلی آتی ہے۔ اور علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ حاکم نے روایت کی ہے۔ کہ کعبؓ نے (من سیوف الہند) پڑھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح دی اور فرمایا (من سیوف اللہ) کہو انتہی الحاصل اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اشعار تغنیہ سن کر خوش ہوتے تھے۔ چنانچہ چادر مبارک

عطا کرنا اس پر دلیل ہے **فائدہ** ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس روایت سے کئی استدلال ہو سکتے ہیں (۱) اشعار نعتیہ بطور قصاید کے لکھنا جس میں تمہید و گریز وغیرہ ہو (۲) معشوقہ جمیلہ اجنبیہ کا ذکر اور اپنی شیفتگی کا حال بیان کرنا جس کا اتباع ابن فارض اور حافظ و جامی وغیرہ شعرائے کرامؒ نے کیا ہے (۳) شعر کہنے والے کو از قسم لباس عطا کرنا جسکی تبعیت مشایخ کرام نے کی ہے (۴) لباس کو متبرک سمجھنا باوجودیکہ جزو بدن بھی نہیں (۵) حاصل کرنے میں تبرکات کے رغبت کرنا جس قدر روپیہ اس کے لئے صرف ہو اسراف نہ سمجھنا وغیر ذلک اور اسی طرح جب جعدی نے اشعار نعتیہ پڑھے۔ حضرتؐ نے ان کو دعا دی جس کا اثر ان کی عمر بھر رہا۔ چنانچہ مواہب لدنیہ اور اس کی شرح میں زرقانی نے لکھا ہے (وقال صلے اللہ علیہ وسلم للنابغۃ الجعدی لما قال) اے انشدہ من قصیدتہ المطولۃ نحو مائتی بیت (ولا خیر فی حلم اذا لم یکن لہ ٭ بوادر تحمی صفوہ ان یکدرا ٭ ولا خیر فی علم اذا لم یکن لہ ٭ حلیم اذا ما اوردا الامر اصدرا ٭ لا یفضض اللہ فاک ای لا یسقط اللہ اسنانک وتقدیرہ لا یسقط اللہ اسنان فیک فحذف المضاف قال) الراوی لہذا الحدیث عن النابغۃ (فاتی علیہ اکثر من مائۃ سنۃ وکان من احسن الناس ثغرا) رواہ البیہقی وفی روایۃ ابن ابی اسامۃ وکان من احسن الناس ثغرا واذا سقط لہ سن بنت لہ اخری وکذا رواہ السلفی فی الاربعین البلدانیہ وعند ابن السکن فی الصحابۃ والدارقطنی فی المؤتلف والمختلف عن کرز بن اسامہ (فرأیت اسنان النابغۃ ابیض من البرد لدعوتہ

جواز ذکر معشوقہ در اشعار نعتیہ

صلے اللہ علیہ وسلم) وعند الخطابی فی غریب الحدیث والمرہبی فی کتاب العلم وغیرہما من عبد اللہ بن جراد فرایت اسنان النابغۃ کالبرد المنہل، انقضمت لہ سن ولا انفلت وحکی فی الاصابۃ الخلاف فی سنہ فروی الحاکم عن النضر بن شمیل عن التنجح الاعرابی قال اکبر من لقیت النابغۃ الجعدی فقلت لہ کم عشت فی الجاہلیۃ قال دارین قال النضر یعنے مائتی سنۃ وقال الاصمعی عاش مائتین و ثلثین سنۃ وقال ابن قتیبۃ مات باصبہان ولہ مائۃ وعشرون سنۃ انتہی۔

ترجمہ نابغہ جعدیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایک طول لانی قصیدہ پڑھا جس کے شعر قریب دوسو کے تھے جب وہ ان شعروں پر پہنچے جن کا ترجمہ یہ ہے (نہیں ہے علم میں کچھ خیر جب نہ ہو اس کے ساتھ حدت غضب جو بچائے اس کے صافی کو مکدر ہونے سے، اور نہیں ہے علم میں کچھ خیر جب علم والا ایسا حلیم نہ ہو کہ کوئی امر پیش آئے، تو اپنے کو ہلکوں سے روکے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا۔ کہ خدائے تعالیٰ تمہارے منہ کی مہر کو نہ توڑے یعنے تمہارے دانت نہ گریں اور منہ کی رونق نہ بگڑے۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ باوجودیکہ سو برس سے زیادہ ان کی عمر ہوئی۔ مگر دانت انکے سب اچھے تھے اور جب کوئی دانت انکا گرتا تو اس کی جگہ ایک دوسرا دانت نکل آتا۔ کرز ابن اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے نابغہ کے دانت دیکھے اولوں سے زیادہ سفید تھے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا تھا۔ اصابہ میں لکھا ہے کہ نابغہ کی عمر میں اختلاف ہے۔ حاکم نضر بن شمیل سے اور وہ تنجح اعرابی کا قول نقل کرتے ہیں کہ میرے ملاقاتیوں

میں سب سے بڑی عمر والے نابغہ جعدی تھے۔ میں نے ان سے پوچھا تھا کہ ایام جاہلیت میں تمہاری عمر کتنی گذری تھی کہا دو دار نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ مراد اس سے دوسو برس ہیں اور اصمعی کہتے ہیں نابغہ دوسو تیس برس زندہ رہے اور ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ انتقال ان کا اصبہان میں ہوا اور اس وقت عمر انکی دوسو بیس برس کی تھی۔ انتہی ف اگرچہ جس مضمون پر حضرت نے خوش ہو کر دعا دی وہ ایک عام بات ہے کہ حلم کو غضب اور علم کو حلم ہونا چاہیئے۔ لیکن چونکہ صحابہ رضی پر یہ بات ظاہر تھی۔ کہ جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علی وجہ الکمال یہ صفتیں ظہور میں آتی ہیں۔ دوسروں سے ظہور میں آہی نہیں سکتی ہیں اس لئے شاعر نے گو صراحتہ مصداق معین نہ کیا لیکن مقصود اس سے توصیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تھی جسکو حسب قول مشہور الکنایتہ افصح من الصراحتہ پیرایہ حکمت میں بیان کیا پس الحاصل ان دونوں شعروں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ایسے طور پر ہوئی کہ گویا ان صفات میں کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک نہیں۔ اور اسی طرح دعا دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جب انہوں نے اشعار نعتیہ پڑھنے کی اجازت چاہی چنانچہ مواہب لدنیہ میں ہے (ولما دخل قال العباس بن عبد المطلب کما رواہ الطبرانی وغیرہ اتاذن لی امتدحک قال قل لا یفضض اللہ فاک فقال۔

من قبلها طبت فی الظلال وفی	مستودع حیث یخصف الورق
ثم ہبطت البلاد لا بشر	انت ولا مضغة ولا علق

بل نطفتة ترکب السفین وقد
الجم نسراً واہلہ الغرق

وردت نار الخلیل مکتتما
فی صلبہ انت کیف یحترق

وانت لما ولدت اشرقت الا
رض وضأت بنورک الافق

فنحن فی ذلک الضیاء وفی النو
ر وسبیل الرشاد نخترق

واضاء منک الوجود نور سنا
دفاح مسکا ونشرک العبق

وفی الخصائص الکبری اخرج الحاکم والطبرانی عن خزیم ابن اوسؓ قال ہاجرت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منصرفہ من تبوک فسمعت العباس یقول یا رسول اللہ اریدان امتدحک قال قل لا یفضض اللہ فاک فقال الخ ترجمہ روایت کی ہے طبرانی وغیرہ نے کہ جب حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے عرض کی کیا مجھے اجازت ہے کہ مدح میں کچھ عرض کروں فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کی مہر نہ توڑے یعنی منہ کی رونق نہ بگڑے پس انہوں نے ایک قصیدہ پڑھا جس کے چند اشعار مذکورہ کا ترجمہ یہ ہے۔ پہلے اسکے خوش تھے آپ سایوں میں اور اس ودیعت گاہ میں جہاں ملائے جاتے تھے پتے یعنی آدم وحوا علیہما السلام کے جسم پر اس آیہ شریفہ کے طرف اشارہ ہے وَطَفِقَا یَخْصِفَانِ عَلَیْہِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّۃَ + پھر اترے آپ شہروں میں کہ نہ بشر تھے آپ اور نہ مضغہ بلکہ نطفہ تھے کہ سوار تھے کشتی میں اس حالت میں کہ لگام دی تھی۔ غرق نے نسر کو (جو ایک بت تھا) اور اس کے پوجنے والوں کو (یعنے جب طوفان کا پانی ان کے منہ میں داخل ہوا تھا) آپ خلیل علیہ السلام کی پشت میں مخفی ہو کر

آگ بن گئے پھر کیونکر وہ جل سکتے تھے۔ اور آپ جب پیدا ہوئے روشن ہوگئی
زمین اور روشن ہوگیا آپ کے نور سے افق۔ ہم اسی روشنی اور نور میں ہیں
اور راستے ہدایت کے طے کیا کرتے ہیں۔ اور کل وجود آپ سے روشن ہوگیا
اور مہک گیا جیسے مشک مہکتا ہے اور آپ کی خوشبو پائدار ہے۔ انتھے
الحاصل ان تمام روایات سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اشعار سے خوش ہوتے تھے قولہ تھی یہی لم جو محمد حسان کے تھے روح الامین +
یعنی چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نظم سے خوش ہوتے تھے اسی وجہ سے
جبرئیل علیہ السلام حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تائید کیا کرتے تھے چنانچہ
مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لحسان ان روح
القدس لا یزال یؤیدك ما نافحت عن اللہ ورسولہ وقالت
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ھجاھم حسان فشفی و
اشتفی رواہ مسلم ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سنا میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حسان رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ جبرئیل ہمیشہ تمہاری
تائید کیا کرتے ہیں جبتک تم اللہ اور رسول کے طرف سے مقابلہ کرتے ہو
اور فرمایا حسان نے کفار کی ہجو کی جس سے شفا دی مسلمانوں کو اور خود بھی شفا
پائی یعنی سب کی تشفی ہوئی انتھی الحاصل یہ مدد دینا روح الامین کا حسان
ابن ثابت کو اسی وجہ سے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اشعار پسند تھے
اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسان رضی کے لئے مسجد شریف میں

منبر رکھواتے تاکہ اس پر اشعار نعتیہ پڑھیں چنانچہ اس باب میں جو احادیث ہیں
قریب نقل کی جائیں گی۔ کعب اور ابن رواحہ کو اگر یقین نہ ہوتا کہ اشعار
نعتیہ کے پڑھنے کو حضرت پسند فرماتے ہیں حضرت کے روبرو اور حرم کعبہ میں اشعار
پڑھنے پر کبھی مبادرت نہ کرتے۔ اور علیٰ ہذا القیاس کعب ابن مالکؓ نے جو دل
حضوری میں قصیدہ پڑھا اس سے یہی معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا اشعار نعتیہ کو پسند فرمانا مشہور عام تھا ورنہ ایسی حالت خطرناک میں کہ
صحابہؓ انکے قتل کے درپے تھے جس کا حال ابھی معلوم ہوا کعبؓ کبھی جرأت نہ
کرسکتے چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی کہ حضرتؐ نے پسند فرمایا کہ صلہ عنایت ہوا قولہ
جو ازل سے تا ابد ممدوح اور محمود ہے۔ جاننا چاہیئے کہ جملہ عالم نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی وجہ سے پیدا ہوا چنانچہ زرقانی نے نقل کی ہے، روی ابوالشیخ فی
طبقات الاصفہانیین والحاکم عن ابن عباسؓ اوحی اللہ الی عیسیٰ آمن بمحمد و
مر امتک ان یومنوا بہ فلولا محمد ما خلقت آدم ولا الجنۃ ولا النار ولقد خلقت العرش
علی الماء فاضطرب فکتبت علیہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فسکن صححہ الحاکم واقرہ
السبکی فی شفاء السقام والبلقینی فی فتاواہ ومثلہ لایقال رایا فحکمہ الرفع وعند
الدیلمی عن ابن عباسؓ رفعہ اتانی جبرئیل فقال ان اللہ یقول لولاک ما خلقت الجنۃ
ولولاک ما خلقت النار وذکر ابن السبع والعزفی عن علیؓ ان اللہ قال لنبیہ
من اجلک اسطح البطحا واموج الموج وارفع السماء واجعل الثواب والعقاب
ترجمہ وحی کی خدائے تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر کہ تم بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو حکم کرو کہ وہ بھی ایمان لاویں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ف: آنحضرت ازلاً ابداً ممدوح و محمود ہیں۔

وہ ہیں کہ اگر میں ان کو نہ پیدا کرتا تو نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ جنت دوزخ کو جب
میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا۔
جس سے وہ ساکن ہو گیا اور ابن سبع اور عزفی روایت کرتے ہیں علیؓ سے کہ فرمایا اللہ
تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ بسبب آپ کے میں نے زمین کو بچھایا اور
موج کو متحرک کیا اور آسمان کو بلند کیا اور ثواب و عقاب مقرر کیا انتھی اور ایک
حدیث شریف میں وارد ہے کہ عالم اس لئے پیدا کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی بزرگی اور مرتبہ دکھلایا جائے کما فی المواھب اللدنیہ وفی حدیث
سلمان عند ابن عساکر قال ھبط جبریل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال
ان ربك یقول ان کنت اتخذت ابراھیم خلیلا فقد اتخذتك حبیبا
وما خلقت خلقا اکرم علی منك ولقد خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم
کرامتك ومنزلتك عندی ولولاك ما خلقت الدنیا ترجمہ سلمان
رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر
عرض کی کہ آپ کا رب فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو آپ کو اپنا
حبیب بنایا اور کوئی چیز ایسی نہیں پیدا کی جو میرے نزدیک آپ سے زیادہ
بزرگ ہو اور یقین جانئے کہ میں نے دنیا اور اس کے لوگوں کو اسی واسطے
پیدا کیا کہ ان کو بزرگی اور مرتبہ آپ کا معلوم کراؤں جو میرے نزدیک ہے،
اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا کو میں پیدا نہ کرتا انتھے **ف** حدیث سابق میں جو مذکور
ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے عالم پیدا کیا گیا ہے اس کا
مطلب بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آفرینش خلق سے مقصود

فضیلت آنحضرت کی شہرت زمین و آسمان میں

یہ ہے کہ حضرتؐ کا مرتبہ اور عظمت ظاہر ہو۔ پھر جب خدائے تعالیٰ نے حضرت اظہار فضیلت کے لئے اس قدر اہتمام کیا ہو تو ضرور ہے کہ تمام عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و نعت میں بدل و جان مصروف ہوگا کیونکہ بادشاہ مثلاً اگر کوئی عمدہ اپنی مرغوب چیز کسی شخص کو بتلائے اور وہ شخص اس کی تعریف نہ کرے تو حمیت پادشاہی اسی کی مقتضی ہوگی۔ کہ اس بے ادبی کی پاداش میں وہ سزائے سخت کا مستحق سمجھا جائے اور ایسا شخص سوائے متمرد و سرکش کے دوسرا نہ ہوگا اسی وجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سب اہل آسمان و زمین جانتے ہیں سوائے نافرمان جن و انس کے کما فی الشفاء وشرحہ للعلی القاری (عن ثعلبۃ بن مالک) کما رواہ ابو نعیم (وجابر بن عبد اللہ) کما رواہ احمد والدارمی والبزار والبیہقی عنہ (ویعلی ابن مرۃ) کما رواہ احمد والحاکم والبیہقی بسند صحیح عنہ (وعبد اللہ بن جعفر) کما رواہ مسلم وابوداؤد عنہ (کان لا یدخل احد الحائط الا شد علیہ الجمل فلما دخل علیہ النبی صلی اللہ وسلم دعاہ فوضع مشفرہ علی الارض وبرک بین یدیہ فخطمہ وقال ما بین السماء والارض شیٔ الا یعلم انی رسول اللہ الا عاصی الجن والانس ومثلہ عن عبید اللہ بن ابی اوفی (ترجمہ کسی باغ میں ایک سرکش اونٹ تھا جسکی وجہ سے اس میں کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف لے گئے اور اس کو بلایا فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوبرو وہ بیٹھ گیا اور ہونٹ زمین پر رکھ دیا حضرتؐ نے اس کو مہار لگادی اور فرمایا کہ سوائے نافرمان جن و انس کے

زمین و آسمان میں کوئی ایسی چیز نہیں جو مجھے نہ جانتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں انتھیٰ ہر چند کفار بظاہر مخالف تھے لیکن دل میں ضرور سمجھتے تھے۔ کہ حضرت رسول خدا ہیں چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَھُمْ یعنی پہچانتے ہیں کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے اپنے لڑکوں کو پہچانتے ہیں یعنے بغیر شبہ کے اس بات کو جانتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ اور متصف باوصاف کمالیہ ہیں دوسری جائے حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّہٗ لَیَحْزُنُکَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّھُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ یعنی ہم جانتے ہیں کہ غمگین کرتا ہے۔ آپ کو وہ جو کفار کہتے ہیں وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے لاکن وہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ روایت ہے (قال علی کرم اللہ وجہہ) کمارواہ الترمذی وصححہ الحاکم (قال ابوجہل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم انا لانکذبک ولکن نکذب بماجئت بہ) کذافی الشفا وشرحہ للعلی القاری ترجمہ علیؓ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے ہیں بلکہ قرآن کو جھٹلاتے ہیں اور کتب سیر وغیرہ سے ثابت ہے کہ نبوّت کے پہلے سے کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امین کہا کرتے اور سمجھتے تھے پس آیہ شریفہ اور احادیث سے یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ کفار گو ایمان نہ لائے اور تکذیب قرآن شریف کی کرتے رہے۔ مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے معترف ہی رہے۔ اور سوائے کفار کے تمام موجودات کا پہچاننا بھی حدیث شریف سے ابھی ثابت ہوا۔

اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ مراد اس معرفت سے معرفت صفات ہے نہ معرفت ذات

اور یہ بات معلوم ہے کہ معرفت صفات حمیدہ مستلزم مدح ہے اس سے

ثابت ہوا کہ ازل سے تا ابد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ممدوح عالم ہیں۔ اور ابن عباس رضی

کی روایت مذکور ہے اور دوسرے احادیث سے جو انشاء اللہ تعالیٰ قریب آتی

ہیں یہ بات ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے نام مبارک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

یعنے (محمد رسول اللہ) عرش پر لکھا ہے اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم اولاً وابداً ممدوح اور محمود ہیں کیونکہ ہرچند وضع علم ذات مخصوص

پر دلالت کرنے کے لئے ہوتی ہے اور معنے وصفی مراد نہیں ہوتے مگر یہ بھی

نہیں ہے کہ بالکل معنی وصفی متروک ہی ہوجایں کیونکہ لفظ اپنے معنی موضوع

لہ اول پر ہمیشہ دلالت کرتا رہے گا جبتک وہ لفظ یا اس کا مبدا اس معنے

میں مستعمل رہے اسی وجہ سے کسی کا نام اللہ رکھنا درست نہیں۔ یا اگر کسی

کا نام شیطان رکھا جائے بیشک جب سنے گا رنجیدہ ہوگا۔ پس اس سے معلوم

ہوا۔ کہ معنی وصفی متروک نہیں ہوتے بلکہ اکثر وضع بہ لحاظ معنی وصفی کے

کے ہوا کرتی ہے۔ پس جب حق تعالےٰ نے حضرت صلعم کا نام وضع فرمایا۔ وقت وضع

معنی وصفی مقصود تھے یعنے (حمد کیا گیا) پھر جبتک نام مبارک عرش پر اور

حق تعالےٰ کے پاس مسطور و مذکور ہے یعنے ازلاً وابداً حضرت صلعم کا ممدوح اور

محمود ہونا مستمر ہے۔ فثبت المقصود اگر کوئی اس مقام میں شبہ کرے کہ

حدیث ابن عباس رض سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حق تعالےٰ نے حضرت صلعم کا مرتبہ

بتلانے کے لئے عالم کو پیدا کیا۔ اس سے لازم آتا ہے۔ کہ افعال

ف: ملحوظ بودن معنی وصفی در وضع اکثر اعلام

حق تعالیٰ کے معلل بالاغراض ہوں حالانکہ یہ بات خلاف عقیدہ ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ معلل بالاغراض نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ خدائے تعالیٰ کے کام فوائد و منافع سے خالی ہوں ورنہ بڑی قباحت لازم آئے گی کہ نعوذ باللہ ہر ایک کام عبث ہو جائے حالانکہ حق تعالیٰ اس کی نفی فرماتا ہے۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا بلکہ مطلب یہ ہے کہ کسی کام میں حق تعالیٰ کو غرض ایسی نہیں جو باعث استکمال ہو جیسے مخلوقات کو ہوا کرتی ہے کیونکہ استکمال بالغیر حق تعالیٰ کے حق میں محال ہے۔ پس اس حدیث شریف کو ایسی سمجھنا چاہیئے جیسے آیہ شریفہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ یعنی نہیں پیدا کیا میں نے جن و انس کو مگر تاکہ میری عبادت کریں اور ایک تفسیر پر تاکہ پہچانیں مجھ کو) اب یہاں ایک دوسرا شبہ پیدا ہوا کہ اس آیہ شریفہ سے معلوم ہوا کہ جن و انس کی تخلیق عبادت یا معرفت کے لئے ہے اور حدیث ابن عباس رض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پر واقف کرانے کے لئے جواب اس کا یہ ہے کہ ضرور نہیں کہ ہر کام میں ایک ہی مقصود ہوا کرے ادنی عقلمند کے ایک ایک کام میں کتنے اغراض ہوا کرتے ہیں چہ جائے کہ خدائے تعالیٰ کا کام اور وہ بھی اتنا بڑا ہوا آفرینش عالم ہے اس میں صرف ایک ہی مقصود رہنا کیا ضرور دیکھ لیجئے عناصر اربعہ سے کتنے کام لئے جاتے ہیں کہ اگر غور کیا جائے تو عقل حیران ہو جائے۔ کیا تخلیق کے وقت یہ سب اغراض و منافع پیش نظر نہ ہوں گے۔ پھر اگر آفرینش ثقلین سے دونوں مقصود ہوں تو کیا قباحت لازم آئے گی۔ بلکہ ثقلین اگر باحسن وجوہ عبادت کریں اور تقرب الٰہی نہیں

حاصل ہو جائے تو حضرت کا مرتبہ باحسن وجوہ سمجھ لیں گے۔ ہاں جن وانس کی نسبت اتنا لازم آسکتا ہے کہ ایک قصدا دلی ہو اور ایک قصد ثانوی اور ممکن ہے دونوں اولی ہوں۔ اگر کہا جائے کہ جب مقصود یہ تھا تو کفار نے پھر تصدیق کیوں نہ کی۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہی اعتراض بعض لوگ آیۂ شریفہ پر کرتے ہیں۔ کہ باوجودیکہ تخلیق عبادت کے لئے ہے پھر کفار عبادت کیوں نہیں کرتے۔ جو جواب اس کا دیا جاتا ہے وہی جواب یہاں بھی ہوگا۔ حالانکہ کفار کا حضرت کو جاننا خود قرآن شریف سے ابھی ثابت ہو چکا۔ اگرچہ مناسب اس موقع کے اور احادیث ومباحث ہیں مگر بخوف تطویل اختصار کیا گیا۔

ٹھیرا کفارہ گناہوں کا جو ذکر اولیا پھر ہو ذکر سرورِ عالم کا کیسا مرتبہ	۳	اور از قسم عبادت ہے جو ذکر انبیاء جس کا ذکر پاک ہے گویا کہ ذکر کبریا

رفع ذکر پاک ثابت ہے کلام اللہ سے
مطمئن ہوتے ہیں دل ذکر شہ لولاہ سے

قولہ ٹھیرا کفارہ گناہوں کا جو ذکر اولیا الخ حدیث شریف میں وارد ہے۔ عن معاذؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر الانبیاء من العبادۃ وذکر الصالحین کفارۃ وذکر الموت صدقۃ وذکر القبر تقربکم من الجنۃ حدیث حسن تعیرہ کذا فی الجامع الصغیر وشرحہ سراج المنیر ترجمہ روایت ہے معاذؓ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر نبیوں کا ایک قسم کی عبادت ہے اور ذکر صالحین کا (یعنے اولیاء اللہ کا) کفارہ ہے گناہوں کا۔ اور ذکر موت کا صدقہ ہے اور یاد کرنا قبر کا

عبادت و کفارہ گناہ بودن ذکر حضرت

نزدیک کرتا ہے تم کو جنت سے الحاصل جب اولیاء اور سائر انبیاء علیہم السلام کا ذکر عبادت اور کفارہ گناہ ہو تو سلطان الانبیاء والاولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کس درجہ کی عبادت اور کفارہ گناہوں کا ہوگا یقین ہے کہ اس ذکر پاک میں بحسب خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ایسی خصوصیت ہوگی کہ دوسرے میں ہرگز نہ ہو سکے **قولہ** جس کا ذکر پاک ہے گویا کہ ذکر کبریا کما

فی الشفا دردی ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ) کما فی صحیح ابن حبان و مسند

ابی یعلی دان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتانی جبریل فقال لی ان ربی وربک

یقول تدری کیف رفعت ذکرک قلت اللہ ورسولہ اعلم قال اذا ذکرتُ ذکرتَ

معی قال ابن عطاء جعلت تمام الایمان بذکری معک وقال ایضاً جعلتک ذکراً

من ذکری فمن ذکرک ذکرنی ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبریل علیہ السلام نے میرے پاس آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جانتے ہو کہ آپ کا ذکر میں نے کیسا بلند کیا ہے۔ میں نے کہا اللہ اور رسولؐ اس کا جانتا ہے۔ کہا جس وقت ذکر کیا جاتا ہوں میں ذکر کئے جاتے ہو آپ میرے ساتھ۔ ابن عطا کہتے ہیں کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ ایمان کا تمام و کمال اس بات پر مقرر کیا۔ کہ آپ کا ذکر میرے ذکر کے ساتھ ہو اور آپ کا ذکر میرا ذکر ہے اور امام سیوطیؒ نے تفسیر در منثور میں لکھا ہے واخرج ابو یعلی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم

وابن حبان وابن مردویہ وابو نعیم فی الدلائل عن ابی سعید الخدریؓ عن رسولؐ اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم قال اتانی جبریل فقال ان ربک یقول تدری کیف رفعت

ذکرک قلت اللہ ورسولہ اعلم قال اذا ذکرت ذکرت معی ۔ ترجمہ

ذکر حضرت ذکر حق تعالیٰ

یعنی تفسیر درمنشور میں ہے کہ حدیث موصوف اتنی کتابوں میں موجود ہے اور قسطلانی نے اس حدیث کو مقصد سادس مواہب لدینہ میں ذکر کیا ہے۔ مگر اس میں بجائے اللہ ورسولہ اعلم کے اللہ اعلم ہے اور کہا کہ روایت کیا اس کو طبرانی نے اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے۔ اور شارح زرقانی نے لکھا ہے کہ حدیث کی ضیائے مقدسیؒ نے بھی تصحیح کی ہے۔ **نکتہ عجب** نہیں کہ (اذا ذکرت ذکرت معی) سے اشارہ ہو طرف حقیقت محمدیؐ علے صاحبہا الف الف صلوٰۃ کے جس کی تصریح حضرات صوفیہ واکابر اولیا فرماتے ہیں والعاقل تکفیہ الاشارہ اور اتنا تو صراحتہً بھی اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ذکر کیا گیا میں تبھی آپ بھی ذکر کئے گئے یعنی بلا تعین وقت والغیب عند اللہ۔ قولہ رفع ذکر پاک ثابت ہے کلام اللہ سے ؛ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ یعنے بلند کیا ہم نے ذکر آپ کا انتہےٰ اس سے کیا بڑھ کر ہو کہ حق تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مقرر فرمایا۔ چنانچہ ابی سعید خدریؒ کی حدیث سے ابھی معلوم ہوا اور رفعت ذکم ہی کی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمانوں میں ہر جگہ اور عرش پر اور در و دیوار پر جنت کے بلکہ اس کے ہر ایک پتے پر اور سینوں پر حوروں کے اور فرشتوں کے آنکھوں کے بیچ میں اور ہر پتے پر شجرہ طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کے اور خاتم پر سلیمان علیہ السلام کے اور تختی پر اس خزانہ کے جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے

لکھا ہوا ہے چنانچہ قریب انشاء اللہ تعالیٰ وہ احادیث جو اس باب میں وارد ہیں نقل کی جائیں گی **قولہ** مطمئن ہوتے ہیں دل ذکر شہ لولاہ سے ؛ امام سیوطی رح نے درِ منشور میں آیہ شریفہ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ کی تفسیر میں نقل کیا ہے اخرج ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ عن مجاہد اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ قال بمحمد و اصحابہ ترجمہ یعنے مجاہد کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ (آگاہ رہو کہ اللہ کے ذکر سے دل مطمئن ہوتے ہیں) مراد اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہ کا ذکر ہے **فائدہ** مجاہدؒ نے بِذِکۡرِ اللّٰہِ کی تفسیر میں بمحمدؐ و اصحابہ جو کہا ہے ہر چند ظاہر آیۂ شریفہ کے مناسب نہیں معلوم ہوتا مگر چونکہ ایسے محدث جلیل القدر نے تفسیر کی ہے اس کو بحسن ظن مان لینا چاہیئے۔ کیونکہ ان حضرات کو جب تک کسی معنی کا یقین نہیں ہوتا تفسیر بالرائے نہیں کرتے چنانچہ امام ترمذیؒ نے اپنی جامع کے ابواب تفسیر قرآن میں اس کی تصریح کی ہے۔ کما قال و اما الذی روی عن مجاہد و قتادۃ و غیرہما من اہل العلم انہم فسروا القران فلیس الظن بہم انہم قالوا فی القرآن بغیر علم او من قبل انفسہم وقد روی عنہم ما یدل علی ما قلنا انہم لم یقولوا من قبل انفسہم بغیر علم ۔ اہل انصاف ضرور یہاں غور فرمائیں گے۔ کہ امام ترمذیؒ باوجود تجربہ علم و علو شان کے متقدمین کی نسبت کس درجہ کا حسن ظن رکھتے تھے کہ باوجودیکہ تفسیر قرآن کے لئے کمال درجہ کی احتیاط چاہیئے تاہم اُنکی تفسیر مجرد کو یہ نہ کہا کہ ایسے اقوال بلا استدلال حدیث قابل اعتبار نہیں بلکہ حسن ظن ظاہر کیا کہ ان حضرات کو ضرور احادیث پہنچی ہوں گی۔ گو ہمیں معلوم نہ ہوں

اطمینان قلب بذکر حضرت

جب اس درجہ کے علماء ایسے مواقع احتیاط میں اقوال متقدمین کو صرف بحسن ظن مان لیں تو ہم لوگوں کو متقدمین کی نسبت کس قدر حسن ظن چاہیئے کہ نہ ہمیں ویسا علم ہے نہ ویسا فہم۔ افسوس ہے اُن لوگوں سے کہ جن کو عبارت پڑھنے کا بھی حوصلہ نہیں۔ ائمہ مجتہدین پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور اگر بالفرض چند کتب حدیث پڑھ بھی لیں۔ تو کیا کہیں امام ترمذی ہو سکتے ہیں۔ حاشا و کلا۔ ترمذی وہ شخص ہیں کہ جن کی جلالت شان و تبحر علم و کمال قوت حافظہ پر ایک عالم گواہی دے رہا ہے سچ ہے عالی ظرفوں کی بات ہی کچھ اور ہوا کرتی ہے۔ مثل مشہور ہے جیسا آدمی ویسی بات حضرت علیؓ فرماتے ہیں دولۃ الارذال آفتۃ الرجال۔

ذکر نام پاک سے نار جہنم سرد ہو بو البشرؑ نے کی وصیت وقت آخر شیثؑ کو	۴	اور سمی حضرتؐ کا دوزخ میں نہ جاوے منو کہ قرین ذکر حق ذکر محمدؐ کیجیو
	وحشتِ آدمؑ کی گئی نام شہ لولاکؐ سے مردے زندہ ہو گئے تاثیر نام پاک سے	

قولہ ذکر نام پاک سے نار جہنم سرد ہو؛ مواہب لدنیہ میں ہے روی ان قوما من حملۃ القرآن یدخلونہا فینسیھم اللہ ذکر محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم حتی یذکرہم جبرئیل علیہ السلام فیذکرونہ فتخمد النار وتنزوی عنھم **ترجمہ** روایت ہے کہ ایک قوم حافظ قرآنؐ دوزخ میں داخل ہو گی جس سے بھلا دے گا اللہ تعالےٰ ذکر محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا پھر یاد دلائیں گے ان کو جبرئیل علیہ السلام جب یاد کریں گے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو آگ بجھ جائیگی اور ہٹ جائیگی انتھیٰ

قولہ اور سمی حضرتؐ کا دوزخ میں نہ جائے موضوع ہے مواہب لدنیہ اور شرح زرقانی میں روایت ہے روینا ما اخرجہ الحافظ ابو طاہر السلفی وابن بکیر فی جزئہ من طریق حمید الطویل (عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یوقف عبدان بین یدی اللہ تعالیٰ فیامر اللہ بہما الی الجنۃ فیقولان ربنا بما استاہلنا الجنۃ ولم فعمل عملاً یجازینا الجنۃ فیقول اللہ تعالیٰ ادخلا الجنۃ فانی آلیت علی نفسی ان لا یدخل النار من اسمہ احمد ولا محمد وروی ابو نعیم عن نبیط ابن شریط قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ وعزتی وجلالی لا عذبت احداً تسمی باسمک فی النار) **ترجمہ** روایت ہے۔ انس بن مالکؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو بندے روبرو اللہ تعالیٰ کے کھڑے کئے جائیں گے۔ حکم ہوگا لے جاؤ ان کو جنت کے طرف وہ عرض کریں گے اے رب کس سبب سے ہم قابل جنّت ہوئے حالانکہ کوئی عمل ہم نے ایسا نہیں کیا جس کا بدلا جنّت ہو ارشاد ہوگا جاؤ جنت میں میں نے قسم کھائی ہے اپنی ذات کی کہ دوزخ میں داخل نہ ہو وہ شخص جس کا نام احمدؐ یا محمدؐ ہو اور نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے اپنے عزت وجلال کی قسم کھائی ہے کہ نہ عذاب کریگا دوزخ میں اس شخص کو جو آپ کے نام کے ساتھ موسوم ہو ہرچند ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ فضیلت تسمیہ کے باب میں جتنی حدیثیں وارد ہیں سب موضوع ہیں مگر علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ یہ قول قابل اعتبار نہیں البتہ بعض حفاظ نے جو لکھا ہے کہ کوئی حدیث اس باب میں صحیح نہیں۔ یہ بات اور ہے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

جیساکہ کتب اصول حدیث میں مصرح ہے اور ایسی حدیث کیونکر موضوع ہو سکتی ہے
جسکو اکابر محدثین مثل حاکم اور بزار ابن عدی ابو منصور ابو سعید ابو یعلی طرابلسی ابن جوزی
سلفی ابو نعیم خرائطی ابن بکیر وغیرہ نے موقوفاً و مرفوعاً روایت کیا ہے ہکذا افاد
الزرقانی فی شرح المواہب اور احادیث موقوفہ بھی یہاں حکم میں مرفوع کے ہیں
اس لئے کہ صحابہ ایسے امور اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے جیسا کہ محدثین نے اس کی
تصریح کی ہے۔ رہا یہ کہ بعض ملاحدہ و زنادقہ بھی نام مبارک کے ساتھ موسوم
ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے فضائل بلکہ جمیع اعمال حسنہ بغیر ایمان کے
کچھ کام نہیں آتے مقدم سب سے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور
محبت ہے جب یہیں معاملہ ٹھیک نہ ہوا تو سوائے جہنم کے پر کہیں ٹھکانا نہیں
الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر عظمت منظور ہے کہ توہین حضرت کے
کے نام کی بھی حق تعالیٰ کو گوارا نہیں۔ **قولہ** ابو البشر نے کی وصیت الخ۔ مواہب
لدنیہ میں مروی ہے۔ دردی ابن عساکر عن کعب الاحبار قال اقبل آدم علی ذنبہ
شیث فقال ای بنی انت خلیفتی من بعدی فخذہا بعمارۃ التقوی والعروۃ الوثقی
فکلما ذکرت اللہ فاذکر الی جنبہ اسم محمد فانی رایت اسمہ مکتوبا علی ساق العرش
وانا بین الروح والطین ثم انی طفت السموات فلم ار فی السموات موضعا الا رایت
اسم محمد مکتوبا علیہ وان ربی اسکننی الجنۃ فلم ار فی الجنۃ قصرا ولا غرفۃ الا وجدت اسم
محمد مکتوبا علیہ ولقد رایت اسم محمد مکتوبا علی نحور العین وعلی ورق قصب اجام الجنۃ و
علی ورق شجرۃ طوبی وعلی ورق سدرۃ المنتہی وعلی اطراف الحجب وبین اعین الملائکۃ
فاکثر ذکرہ فان الملائکۃ من قبل تذکرہ فی کل ساعاتہا۔ ترجمہ روایت ہے کہ آدم

مکتوب ہونا نام حضرت کا بر عرش وغیرہ

وصیت آدم علیہ السلام بفرزند خود در باب ذکر حضرت م

علیہ السلام نے اپنے فرزند شیث علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے فرزند تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو پس خلافت کو عمارت تقویٰ اور دستگاہ محکم کے ساتھ لو اور جب یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو تو اس کے متصل نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرو کیونکہ میں نے ان کا نام ساق عرش پر لکھا دیکھا ہے جب میں روح وطین میں تھا پھر تمام آسمانوں میں پھر کر دیکھا کہ کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں نام محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا نہ ہو۔ اور میرے رب نے مجھ کو جنت میں رکھا وہاں کوئی محل اور کوئی بالاخانہ اور برآمدہ ایسا نہیں دیکھا جس پر محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لکھا ہوا اور سینوں پر تمام حوروں کے ہر جنت کے تمام درختوں اور شجر طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پردوں کے اطراف اور فرشتوں کے آنکھوں کے بیچ میں نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا ہے اس لئے اکثر ان کا ذکر کیا کرو۔ فرشتے قدیم سے ہر وقت اُن کا ذکر کیا کرتے ہیں انتہیٰ۔ **فائدہ** حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو جو کثرت ذکر حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت فرمائی اس کا منشا ایک تو یہ ہے کہ جب فرشتے ہمیشہ حضرتؐ کا ذکر کیا کرتے ہیں۔ تو ضرور ہے کہ وہ نہایت عمدہ عبادت ہوگی۔ اور ایسی عبادت زیادہ کرنا بہتر ہوگا۔ دوسرا یہ کہ حق تعالیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جیسی محبت ہے کسی کے ساتھ نہیں ہر چند حضرت ابراہیم بھی خلیل اللہ ہیں مگر حبیب اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت کچھ اور ہی ہے چنانچہ خود حضرت خلیل اللہ علیہ السلام معترف ہیں۔

کہ میری خلّت اس درجہ کی نہیں۔ کما فی المواہب وشرحہ للزرقانی ولفظ معظم

عن ابی ہریرۃ رضی وحذیفۃ رضی قال قال صلی اللہ علیہ وسلم - یجمع اللہ الناس فیقوم

المومنون حتی تزلف لہم الجنۃ فیاتون آدم فیقولون یا ابانا استفتح لنا الجنۃ

فیقول دہل اخرجکم من الجنۃ الا خطیئۃ ابیکم آدم لست بصاحب ذلک اذہبوا الی

ابنی ابراہیم خلیل اللہ فیقول ابراہیم لست بصاحب ذلک انما کنت خلیلا

من وراء وراء) **الحدیث ترجمہ** روایت کی مسلم نے ابو ہریرہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کرے گا۔ حق تعالیٰ لوگوں کو محشر میں کھڑے ہونگے ایمان والے یہاں تک کہ قریب ہوگی۔ ان سے جنت تو وہ آدم علیہ السلام کے پاس آکر کہیں گے۔ اے پدر بزرگوار ہمارے کھلوائیے ہمارے لئے جنت وہ کہیں گے تمہیں جنت سے تمہارے باپ آدم ہی کی خطا نے تو نکالا ہے۔ میں اس کام کا نہیں۔ جاؤ میرے فرزند خلیل اللہ کے پاس۔ ابراہیم علیہ السلام کہیں گے۔ میں بھی اس کام کا نہیں ہوں۔ میں خلیل صرف دور ہی دور سے تھا انتہٰی **الحاصل** آدم علیہ السلام پر یہ امر بخوبی منکشف ہوگیا تھا کہ حق تعالیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت محبت ہے کیونکہ ہر ایک مقام پر نام مبارک کو لکھنا اور فرشتوں سے ہمیشہ ذکر کروانا فرط محبت پر دلیل قطعی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے (من احب شیئا اکثر من ذکرہ) وہو حدیث مرفوع رواہ ابو نعیم والدیلمی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ذکرہ فی المواہب وشرحہ ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی چیز کو دوست رکھتا ہے تو اکثر اس کو یاد کیا کرتا ہے انتہٰی۔ اس لئے حضرت آدم علیہ السلام نے

اپنے اس فرزند کو جو محبوب ترین اولاد اور خلیفہ تھے۔ وصیت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بکثرت کیا کریں۔ اس وصیت میں بظاہر دو فائدے ہیں ایک خاص نفع ذاتی شیث علیہ السلام کا کہ بدولت اس کے حق تعالیٰ کے نزدیک ان کا تقرب بڑھے۔ دوسرا یہ کہ تمام اولاد کی بھلائی بھی مدنظر تھی کیونکہ جب سب کو یہ معلوم ہو جائے کہ اپنے پیارے فرزند ولی عہد کو ایسی وصیت کی ہے تو ان میں جو زیرک اور خلف الصدق ہیں ضرور اس کام پر رغبت کریں گے۔ اس پر بھی اگر کسی ناخلف نے پدر مہربان کی وصیت کو لغو سمجھا تو اپنا نقصان کیا۔ یہ تو ان کا ذکر تھا جو خود نبی مقرب تھے۔ اب اس موقع میں ناظرین خوب سمجھ سکتے ہیں کہ جب انبیائے اولوالعزم نے ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس قدر اہتمام کیا ہو تو ہم امتیوں کو کس قدر اس کا اہتمام و التزام چاہیئے۔ کیونکہ ہمارا تو دین و ایمان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی محبت کے ساتھ وابستہ ہے۔ دیکھ لو خود حضور اقدس کیا فرماتے ہیں۔ عن انس رضی قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین رواہ والشیخان واللفظ للبخاری ترجمہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی تم میں ایماندار نہیں ہوتا ہے جبتک اس کے دل میں میری محبت اس کے باپ اور بیٹے اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو یعنے تمام عالم سے زیادہ جبتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو ایمان ہی نہیں ہے غرض ایمان اگر حاصل کرنا ہو تو حضرت صلعم کی محبت حاصل کرنا چاہیئے۔ اور حصول محبت کی مفتاح ذکر ہے چنانچہ ابن قیم نے حادی الارواح الی بلاد

الافراح میں لکھا ہے وقد جعل اللہ لکل مطلوب مفتاحا ومفتاح الولایۃ والمحبۃ
الذکر یعنے حق تعالیٰ نے ہر ایک مطلب کے لیئے ایک کنجی مقرر کی ہے اور کنجی
قرب ومحبت کی ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اگر حاصل کرنا ہو تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر بکثرت کرنا چاہیئے تاکہ محبت حضرتؐ کی پیدا ہو اور
بدولت اس کے ایمان حاصل ہو اور اگر ایمان ہے یعنے حضرتؐ کی محبت ہے جب
تم بمقتضائے من احب شیئًا اکثر من ذکرہ خود ذکر ہونے لگے گا۔ **قولہ**
شہ لولاہ اشارہ اس حدیث شریف کی طرف ہے۔ جو مواہب لدنیہ
میں ہے وردی انہ لما خرج آدم من الجنۃ رای مکتوبا علی ساق العرش و
علی کل موضع فی الجنۃ اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم مقرونا باسم اللہ تعالےٰ
فقال یا رب ہذا محمد من ہو فقال اللہ تعالےٰ ہذا ولدک الذی لولاہ ماخلقتک
فقال یا رب بحرمتہ ہذا الولد ارحم ہذا الوالد فنودی یا آدم لو تشفعت الینا بمحمد
فی اہل السموات والارض لشفعناک **ترجمہ** جب آدم علیہ السلام جنت سے
نکلے دیکھا کہ ساق عرش پر اور جنت میں ہر جگہ نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا
اللہ تعالیٰ کے نام ساتھ لکھا ہوا ہے۔ عرض کیا یا رب یہ محمدؐ کون ہیں ارشاد
ہوا (ہذا ولدک لولاہ ماخلقتک) یعنے یہ تمہارے فرزند ہیں اگر وہ نہ ہوتے
تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ عرض کیا یا رب بحرمت اس فرزند کے اس والد پر رحم
کر ندا آئی کہ اے آدمؑ اگر تم محمدؐ کے وسیلہ سے کل زمین و آسمان والوں
کے حق میں سفارش کرتے تو بھی ہم قبول کرتے۔ اور اسی طرح لفظ (لولاہ)
اس حدیث شریف میں وارد ہے جس کو روایت کیا امام سیوطیؒ نے در منثور میں

فا باعث آفرینش بودن حضرتؐ

تفسیر آیہ شریفہ فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ کے تحت میں کما قال اخرج
الطبرانی فی المعجم الصغیر والحاکم وابو نعیم والبیہقی کلاھما فی الدلائل وابن
عساکر عن عمر رضی بن خطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اذنب آدم
الذنب الذی اذنب رفع راسہ الی العرش فقال اسالک بحق محمد الا غفرت لی
فاوحی اللہ الیہ ومن محمد فقال لما خلقتنی رفعت راسی الی عرشک فاذا فیہ مکتوب لا الہ
الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انہ لیس احد اعظم عندک قدرا ممن جعلت اسمہ
مع اسمک فاوحی اللہ الیہ یا آدم انہ آخر النبیین من ذریتک ولولاہ ما خلقتک ۔
ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدم علیہ السلام سے وہ گناہ
صادر ہوا تو عرش کی طرف سر اٹھا کر دعا کی کہ الٰہی بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے
بخش دے ان پر وحی ہوئی کہ محمد کون ۔ عرض کیا الٰہی جب پیدا کیا تو نے مجھ
کو تو میں نے عرش کے طرف سر اٹھا کر دیکھا تو لکھا ہوا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول
اللہ اس سے میں نے جانا کہ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے اس
سے زیادہ کسی شخص کا مرتبہ تیرے پاس نہ ہوگا ۔ وحی آئی ۔ کہ اے آدم
وہ نبیوں سے آخر ہوں گے تمہاری اولاد میں (ولولاہ ما خلقتک) یعنے اگر
نہ ہوتے وہ تو نہ پیدا کرتا میں تم کو انتہٰی ابن جوزی رح نے بھی کتاب الوفا بفضائل
المصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اس حدیث کو روایت کیا ہے ۔ **فائدہ**
اکثر احادیث میں بظاہر اختلاف ہوا کرتا ہے کہ جسکی توفیق ہر شخص سے ہو نہیں
سکتی ۔ ایسے مواقع میں یہ نہ خیال کرنا چاہیئے ۔ کہ دونوں حدیثوں میں کچھ ضعف
آجاتا ہو بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ ہر ایک حدیث کو دوسری حدیث سے

تعداد کی وجہ سے قوت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے کہ ہر ایک حدیث نفس واقعہ صداقت پر گویا دوسری حدیث کی گواہ ہوتی ہے ہاں جن امور زائدہ میں تعارض ہے ان میں شک پیدا ہوگا نہ کہ نفس واقعہ میں دیکھو احادیث معراج جو صحیحین وغیرہ میں وارد ہیں اس سے ترتیب مقامات انبیاء علیہم السلام میں کسقدر اختلاف ظاہر ہے پھر اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ اس وجہ سے وہ سب احادیث ضعیف ہو گئے ہوں بلکہ محدثین حتی الامکان اس قسم کی احادیث میں توفیق دے دیتے ہیں اور کبھی منشا اختلاف کا یہ بھی ہوتا ہے کہ راوی کو ہر چند اصل واقعہ تو یاد ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ بسبب تمادی ایام کے تقدیم یا تاخیر اوقات وغیرہ پورے طور پر یاد نہ رہنے کی وجہ سے اپنے ظن غالب پر بیان کر دیا ہو چنانچہ ان دونوں حدیثوں میں یہی صورت معلوم ہوتی ہے **الحاصل** ان دونوں حدیثوں سے مخاطبہ حق تعالے کا آدم علیہ السلام کے ساتھ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے باب میں ثابت ہے کیونکہ ابھی حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کو دوست رکھتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے **قولہ** وحشت آدمؑ گئی نام شہؐ لولاک سے،

فـ: نور ان کا حضرت کا باعث دفع وحشت

کما فی المواہب والزرقانی (واخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی ہریرۃ رض رفعہ لما نزل آدم علیہ السلام بالہند استوحش فنزل جبریل علیہ السلام فنادی بالاذان اللہ اکبر اللہ اکبر مرتین اشہد ان لا الہ الا اللہ مرتین اشہد ان محمداً رسول اللہ مرتین الحدیث) در واہ ایضاً الحاکم وابن عساکر وقد روی الدیلمی عن علیؓ رآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حزیناً فقال یا ابن ابی طالب مالی اراک حزیناً فمر بعض اہلک یؤذن فی اذنک فانہ دواء الہم فجربتہ فوجدتہ کذلک وقال کل من رواتہ جربتہ فوجدتہ کذلک

ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آدم علیہ السلام ہند میں اُترے
ان کو وحشت ہوئی اس وقت جبریل علیہ السلام اُترے اور اذان کہی اس طور سے
اللہ اکبر اللہ اکبر دو بار اشہد ان لا الہ الا اللہ دو بار اشہد ان محمدؐ رسول اللہ
دو بار آخر حدیث تک (مقصود یہ کہ بدولت اس اذان کے وحشت جاتی رہی)
اور علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھ کو حزین وغمگین دیکھ کر فرمایا کہ اے ابن ابی طالب تم کو میں غمگین پاتا ہوں
کسی سے کہو کہ تمہارے کان میں اذان کہہ دے۔ وہ غم کی دوا ہے۔ علی رضی
اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو آزمایا فی الحقیقت اس سے حزن جاتا
رہا اور اس حدیث کے جتنے راوی ہیں سبھوں نے ایسا ہی کہا کہ ہم نے بھی اس
کو آزمایا ہے۔ واقعی یہی تاثیر پائی۔ انتھیٰ **نکتہ** وجہ اس کی یہ ہے
کہ جب کوئی اپنے محبوب کو یاد کرتا ہے۔ تو جتنے خیالات وحشت انگیز ہوں
سب محو ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ جب انسان کو کسی کے ساتھ کمال درجہ
کی محبت ہو اور اس کو یاد کرے تو دل اسی کے ساتھ متعلق ہو جاتا ہے۔
جس سے خیال ان امور کا جو وحشت انگیز ہوں۔ باقی نہیں رہتا۔ یعنے
کیفیت جدیدہ دل میں متمکن ہونے کی وجہ سے کیفیت سابقہ محو ہو جاتی
ہے۔ جب یہ تاثیر ہر محبوب کے یاد کرنے میں عموماً ٹھہری تو محبوبؐ رب
العالمین کے یاد کرنے میں کس قدر تاثیر ہونا چاہیئے۔ جب بحسب
عقیدۂ اہل اسلام کسی کیفیت قلبی وغیرہ کا وجود بے تخلیق خالق ممکن نہیں
سو جیسے حق تعالیٰ نے ہر محبوب کے یاد کرنے میں تاثیر رکھی ہے۔ اپنے محبوب

صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں اگر خاص طور پر وہ تاثیر رکھی ہو تو کیا عجب البتہ ان دونوں میں اتنا فرق ہو گا کہ وہاں تذکرہ کے بعد ایک نئی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے کیفیت سابقہ محو ہو جائے اور یہاں توسط کیفیت جدیدہ کی ضرورت نہیں مگر چونکہ تاثیرات اشیا من جانب اللہ ہیں۔ اثر آخری دونوں کا ایک طور پر ہوا جیسے طب یونانی و مصری یا ڈاکٹری کہ کسی میں علاج بالضد ہے اور کسی میں بالموافق۔ ہر چند کیفیات درمیانی متغایر ہوں مگر انجام دونوں کا جواز الہ مرض ہے ایک ہے **الحاصل** آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک میں یہ اثر دیا گیا ہے کہ وحشت و اندوہ کو دفع کرے۔ میں یقین سمجھتا ہوں۔ کہ یہاں باریک و نازک اسرار ہونگے جس کو اہل مذاق جانتے ہوں گے۔ اتنا تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ ادھر شان رحمۃ للعالمینی جلوہ گر ہے کہ نام سے آثار رحمت ہویدا ہیں۔ اور ادھر عظمت شان غیوری آمادہ قہر ہے کہ جب عموماً محبوبوں کے ذکر میں وہ تاثیر ہو۔ کیا معنی کہ محبوب رب العالمین کے ذکر میں وہ اثر نہ ہو۔ دلوں پر جبر ہے کہ بخرق عادت بلا توسط کیفیت جدیدہ وحشت و اندوہ دفع ہوا کرے۔ یہاں ایک بات اور یاد رکھ لینا چاہیئے کہ اگر کسی بد اعتقاد قسی القلب کے دل میں یہ اثر ظاہر نہ ہو تو یہ نہ سمجھیں کہ اس کی تاثیر میں کچھ فرق ہے بلکہ وہاں یہ سمجھنا چاہیئے کہ محل میں صلاحیت نہیں۔ جیسے اطباء معترف ہیں کہ جب محل میں صلاحیت قبول نہ ہو۔ دوا کیسی ہی قوی الاثر کیوں نہ ہو۔ کچھ تاثیر نہیں کرتی۔ علیٰ ہذا القیاس اور ادعیہ و سور قرآنی باوجود قطعیت تاثیر کے اسی وجہ سے کبھی اثر نہیں بھی کرتے ہیں۔ **فائدہ** اگر کوئی یہاں

یہ سوال کرے کہ حدیث شریف سے تو مجموع اذان کی تاثیر ثابت ہوتی ہے
اور اس میں کئی اُمور مذکور ہیں۔ خاص حضرتؐ کے نام کی تاثیر کہاں سے ثابت ہوئی
اس کا جواب یہ ہے کہ اذان میں تین چیزوں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ اور نبی
صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور نماز کی دعوت۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اس اذان سے دعوت
نماز مقصود نہیں ورنہ علی کرم اللہ وجہ کو کان میں اذان کہلوانے کا ارشاد
کیوں ہوتا۔ فرما دیتے کہ اذان وقلتیہ سُن لو۔ اب رہا خدائے تعالیٰ کا ذکر
سو اس میں کچھ شک نہیں کہ خدائے تعالیٰ کے نام پاک میں ہر قسم کی تاثیرات
ہیں اس کا انکار کون کر سکے۔ مگر یہ بھی تو ہے کہ مؤثر حقیقی وہی ہے اور وہ
مختار ہے چاہے تاثیر کسی شے کی کسی وقت ظاہر کرے چاہے نہ کرے۔
چنانچہ آدم علیہ السّلام جب سے کہ اپنے مقام سے جدا ہوئے کیا ہو سکتا ہے۔
کہ اس محل وحشت افزا میں سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کسی کا ذکر انہوں
نے کیا ہوگا پھر باوجود اس کے نام پاک کی تاثیر ظاہر نہ فرمائی کیونکہ مقصود
کچھ اور تھا پھر جب وحشت کو ان کی دفع کرنا منظور ہوا جبریل علیہ السلام بھیجے
گئے کہ اذان کہیں جس میں نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی تھا اب ذرا
غور کیا جائے کہ ایسے موقع میں آدم علیہ السلام نے کیا خیال کیا ہو گا یہی وجہ
تھی کہ جب نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یاد دلادیا گیا تمامی خصوصیات
حضرتؐ کے جو وہ دیکھ چکے تھے سب آنکھوں کے سامنے ہو گئے اور کہنے لگے
الٰہی بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بخش دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمامی
اذان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کا ذکر مقصود تھا۔

جسکی تاثیر ظاہر ہوئی اور اس کی مثال ایسی ہوئی جیسے قیامت میں بلال رضی اللہ
عنہ کی اذان سے صرف تصدیق رسالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مقصود
ہوگی کما فی المواہب وشرحہ (واخرجہ) ای حدیث ابی ہریرۃ المذکور (الطبرانی
والحاکم بلفظ) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تحشر الانبیاء علی الدواب
والبعث علی البراق ویبعث بلال علی ناقتہ من نوق الجنۃ نیادی بالاذان محضا
وبالشہادۃ حقا حتی اذا قال اشہد ان محمدا رسول اللہ شہد لہ المومنون من
الاولین والآخرین ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے کہ انبیاء کا حشر
سواریوں پر ہوگا اور سوار ہوں گا میں براق پر اور بلال ناقہ جنت پر
ہونگے اور اذان خالص کہیں گے اور سچی گواہی دیں گے جب اشہد ان محمدا
رسول اللہ کہیں گے تو سب اگلے پچھلے اہل ایمان اس کی گواہی دیں گے۔
انتھے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ نہ محشر میں نماز کی دعوت مقصود ہے نہ شہادت
توحید کیونکہ وہاں تو کفار بھی موحد ہو جائیں گے مقصود یہ کہ مجموع اذان
سے دونوں صورتوں میں ایک ہی چیز مقصود ہے اس سے معلوم ہوا کہ
اذان میں جو رفع وحشت واندوہ کی تاثیر ہے بنظر نام مبارک آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے اور وحشت آدم علیہ السلام کی اسی سے زائل
ہوئی وہو المطلوب **قولہ** شہ لولاک ؟ ابن عباس رضؓ سے روایت ہے۔ کہ
حق تعالیٰ فرماتا ہے لولاک ما خلقت الجنۃ ولولاک ما خلقت النار اور
سلمان فارسی رضؓ سے لولاک ما خلقت الدنیا مروی ہے چنانچہ دوسری اور
چوتھی تسدیس میں دونوں روایتیں مذکور ہوئیں **فائدہ** یہاں معلوم کرنا چاہیئے

فائدہ حدیث لولاک

کہ آجکل جو غل مچ رہا ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک حدیث موضوع ہے
یہ تسلیم بھی کیا جاوے تو اہل جرح کو اس سے فائدہ کیا۔ زمین دریا جنت دوزخ
ثواب عقاب۔ جملہ آدمیوں کے جد بزرگوار۔ بلکہ ساری دنیا جب بدولت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئی تو افلاک کیا چیز ہیں۔ دیکھو جنت
دوزخ بدولت حضرت کے پیدا ہونے کی حدیث کو حاکم دیلمی سبکی۔ بلقینی نے
روایت کیا ہے اور زمین و دریا پیدا ہونے کی حدیث کو ابن سبع اور عزفی
نے اور دنیا طفیلی ہونے کی حدیث کو ابن عساکر نے۔ اور ثواب وعقاب
کی حدیث کو ابن سبع و عزفی نے اور تخلق آدم علیہ السلام کی حدیث کو طبرانی
حاکم بیہقی ابن عساکر ابو نعیم ابو الشیخ بلقینی سبکی نے چنانچہ دوسری اور چوتھی
تسدیس میں ان احادیث کا ذکر ہو چکا اور خصائص کبریٰ میں امام سیوطیؒ نے نقل
کیا ہے اخرج الحاکم والبیہقی والطبرانی فی الصغیر وابو نعیم وابن عساکر عن عمرؓ
بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اقترف آدم الخطیئۃ قال
یارب اسالک بحق محمدؐ لما غفرت لی قال کیف عرفت محمداً قال لانک لما خلقتنی
بیدک ونفخت فی من روحک رفعت راسی فرایت علی قوائم العرش مکتوب
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق
الیک فقال صدقت یا آدم ولولا محمدؐ ما خلقتک ترجمہ روایت کیا حاکم اور
بیہقی اور طبرانی نے صغیر میں اور ابو نعیم اور ابن عساکر نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدم علیہ السلام مرتکب خطا ہوئے
عرض کی یارب بحق محمد صلے اللہ علیہ وسلم تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

کہ مجھے بخشدے ارشاد ہوا تم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا۔ عرض کیا
جب تُو نے مجھے پیدا کیا اور اپنی رُوح مجھ میں پھُونکی تو میں نے سر اٹھایا جو
دیکھا تو عرش کے ہر پایہ پر لا الٰہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ لکھا ہوا ہے اس سے
میں سمجھ گیا کہ اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام تو نے ملایا ہوگا جو محبوب ترین خلق
تیرے پاس ہے ارشاد ہوا اے آدمؑ تم سچ کہتے ہو اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نہ ہوتے تو میں تم کو نہ پیدا کرتا انتہٰے **الحاصل** ان سب روایات سے
معلوم ہوا کہ تمام عالم کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیلی ہے۔ اب
کہئیے افلاک اس سے کہاں نکل سکیں گے۔ بلکہ خود افلاک کا نام بھی صراحتہً
علی کرم اللہ وجہ کی روایت میں آچکا ہے۔ جو دوسری تسدیس میں مذکور
ہے اب باقی رہی یہ بات کہ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ موضوع ہے
سو یہ بحث علمی ہے۔ اعتراض کرنے والے سب ایسے نہیں ہیں کہ ابحاث علمیہ
سے واقف ہوں بلکہ اکثر تو ایسے ہوں گے۔ کہ لفظ حدیث کے معنی تک نہ جانتے
ہوں گے ایسے لوگوں کا ایسے موقع میں مقصود کچھ اور ہی ہوتا ہے۔
خیر الغیب عند اللہ۔ ابن جوزی نے تو اس حدیث کو موضوعات کی کتاب
الفضائل میں ذکر نہیں کیا۔ باوجودیکہ کمال تشدد ان کا ظاہر ہے کہ اکثر احادیث
ضعیفہ کو بھی داخل موضوعات کر دیا ہے۔ ہاں ملا علی قاری نے موضوعات الحدیث
میں خلاصہ سے نقل کیا ہے۔ کہ صغانی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔ مگر
ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ معنے اسکے صحیح ہیں کیونکہ دیلمی کی روایت میں لولاک ما
خلقت الجنۃ ولولاک ما خلقت النار اور ابن عساکر کی روایت میں لولاک

باخلقت الدنیا وارد ہے۔ انتھٰے الحاصل حدیث لولاک صحیح ہے گو الفاظ میں کسی قدر ہو پس اطلاق شبہ لولاک میں کچھ کلام نہیں وہو المقصود **قولہ** مُردے زندہ ہو گئے تاثیر نام پاک سے ؛ مواہب لدنیہ میں ہے وعن انسؓ ان شاباً من الانصار توفی ولہ ام عجوز عمیاء فسجیناہ وعزینا ہا فقالت مات ابنی قلنا نعم فقالت اللّٰہم ان کنت تعلم انی ہاجرت الیک والی نبیک رجاء ان تعیننی علی کل شدۃ فلا تحملن علیّ ہذہ المصیبۃ فما برحنا ان کشف الثوب عن وجہہ فطعم وطعمنا رواہ ابن عدی وابن ابی الدنیا والبیہقی وابو نعیم۔ **ترجمہ** روایت ہے انسؓ سے کہ کسی انصاری کا انتقال ہوا جو جوان تھے اور ان کی ماں بڑھیا نابینا تھی۔ ہم نے اُن پر کپڑا اوڑھا دیا اور اس بڑھیا کی تعزیت کی اس نے پوچھا کیا میرا لڑکا مر گیا ہم نے کہا ہاں وہ یہ دُعا کرنے لگی کہ یا اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے اور تیرے رسُول کی طرف ہجرت اس اُمید پر کی ہے کہ مدد کرے گا۔ تو میری ہر سختی میں۔ تو یہ مصیبت مجھ پر مت ڈال انسؓ کہتے ہیں کہ ہم اپنی جگہ سے ہٹے نہ تھے کہ اُس جوان انصاری نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹایا اور ہمارے ساتھ مل کر کھانا کھایا اور دوسری روایت میں ہے کہ اس وقت تک وہ زندہ رہے کہ ان کی ماں کا انتقال ان کے روبرو ہوا روایت کیا اس کو ابن عدی و ابن ابی الدنیا اور بیہقی اور ابو نعیم نے انتھٰے سبحان اللہ کیا قوی ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا اُن بی بی کے دل میں متمکن تھا۔ کہ بغیر سوچنے کے ویسی نازک حالت میں زبان پر آگیا۔ اور کیسا اعتقاد کامل تھا کہ شک کو کچھ موقع ہی نہ ملا۔ خوب ذہن نشین تھا کہ جب سب گھر بار چھوڑ کے حضرتؐ

زندہ شدن مردہ بطفیل ذکر حضرتؐ

کی خدمت میں پہنچ گئے اور حضرتؐ کے ہو رہے تو کیسی ہی مصیبت کیوں نہ ہو اس ذریعہ سے دعا کی جائے گی - اگر موت بھی ہو تو ٹل جائے گی - پھر جب ایسی عقیدت کے ساتھ بارگاہ رب العزۃ میں وہ دعا پہنچی جس میں نام مبارک حضرتؐ شریک تھا تو یہ اس کا قبول ہونا کیا عجب کیونکہ ابتدائے نشاعنصری انسانی میں یہ سنت اللہ جاری ہو چکی ہے کہ یہ برکت نام مبارک دُعا قبول ہوا کرے اب یہاں یہ بحث باقی رہی کہ تاثیر احیا ہجرت میں تھی یا نیت میں یا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یا مجموع میں اور اگر مجموع میں ہو تو جزو اعظم کون ہے چونکہ یہ بحث مسئلہ تاثیر اذان کے مشابہ ہے جس کا ذکر ابھی ہوا اسلئے بخوف تطویل ناظرین کی طبع رسا اور وجدان سلیم پر حوالہ کر دیا جاتا ہے الحاصل بعد غور کے معلوم ہو سکتا ہے کہ تاثیر نام پاک کی تھی کہ مُردہ زندہ ہو گیا -

حضرت آدمؑ نے اس فرزند سے یہ بھی کہا دیکھا ذکر احمدیؐ میں ہر ملک مصروف تھا	۵	میں تفرج کیلئے جب آسمانوں پر گیا اور ہر اک پتے پہ جنت کے ہے نام انکا لکھا
	سینے حوروں کے ملائک کی جبینیں تا بعرش ہر جگہ اس نام کا ہے عالم علوی میں نقش	

قولہ حضرت آدمؑ نے اس فرزند سے یہ بھی کہا الخ + تسدیس ثالث میں کعب احبار کی روایت مذکور ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے نام پاک کے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک کہاں کہاں لکھا ہوا ہے آسمانوں پر ہر جگہ جنت کے در و دیوار پر حوروں کے سینوں پر سدرۃ المنتہےٰ طوبیٰ اور اشجار جنت کے پتے پتے پر پردوں کے اطراف اور فرشتوں کے آنکھوں کے

بیچ میں اور یہ بھی مذکور ہوا کہ فرشتے ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے
ذکر میں مصروف ہیں اور سوائے اس کے اور روایات مرفوعہ بھی اسکے موید ہیں
چنانچہ امام سیوطی رح نے خصائص کبری میں ذکر کیا ہے اخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن
ابن عباس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما فی الجنۃ شجرۃ علیہا
ورقۃ الا مکتوب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ترجمہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی درخت جنت میں ایسا نہیں جس کے پتوں پر لا الہ
الا اللہ محمد رسول اللہ نہ لکھا ہو۔ اور امام ثعلبی نے تفسیر کشف البیان میں
بسند متصل روایت کیا ہے عن ابن عباس عن علی رض ابن ابی طالب رضی
اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما عرج بی رایت علی ساق العرش
مکتوبا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر الصدیق و عمر الفاروق ترجمہ
روایت ہے علی رض ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ شب معراج میں نے عرش کی ساق پر دیکھا لا الہ الا اللہ محمد
رسول اللہ ابو بکر صدیق و عمر فاروق لکھا ہے اسی طرح خصائص الکبری میں
نقل کیا ہے اخرج ابن عدی و ابن عساکر عن انس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لما عرج بی رایت علی ساق العرش مکتوبا لا الہ الا اللہ محمد رسول
اللہ ایدتہ بعلی ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شب معراج
عرش کی ساق پر میں نے لکھا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی
یعنی تائید دی میں نے ان کو علی رض سے انتھی اور خصائص کبری میں
یہ روایت بھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کعب رض احبار

سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن فضائل کی ہمیں خبر دو جو قبل ولادت شریف ظہور میں آئے۔ کہا میں نے کتب سابقہ میں پڑھا ہے کہ ابراہیم خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک پتھر پایا تھا جس پر چار سطریں لکھی تھیں پہلی سطر انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدونی۔ دوسری سطر انی انا اللہ لا الہ الا انا محمد رسولی طوبیٰ لمن آمن بہ واتبعہ الحدیث اور اس کے سوا خصائص کبریٰ اور مواہب لدنیہ وغیرہ میں بہت روایتیں مذکور ہیں۔ کہ اکثر بلاد میں اشجار و احجار پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا اکثر لوگوں نے دیکھا ہے اور جابرؓ سے روایت ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی مہر کا نقش یہ تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اگرچہ ابن جوزیؒ نے اس روایت کو موضوع کہا ہے مگر امام سیوطیؒ نے تعقبات میں لکھا ہے کہ عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت وارد ہے۔ جس کی تخریج طبرانی نے کی ہے **الحاصل** جو شخص یہ بات جان لے کہ حق تعالےٰ نے پہلے پہل جب کتابت کو ایجاد فرمایا۔ سب سے پہلے نام پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے نام کے ساتھ لکھا۔ پھر اس کو اس قسم کی کسی بات میں شک نہ ہوگا۔ بلکہ یہ سمجھ جائے گا۔ کہ یہ چند مواقع کیا اگر سارا عالم نام آوری پر آنحضرتؐ کے گواہی دے۔ تو کوئی بڑی بات نہیں۔ فردوس دیلمی میں روایت ہے۔ اول شئی خط اللہ عزوجل فی الکتاب الاول انی انا اللہ لا الہ الا انا سبقت رحمتی غضبی فمن شہد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ فلہ الجنۃ (عبد اللہ بن عباس) یعنے روایت ہے عبد اللہ بن عباسؓ

سے کہ پہلی بات جو اللہ تعالیٰ نے پہلی کتاب میں لکھی یہ ہے کہ میں اللہ ہوں میرے
سوائے کوئی معبود نہیں میری رحمت میرے غصّہ سے بڑھی ہوئی ہے پھر
جو شخص گواہی دے کہ کوئی معبود اللہ کے سوا نہیں اور محمدؐ (صلی اللہ علیہ
وسلم) اس کے بندہ اور رسول ہیں اس کے واسطے جنّت ہے ۔ الحاصل
اِن تمام روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ جو قدر و منزلت اور خصوصیت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ کے نزدیک ہے ۔ اُس کا کچھ
شمار وحساب نہیں ۔ اب یہ معلوم نہیں کہ منشا اور سبب اس کا کیا ہے
کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف رسول ہی تھے ۔ تو اتنا کافی
تھا کہ مثل دوسرے رسولوں کے بعد ادا کرنے فرض منصبی یعنی تبلیغ رسالت
کے مستحق تحسین ہوتے ۔ اس کے کیا معنی کہ ہنوز عالم کا نام تک کسی زبان
پر نہیں آیا تھا کہ لسان غیب سے آپ کی نام آوری کے ہر طرف چرچے ہو رہے
ہیں ۔ آدم نے جب عدم سے آنکھ کھولی پہلے پہل جس چیز پر نظر پڑی آپ
ہی کا نام گرامی تھا جو خالق بے ہمتا کے ساتھ ساتھ ہر جگہ جلوہ گر تھا ۔ ہر
پتا گواہی دے رہا ہے کہ ان کی نظیر کا کہیں پتا نہیں اور ہر فرشتہ
ذکر میں آپ کے رطب اللسان اور بزبان حال نغمہ سرا ہے کہ (بعد از
خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر) ایک طرف انبیائے الو العزم نعت
گوئی میں مصروف ہیں ۔ کوئی آرزوِ امتی ہونے کی کر رہا ہے اور کوئی
ان کا توسل کر کے حق تعالےٰ سے مرادیں مانگ رہا ہے ۔ معلوم نہیں
کونسی جانفشانی آپ کی قبل وجود حق تعالےٰ کو ایسی پسند آگئی تھی ۔ کہ

اس قدر افزائی ہوئی۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر جانفشانی پر اس کا مدار رہوتا تو انبیائے سابق زیادہ تر مستحق ان مراتب کے تھے۔ معاذ اللہ یہاں عبودیت وعبادت کو کیا دخل۔ یہ ایک خاص فضیلت ہے جس کا وجود قبل تخلیق عالم ہو چکا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ اب اگر بالفرض کوئی تمام ملائک وجن وانس وغیرہ کی عبادت کر کے یہ توقع رکھے کہ ہم بھی ایسا رتبہ حاصل کر سکتے ہیں۔ تو کیا ممکن ہوگا نعوذ باللہ من ذلک یہ بھی ایک قسم کا جنون سمجھا جائے گا خالق عالم جل شانہ ازل سے ابد تک کی فضیلت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر چکا ازل کا حال تو کسی قدر معلوم ہوا ابد کا حال بھی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہوگا شمہ یہ ہے کہ جنت کی کنجیاں حضرتؐ ہی کے ہاتھ میں ہونگی اور سلطنت جنت کی حضرتؐ ہی کو مسلم ہے پھر یہ خیال کہ (کسی دوسرے کو بھی حضرت کی سی فضیلت حاصل ہو سکتی ہے) اس خدائی میں تو اس کا ظہور ممکن نہیں۔ کیونکہ یہاں تو انحصار ازل وابد کا ہو گیا۔ اب اس سے زیادہ اس خیال میں خامہ فرسائی کرنا کلمات کفر کی حکایت کرنا ہے کسی مسلمان کو طمع تو در کنار۔ خیال تک نہیں آسکتا کہ شرافت وفضیلت ذاتی میں حضرتؐ کے ساتھ کسی قسم کی تساوی ڈھونڈے (چہ نسبت خاک را با عالم پاک) اس تقریر سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ دوسرا شخص خاتم النبیین ہونا محال ہے۔ پھر بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ اگرچہ دوسرا خاتم النبیین ہونا محال وممتنع ہے۔ مگر یہ امتناع لغیرہ ہوگا نہ بالذات جس سے امکان ذاتی کی نفی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ امکان ذاتی اور امتناع لغیرہ میں کچھ

محال بودن خاتم النبیین شخص دیگر

منافات نہیں۔ سواس کا جواب یہ ہے کہ وصف خاتم النبیین خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ جو دوسرے پر صادق نہیں آسکتا۔ اور موضوع لہ اس لقب کا ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ عند الاطلاق کوئی دوسرا اس مفہوم میں شریک نہیں ہوسکتا۔ پس یہ مفہوم جزئی حقیقی ہے۔ اور کلیت مفہومی جو وضع سے قطع نظر کرنے میں معلوم ہوتی ہے بسبب وضع کے جاتی رہی۔ جیسا کہ عبداللہ جب کسی شخص کے لئے وضع کیا جاتا ہے۔ جزئی حقیقی ہوجاتا ہے اور مفہوم کلی اس لفظ کا اسکی جزئیت میں کچھ فرق نہیں لاتا۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو کہ یہ مثال بھی پورے طور پر یہاں تائید نہیں دیتی۔ اس لئے کہ عبداللہ عین وقت وضع میں برابر دوسروں پر کہا جاتا ہے۔ بخلاف لفظ خاتم النبیین کے جب سے واضع نے اس کو وضع کیا ہے کبھی دوسرے پر اس کا اطلاق کیا ہی نہیں اور نہ اطلاق اس کا سوائے ایک ذات کے دوسرے پر صحیح ہوسکتا ہے اس لئے کہ ختم انتہا کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ انتہا متجزی نہیں ہوسکتی تاکہ دو شخص اس صفت کے ساتھ متصف ہوں۔ پھر جب عقل نے بہ تبعیت نقل ایک ذات کے اتصاف کو مان لیا اس کے نزدیک محال ہوگیا کہ دوسری ذات اس صفت کے ساتھ متصف ہوسکے اور بحسب منطوق لازم الوثوق قولہ تعالیٰ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ کے جب ابدالآباد یہ لقب مختص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ٹھہرا۔ تو جزئیت اس مفہوم کی ابدالآباد کے لئے ہوگئی۔ کیونکہ یہ لقب قرآن شریف سے ثابت ہے جو بلا شک قدیم ہے الحاصل اس مفہوم کی

جزئیت میں کوئی شک نہیں۔ اور یہ بات عبداللہ میں نہیں۔ اب اس عجلے
کا قضیہ بنائیے کہ (غیرہ علیہ السلام خاتم النبیین بالامکان) با دقت تامل
ثابت ہو جائے گا کہ یہ قضیہ بحمل صحیح منعقد ہی نہیں ہو سکتا اس لیے کہ حمل
جزئی حقیقی کا کلی پر صحیح نہیں۔ اور اگر بنظر اہمال موضوع کے جزئی سمجھا جائے
پھر خواہ وہ معین ہو خواہ غیر معین غیر موضوع لہ محمول کا ہوگا۔ اور ابھی
معلوم ہوا کہ محمول جزئی حقیقی ہو تو اس کا حمل دوسری جزئی پر ہرگز نہیں
ہو سکتا۔ جیسا (زید عمرو) درست نہیں حمل اور زید کو سکے عدم جواز کی دوسری وجہ
یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خاصہ کا حمل غیر ذی الخاصہ پر درست نہیں۔ جیسے
الحمار کاتب) یا (غیر آدم علیہ السلام ابو البشر) یا (زید ابو زید) یعنے زید
اپنا آپ باپ ہے مثال آخری حمل لہ پر اس وجہ سے منطبق ہے کہ عمرو مثلاً
زید کا باپ ہے تو یہ صفت اس کا خاصہ ہوگی پھر یہ صفت اگر غیر عمرو پر
اطلاق کی جائے تو اس امر میں کہ موضوع غیر ذی الخاصہ ہے زید اور بکر
دونوں برابر ہوں گے پس اطلاق ابو زید خاصہ کا اگر بکر پر صحیح ہو تو چاہیئے
کہ اس کی جہت سے زید پر بھی صحیح ہو کیونکہ غیر ذی الخاصہ ہونے میں دونوں
برابر ہیں واللازم باطل فالملزوم مثلہ۔ اور قطع نظر اس کے یہ تو ظاہر ہے
کہ زید کا پدر حقیقی جب عمرو ہو تو یہ صفت دوسرے پر کیونکر صادق آسکے
الحاصل خاصہ ایک شے کا دوسرے پر صادق نہیں آسکتا۔ ورنہ وہ خاصہ
خاصہ نہ ہوگا وہو خلف۔ لِمِ اس کا یہ ہے کہ محمول کو چاہیئے کہ ذاتی موضوع کا
ہو یا عرضی۔ اور حمل وہی صادق آتا ہے جہاں مبدا محمول کا ذاتی موضوع کا ہو

جیسے الانسان ناطق) یا صفت منضمہ ہو جیسے زید کاتب یا ملتزعہ ہو خواہ
بالاضافت جیسے السماء فوقنا یا بلا اضافت جیسے الاربعۃ زوج پھر جب مبدأ
محمول کا خاصہ کسی دوسری چیز کا ہو تو غیر ذی الخاصہ کی نہ ذاتی ہو سکے گا۔ نہ
وصف منضمہ نہ منتزعہ۔ اس سبب سے خاصہ کا حمل غیر ذی الخاصہ پر صحیح نہیں
پس معلوم ہوا کہ خاتم النبیین کا حمل غیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صحیح
نہیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ نسبت حکمیہ وقت حمل پیدا ہوتی ہے پھر حمل ہی
نہیں تو نسبت حکمیہ کہاں اور جب نسبت ہی کا پتا نہ ہو تو جہت امکان
کیونکر ثابت ہو سکے۔ اس لئے کہ جہت تو نسبت کی کیفیت کا نام ہے۔ تو
ضرور ہوا کہ ثبوت کیفیت کے پہلے ثبوت نسبت ہو کیونکہ ثبوت الشی للشی
فرع ثبوت مثبت لہ ہے۔ یا یوں کہئے کہ ثبت العرش ثم انقش الحاصل اس سے
معلوم ہوا کہ قضیہ مذکورہ غلط ہے اور سنئے محمول قضیہ کا جو جزئی حقیقی ہے
اگر دوسری چیز پر حمل کیا جاوے تو سلب الشئے عن نفسہ لازم آئیگا۔ دیکھو
اس حمل کی نظیر بعینہ (زید عمرؒ) ہے سو جبتک زید سے زیدیت یا عمرو سے
عمرویت مسلوب نہ ہو عمرویت زید میں قایم نہیں ہو سکتی۔ اور ظاہر ہے۔ کہ
سلب الشئے عن نفسہ محال ہے۔ پھر یہ محال جو لازم آرہا ہے وقت حمل ہے
یعنی ہنوز نسبت ہی کا وجود نہیں ہوا کہ محال لازم آگیا تا بہ امکان چہ
رسد اور علی سبیل التنزل اگر مصادق بھی ہو تب بھی امکان کو محل نہ ملا۔
اس تقریر سے بھی یہی ثابت ہے کہ وہ قضیہ باطل ہے۔ کیونکہ مستلزم محال
محال ہوا کرتا ہے۔ اب اگر کہا جائے کہ یہ بھی منجملہ وجوہ امتناع لغیرہ ہے۔

سواس کا جواب یہ ہے کہ تقریر بالا سے امکان ذاتی کا وجود باطل ہو گیا
اگر اس بطلان کو بھی منجملہ وجوہ امتناع لغیرہ کے تصور کر لیں تو امتناع کا پلّہ
خوب ہی بھاری ہو جائیگا جس میں بطلان ذاتی یعنے امتناع ذاتی بھی شریک ہو گا۔
سو وہ دعویٰ امکان ذاتی کا کہاں رہا۔ اور اس دعویٰ کا ابطال اس تقریر سے
بھی ہو سکتا ہے کہ مفہوم خاتم النبیین کا اگرچہ کلی ہے مگر کلیت اس کی ایسی نہیں
جیسے انسان وغیرہ کی ہے اس لئے کہ انسان کے افراد کثیرہ ہوتے
ہیں کوئی قباحت لازم نہیں آتی بلکہ موجود ہیں۔ بخلاف خاتم النبیین کے کہ
اس کے معنی میں کثرت صادق آہی نہیں سکتی جیسے مرکز یا اول یا آخر یا مبدا۔
حال مرکز کا سنیئے کہ مرکز اس نقطہ کو کہتے ہیں کہ جتنے خطوط اس سے نکل کر
محیط تک پہنچیں سب آپس میں برابر ہوں۔ وہ خطوط نصف قطر دائرہ ہوں گے
جن کے ملتقیٰ کا نام مرکز ہے۔ پھر اگر ان خطوط کی ابتدا محیط دائرہ سے
لے جاوے۔ تو مرکز منتہیٰ ان خطوط کا ہو گا۔ اور اگر مرکز سے لے جائے
تو وہ مبدا ان کا ہو گا۔ بہر حال خواہ وہ مبدا ہو یا منتہیٰ مرکز ایک
نقطہ معین ہو گا۔ جس کا فرض کرنا ہر جگہ مثل اور نقطوں کے ممکن نہیں
اور اسی نقطہ میں یہ صفت قائم ہو گی۔ کہ مبدا یا منتہیٰ اُن تمام خطوط
کا ہے۔ جو نصف قطر دائرہ ہو سکیں۔ اب اگر سوائے اس نقطہ معینہ
کے دوسرا نقطہ فرض کریں اور کہیں کہ ممکن ہے کہ وہ بھی مرکز اس دائرہ
کا ہو۔ تو یہ فرض محال ہو گا اس لئے کہ وہ صفت مختصہ (یعنے منتہیٰ اُن خطوط
کا ہونا) دوسرے میں قائم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ دوسرا نقطہ اس

دائرہ میں جس جگہ فرض کیا جاوے اصلی مرکز سے ہٹکر ایک نصف قطر پر ہوگا۔ تو جملہ خطوط مذکورہ کا مبدا یا منتہیٰ ہونا تو درکنار خود اس خط کا مبدا یا منتہیٰ نہیں ہوسکتا جس پر وہ واقع ہے اس لئے کہ آخر وہ خط بھی نصف قطر ہے اور ہر نصف قطر کا مبدا مرکز حقیقی ہونا لازم ہے ورنہ خط نصف قطر نہ ہوگا الحاصل مصداق مرکز کا اگر دوسرا فرض کیا جاوے تو انسلاخ الشئے عن لوازمہ بل عن ذاتہ لازم آجائیگا اور یہ محال لذاتہ ہے۔ اب اس دائرہ کے کسی نقطہ میں صلاحیت اور امکان نہیں کہ مرکز اور منتہیٰ ان خطوط کا بن سکے۔ یہاں تک کہ اگر خود واضع اس دائرہ کا چاہے کہ کسی دوسرے نقطہ کو اس دائرہ کا مرکز قرار دے تو نہیں ہوسکتا کیونکہ کسی میں صلاحیت ہی نہیں ہاں وقت دائرہ کھینچنے کے ممکن تھا کہ جس نقطہ کو چاہتا مرکز بنا دیتا لیکن جب اس نقطہ کو معین کرچکا تو سب نقاط موجودہ وغیر موجودہ کو اس دائرہ کے مایوسی کلی حاصل ہوگئے کہ اب کوئی مرکز نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ مرکز کوئی شئے موجود فی الخارج نہیں وجود اس کا صرف علم میں ہے کیونکہ مرکز بھی ایک نقطہ ہے اور ماہیت نقطہ کی یہی ہے کہ طرف خط ہو اور ظاہر ہے کہ خود خط بالفعل موجود نہیں ورنہ ترکیب سطح کا خطوط سے لازم آئیگا جو باطل ہے پھر جب خط ہی کا وجود نہیں تو مرکز جو طرف اس کا ہے کہاں۔ مگر باوجود اس کے مرکز ایک معین شئے ہے اس لئے اس دائرہ یا کرہ پر اطلاق دائرہ کا جب ہی ہوگا۔ کہ نسبت محیط کی مرکز کے ساتھ ہر جہت میں برابر ہو اور اگر مرکز ہی نہ ہو جو احد المنتسبین ہے۔ تو نسبت کیسی۔ پھر جب سے کہ مرکز

معین ہوا وہ صفت مختصہ اس کی یعنے (منتہی جمیع خطوط مذکورہ کا ہونا) بھی اسپر صادق آرہی ہے۔ ہرچند یہ صفت بھی کلی ہے مگر کلیت اس کی بھی مثل کلیت مرکز کے ہے کہ قبل تعین مصداق کے علی سبیل البدلیت مصادیق اس کے بہت سے ہو سکتے ہیں اور جب مصداق معین ہوگیا اب احتمال کثرت کا جاتا رہا۔ پس یہ صفت اگرچہ کہ علم مرکز کا نہیں۔ مگر اختصاص میں اس درجہ کو پہنچی ہوئی ہے۔ کہ عند الاطلاق سوائے اس مرکز کے جو جزئی حقیقی ہے دوسرے کے طرف ذہن منتقل ہو ہی نہیں سکتا اسی طرح خاتم النبیین کا مفہوم کہ عند الاطلاق سوائے اس ایک ذات خاص کے دوسرا کوئی متبادر نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ بعد تعین مصداق کے مرکز اور مبدا اور منتہا میں کثرت نہیں آسکتی۔ اسی طرح اول و آخر سلسلہ کا مبدا اور منتہی ہوگا وہاں بھی اس قسم کی تقریر جاری ہوگی۔ چونکہ خاتم النبیین کے معنی بھی منتہائے نبیین ہے۔ اس سبب سے یہ بھی اس قسم کی کلی ہوگی۔ کہ بعد تعین مصداق کے جزئی حقیقی ہوجائے اور سوائے ایک ذات کے دوسرے پر صادق نہ آسکے۔ ہاں کلیت اس کی قبل تعین مصداق متحقق ہے۔ کہ علی سبیل البدلیت بہت افراد پر صادق آسکتی تھی جیسے مرکز مثال مذکورہ میں۔ اب یہ دیکھا جائے کہ مصداق اس کا کب سے معین ہوا سو ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ابتدائے عالم امکان سے جس قسم کا وجود فرض کیا جائے ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت مختصہ کے ساتھ متصف ہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ اپنے کلام قدیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرما چکا ہے۔

اب کونسا ایسا زمانہ نکل سکے گا۔ کہ صفت علم و کلام باری تعالیٰ پر مقدم ہو۔ پھر تعین ذات خاصہ اور اتصاف اس صفت محققہ کے لئے وجود خارجی شرط نہیں جیسے مرکز میں ابھی معلوم ہوا۔ اور قطع نظر اس کے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور جس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔ کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین یعنی ہنوز آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ میں تھے اور میں نبی تھا اب ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازل سے متصف اس صفت خاصہ کے ساتھ ہیں اور جو جو تقلبات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عالم میں ہوئے ہیں اسکو ہم ایسے سمجھتے ہیں جیسے لڑکپن جوانی وغیرہ کہ ذات ہر وقت میں محفوظ ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ امام سیوطیؒ نے مسالک الحنفا میں نقل کیا ہے وقد قال ابن عباسؓ فی تاویل قول اللہ وتقلبک فی الساجدین ای تقلبک من اصلاب طاہرۃ من اب بعد اب الی ان جعلک نبیاً اسی مضمون کو حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے نظم میں لکھا ہے تنقل احمد نور عظیم ٭ تلالا فی جبین الساجدینا ٭ تقلب فیہم قرنا فقرنا ٭ الی ان جاء خیر المرسلینا ٭ ذکرہ الامام السیوطیؒ فی مسالک الحنفا اور حافظ العصر ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے ٭ نبی الہدیٰ المختار من آل ہاشم ٭ فعن فخرہم فلیقصر المتطاول ٭ تنقل فی اصلاب قوم تشرفوا ٭ بہ مثل ما للبدر تلک المنازل ٭ ذکرہ السیوطیؒ فی المقامات السندسیہ اس سے بھی معلوم ہوا کہ عالم شہادت کے پہلے بھی ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محفوظ تھی کیونکہ تقلب صفت ہے اور تمام اور قیام صفت کا

بغیر ذات موصوف کے محال ہے اس عالم میں تشریف فرما ہونے کے پیشتر
آدم علیہ السلام سے پہلے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے جو کنت
نبیا اور اوّل ما خلق اللہ نوری سے معلوم ہوا در بعد آدم علیہ السلام کے بھی
وجود تقلبک فی الساجدین سے معلوم ہوا الحاصل وجود جزئی حضرت کا ثابت
ہے اگرچہ اطوار وجود مختلف ہوں اور حالت جزئیت میں اتصاف اس
صفت کے ساتھ بھی موجود رہا پھر خاتم النبیین کے جزئی حقیقی ہونے میں کیا
کلام اگر کہا جاوے کہ اس تقریر سے خاتم النبیین مثل دوسرے اعلام کے
ایک علم ہو جائیگا تو اسمیں فضیلت ہی کیا ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے علم
کی حقیقت معلوم کر لیجیے کہ ہر جماعت انسان اپنے ما فی الضمیر ظاہر کرنے میں
محتاج اس امر کی ہے کہ ہر چیز کے مقابلہ میں ایک لفظ مقرر کرے تا جو
شخص اس وضع سے واقف ہو وہ لفظ سنتے ہی سمجھ جائے کہ مقصود متکلم کا
یہ ہے اب اس وضع کے وقت یہ ضرور نہیں کہ اس لفظ میں کوئی معنے وصفی ہوں
بلکہ حروف تہجی سے چند حروف لے کر جو لفظ ترکیب دے دیا جائے وہی علم
ہو جائیگا اور اگر کوئی لفظ معنی دار علم ہو تو معنے سابق اس میں نہیں ہوتے
اس سے معلوم ہوا کہ تقرر علم کا صرف اسی واسطے ہے کہ اس کے کہنے سے ذات
معینہ معلوم ہو جائے بخلاف صفت کے کہ سوائے ذات کے ایک دوسرے
معنی پر بھی اس سے دلالت ہوتی ہے۔ مثلاً عالم کہ اس سے ذات مع
صفت علم سمجھی جاتی ہے اور صفت کا مبدا اس ذات میں موجود ہوگا
اور علم میں یہ بات نہیں اب دیکھئے کہ صفت ختم نبوّت کی آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں ازل سے قائم ہے جیسے ابھی مذکور ہُوا مگر صفت مختصہ ہونے کی وجہ سے انحصار اس ذات مبارک میں ہے اس انحصار سے یہ لازم نہیں آتا کہ لفظ خاتم النبیین علم ہو جائے کیونکہ یہ لفظ ذات مع الصفت پر دلالت کرتا ہے نہ صرف ذات پر الحاصل صفت خاتمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ازلاً و ابداً مسلم ہو گئی اب کسی دُوسرے کا اتصاف اس صفت مختصہ کے ساتھ محال ہے جیسے کہ سوائے نقطہ مخصوصہ کے متصف بصفت مرکزیت ہونا کسی دوسرے نقطہ کا دائرہ خاص میں محال ہے۔ اب ہم ذرا ان صاحبون سے پوچھتے ہیں۔ کہ اب وہ خیالات کہاں ہیں جو کل بدعۃ ضلالۃ پڑھ پڑھ کے ایک عالم کو دوزخ میں لے جا رہے تھے۔ کیا اس قسم کی بحث فلسفی بھی کہیں قرآن و حدیث میں وارد ہے۔ یا قرون ثلثہ میں کسی نے کی تھی۔ پھر ایسی بدعت قبیحہ کے مرتکب ہو کر بحسب واقع کیا استحقاق پیدا کیا۔ اور اس مسئلہ میں جبتک بحث ہوتی رہے گی۔ اس کا گناہ کس کی گردن پر۔ دیکھئے حدیث شریف میں وارد ہے۔ فی المشکوٰۃ وعن جریرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بہا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارھم شیئ الحدیث رواہ مسلم یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اسلام میں بُرا طریقہ نکالے۔ تو علاوہ اس جرم ارتکاب کے جتنے لوگ اس کے بعد اس پر عمل کرتے ہیں سب کا گناہ اس کے ذمہ ہو گا۔ اور ان کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہو گی۔

روایت کیا اس کو مسلم نے انتہےٰ بھلا جس طرح حق تعالیٰ کے نزدیک صرف
آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خاتم النبیین ہیں ۔ ویسا ہی اگر آپ کے
نزدیک بھی رہتے تو اس میں کیا نقصان تھا ۔ کیا اس میں بھی کوئی شرک و
بدعت رکھی تھی جو شاخ شاخسانے نکالے گئے ۔ یہ تو بتلائیے کہ ہمارے حضرتؐ
نے آپ کے حق میں ایسی کونسی بدسلوکی کی تھی جو اس کا بدلہ ایسے طور پر
کیا جا رہا ہے کہ فضیلت خاصہ کا مسلم ہونا مطلقاً ناگوار ہے ۔ یہانتک
کہ جب دیکھا کہ خود حق تعالےٰ فرما رہا ہے کہ آپ سب نبیوں کے خاتم
ہیں ۔ کمال تشویش ہوئی کہ ہائے فضیلت مختصہ ثابت ہوئی جاتی ہے
جب اس کے ابطال کا کوئی ذریعہ دین اسلام میں نہ ملا فلاسفہ معاندین
کی طرف رجوع کیا ۔ اور امکان ذاتی کی شمشیر دودم ان سے لیکر میدان میں
آکھڑے ہوئے ۔ افسوس ہے اس دُھن میں یہ بھی نہ سوچا کہ معتقدین
سادہ کو انتظار اس خاتم فرضی کا کس قدر کنویں جھکائیگا یقلدین سادہ کے
دلوں پر اس تقریر معقولی کا اتنا تو ضرور اثر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خاتمیت میں کسی قدر شک پڑ گیا گو دقایق معقولی کو نہ سمجھے ہوں ۔
چنانچہ بعض اتباع نے اسی بنا پر الف ولام خاتم النبیین سے یہ بات بنائی کہ
حضرتؐ اُن نبیوں کے خاتم ہیں جو گزر چکے جس کا مطلب یہ ہوا کہ آیندہ
جو انبیا پیدا ہوں گے اُن کا خاتم کوئی اور ہوگا ۔ معاذ اللہ اس تقریر نے
کہانتک پہنچا دیا کہ قرآن کا انکار ہونے لگا ۔ ذرا سوچیے تو کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے رُو برو خاتم النبیین ہونے میں یہ احتمالات نکالے

جاتے تو کس قدر حضرتؐ پر شاق ہوتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے صرف توراۃ کے مطالعہ کا ارادہ کیا تھا اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کیسی متغیر ہو گئی۔ کہ چہرۂ مبارک سے آثار غضب پیدا تھے اور باوجود اس خلق عظیم کے ایسے صحابیؓ جلیل القدر پر کیسا عتاب فرمایا کہ جس کا بیان نہیں۔ جو لوگ مذاق تقرب و اخلاص سے واقف ہیں اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ پھر یہ فرمایا کہ اگر خود موسیٰؑ میری نبوت کا زمانہ پاتے تو سوائے میری اتباع کے ان سے کچھ نہ بن پڑتی۔ دیکھ لیجئے وہ روایت مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن جابرؓ ان عمرؓ بن الخطابؓ اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنسخۃ من التوراۃ فقال یا رسولؐ اللہ ہذہ نسخۃ من التوراۃ فسکت فجعل یقرا ووجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتغیر فقال ابوبکرؓ ثکلتک الثواکل ما تری ما بوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنظر عمر الی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ و غضب رسولہ رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمدؐ نبیا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمدؐ بیدہٖ لو بدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ و ترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل و لو کان موسیٰؑ حیا و ادرک نبوتی لاتبعنی رواہ الدارمی یعنے روایت ہے جابرؓ سے کہ ایک بار عمرؓ نے تورات کا نسخہ لا کر عرض کی یا رسولؐ اللہ یہ تورات کا نسخہ ہے۔ حضرتؐ خاموش ہو گئے وہ لگے پڑھنے ادھر چہرۂ مبارک متغیر ہونے لگا۔ ابوبکرؓ نے یہ دیکھ کہا اے عمرؓ تم تباہ ہو گئے کیا چہرۂ مبارک کو نہیں دیکھتے۔ عمرؓ یہ دیکھتے ہی کہنے لگے میں پناہ مانگتا ہوں خدا و رسولؐ کے غضب سے

ہم راضی ہیں اپنے پروردگار اور دین اسلام اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسیٰؑ تم میں ظاہر ہوتے اور تم لوگ مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرتے تو ضرور گمراہ ہوجاتے۔ اگر موسیٰؑ اس وقت زندہ ہوتے اور میری نبوت کے زمانہ کو پاتے تو میری ہی اطاعت کرتے اور روایت احمد و بیہقی میں وما وسعہ الا اتباعی ہے یعنی سوائے میری اتباعؑ کے ان سے کچھ بن نہ پڑتی اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کے سے صحابی با اخلاص کی صرف اتنی حرکت اس قدر ناگوار طبع غیور ہوئی تو کسی زید وعمرو کی اس تقریر سے جو خود خاتمیت ہیں تشک ڈال دیتی ہے۔ کیسی اذیت پہنچتی ہوگی۔ کیا یہ ایذارسانی خالی جائیگی ہرگز نہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۔ **ترجمہ** جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور اللہ کے رسول کو لعنت کریگا ان کو اللہ دنیا اور آخرت میں اور مہیا کر رکھا ہے ان کے واسطے ذلت کا عذاب انتہیٰ نسال اللہ تعالیٰ توفیق الادب وہو ولی التوفیق۔

ہے درود پاک بھی ذکر شہ عالی مقام بھیجتا ہے خود درود اس فخر عالم پر سلام	۶	ہر طرح سے جسکا خالق کو ہے منظور احترام اور فرشتے دائماً مشغول ہیں جسمیں تمام
	کیسی طاعت ہوگی وہ جسمیں ہو خود حق بھی شریک ہے جو طاعت سب سے بری جس کا نہیں کوئی شریک	

قولہ ہے درود پاک بھی ذکر شہ عالی مقام؛ تیسری تسدیس میں معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کو ایسی کچھ رفعت دی ہے کہ کسی کو وہ بات نصیب نہیں اور اسی وجہ سے نام مبارک ہر جگہ آسمانوں وغیرہ میں لکھا ہوا ہے جس کا بیان تسدیس رابع میں گزرا۔ منشا اسکا یہ ہے کہ بحسب حدیث شریف من احب شیئاً اکثر ذکرہ حبیب کا ذکر جس قدر ہو اچھا معلوم ہوتا ہے عام اس سے کہ خود کریں یا کوئی دوسرا۔ پھر جو سخن شناس اس نکتہ سے واقف ہیں۔ ظاہر ہے کہ اپنے خالق کی رضاجوئی کے واسطے خود اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بکثرت کریں گے ان کے لئے کوئی ترغیب کی ضرورت نہیں۔ باقی رہے وہ لوگ کہ جبتک کسی کام میں کوئی نفع خاص نہیں دیکھ لیتے اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کے لئے اقسام کی ترغیبیں دی گئیں۔ پھر ان میں بھی دو قسم کے لوگ ہیں۔ بعضوں کا میلان نفع دنیوی کے طرف زیادہ ہوتا ہے اور بعضوں کا نفع اخروی کے طرف ہر ایک کو اس کی خواہش کے مطابق وعدے دئے گئے۔ چنانچہ صنف اوّل کے لئے ارشاد ہوتا ہے۔ کہ بدولت اس ذکر خاص کے فقر دفع ہوتا ہے۔ رزق کشادہ ہوتا ہے۔ بلکہ کل اُمور کے لئے اسمیں کفایت ہے اور کوئی فکر باقی نہیں رہتا۔ جو لوگ کثرت ثواب کے طالب۔ اور نفع اخروی پر راغب ہیں۔ ان کی رعایت سے ارشاد ہے کہ ثواب اس ذکر خاص کا پہاڑوں برابر صدقہ دینے کے اور کئی غلام آزاد کرنے کے مساوی ہے اور جہاد سے بڑھ کر بلکہ تمام روئے زمین کے لوگ جتنا عمل کریں سب کے برابر۔ اور حق تعالے کے پاس سب عملوں سے زیادہ اس کی فضیلت ہے اس کے سبب سے ہزار ہا

نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ ہزارہا گناہ مٹائے جاتے ہیں۔ درجے بلند کیئے جاتے ہیں۔ ذاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرنے کے پیشتر اپنا مقام جنت میں دیکھ لیگا روز قیامت عرش کے سایہ میں رہ کر ہول و وحشت سے وہاں کے نجات پائیگا۔ شفاعت اور قربت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کو نصیب ہوگی۔ سب کام آخرت کے اس پر آسان ہوں گے۔ حق تعالے کے غضب سے امن پائیگا اور برعایت ان لوگوں کے جو طالب رضائے حق ہیں۔ ارشاد ہے۔ کہ اس سے دل ظاہر ہوتے ہیں۔ حق تعالی کی رضامندی حاصل ہوتی ہے فرشتے اس شخص کے حق میں دعائے مغفرت کیا کرتے ہیں اور خود حق تعالے آمین فرماتا ہے۔ پھر عموماً اہل ایمان کی ترغیب کے واسطے حق تعالی فرماتا ہے کہ میں بذات خود مع تمامی ملایک کے ذکر خیر آنحضرتؐ کا کیا کرتا ہوں۔ علی ہذا القیاس اس کے سوائے اور بہت سی ترغیبیں دی گئیں۔ پھر اگر اسپر بھی کوئی نہ مانے۔ تو سزا اس کی یہ ہوئی کہ نہ طہارت اسکی پوری ہو نہ نماز اور نہ دعا قبول ہو اور وہ شقی جنت کی راہ سے بھٹک کر داخل دوزخ ہوگا۔ **الحاصل** جس طرح حق تعالی نے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ فرمایا رفع ذکر کے ذریعے بھی ویسے ہی قائم کئے تا قطع نظر ان طرق رفع ذکر کے جو مذکور ہوئے ہر مسلمان بھی طوعاً و کرہاً ذکر خیر میں مصروف رہے۔ پھر وہ ذکر جس کے واسطے وعدے وعید ہیں ایسا نہیں ہے کہ صرف نام مبارک کی تکرار ہوا کرے کیونکہ اس میں بے ادبی ہے بلکہ خود حق تعالی نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلی نام سے یاد نہ فرمایا بلکہ جب کبھی خطاب کیا یا یاد فرمایا کسی نہ کسی صفت کیساتھ ذکر کیا جیسے یا ایہا الرسول

اور یاایہا النبی - وما اتاکم الرسول وغیرہ - مگر ایک دو جائے جہاں بالکل تعیین مقصود تھی صفت کے ساتھ نام کو ذکر فرمایا - بخلاف دوسرے انبیا کے ہر جگہ ان کے نام کی تصریح فرمائی اور خطاب بھی اصلی نام کے ساتھ کیا - جیسا قلنا یا آدم اسکن وناد یناہ ان یا ابراہیم - اور یا موسی اقبل وغیرہ - الغرض ذکر شریف ہو یا نہ ہو کے لئے ایک خاص وضع مقرر کی گئی جو مقتضائے ادب ہے - پھر جو شخص اس وضع کی پابندی کے ساتھ ذکر موصوف کیا کرے وہی مستحق ان وعدوں کا ہوگا - اور وہ وضع بعینہ دعا کی سی ہے جس میں توجہ اللہ تعالے کے طرف ہو اور معلوم ہے کہ دعا کو خضوع وخشوع ضرور چاہیئے - پھر اس کے چند صیغہ مقرر کئے گئے - اور ہر صیغہ میں جُدی تاثیر رکھی گئی - پھر ان صیغوں کو ایک خاص قسم کی شرافت عطا ہوئی اور وہ نام سرفراز ہوا جو خاص معبود حقیقی کی عبادت کا نام ہے - یعنے صلوۃ - پس معلوم ہوا کہ صلوۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قسم کے ذکر کا نام ہے **نکتہ** تسدیس سابق میں یہ بات ثابت ہوئی - کہ جب حق تعالیٰ کا ذکر ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی ہوتا ہے کما قال اللہ تعالے اذا ذکرتُ ذکرتَ معی اور یہاں معلوم ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو حق تعالیٰ ذکر بھی لازم ہے اس تلازم طرفین نکتہ سنجان رمز شناس مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی کے معنی بخوبی سمجھ سکتے ہیں - امر وجدانی بیان کے قابل نہیں **قولہ** ہر طرح سے جس کا ہے - خالق کو منظور اہتمام ۔ ابھی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو منظور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک بکثرت ہوا کرے اس لئے تمام مسلمانوں کو درود شریف

ضرورت اہتمام درود شریف

پڑھنے کا امر فرمایا اور کس خوبی کے ساتھ کہ میں خود اس کام میں مشغول ہوں اور تمام ملائک بھی اے مسلمانو تم کو بھی چاہیئے کہ اس کام میں مصروف رہو مطلب یہ کہ جب خود خدائے تعالیٰ اور تمام ملائک تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ دُرود بھیجا کریں تو تم کو چاہیئے کہ بطریق اولیٰ اس میں دل دہی اور جانفشانی کرو نہ یہ کہ ایک دو بار پر اکتفا کرلو۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو جو احسان امتیوں پر ہیں اظہر من الشمس ہیں اگر فکر ہے تو ہماری بخشایش کا ہے۔ اگر دعا ہے تو ہماری بخشایش کی ہے ہمیشہ ہماری بھلائی کی ہی فکر میں گزاری۔ اگر امتیوں کو کچھ ارشاد ہوتا ہے تو یہی مقصود ہے کہ ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے دنیا و آخرت میں قہر الٰہی سے محفوظ رہ کر فوائد دارین حاصل کریں۔ اور اگر حق تعالےٰ کے ساتھ گفت و شنود ہے تو اسی بارہ میں کہ کسی نہ کسی طرح سے راستہ ان کی نجات کا نکلے اور پروردگار ان سے راضی ہو جائے باوجودیکہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ وغیرہ آیتوں سے تسکینیں دی گئیں۔ مگر خدا جانے فرط محبت امت نے کیا کیا خیالات پیش کر دئے تھے کہ ہر وقت خلوت و جلوت میں حالت نزع تک امت ہی کا خیال اور اسی کی بخشایش کا حق تعالیٰ سے سوال و جواب رہا۔ اب ایسا کون کمبخت ہو جو ایسے محسن کے احسانوں کو بھول جائے۔ مقتضائے انسانیت تو یہ ہے کہ بمصداق الانسان عبید الاحسان کے ساری عمر شکر گزاری میں بسر کریں۔ اور یہ صرف مقتضائے انسانیت ہی نہیں شریعت بھی یہی کہہ رہی ہے کہ جس نے اپنے محسن کی شکر گزاری نہ کی۔ خدا کا

شکر بھی نہ کیا چنانچہ ارشاد ہے عن ابی ہریرہ رضؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال

من لایشکر الناس لایشکر اللہ رواہ الترمذی کذا فی تجرید الاصول یعنے فرمایا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے اپنے محسن کا شکر نہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ
کا بھی شکر نہ کیا انتھے۔ اُن احسانوں کا شکر تو کسی سے کیا ہوسکتا ہے اتنا تو
ہو کہ ذکرِ خیر میں حضرتؐ کے رطب اللسان رہیں۔ بڑی شرم کی بات ہے۔ کہ
خدائے تعالیٰ اور فرشتے تو ذکرِ خیر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رہیں اور
باوجود احسانوں کے ہم سے یہ بھی نہ ہو سکے۔ میرے خیال میں نہیں آتا کہ کوئی
شخص اُمتی ہونے کا دعویٰ کرے اور پھر حضرتؐ کے ذکرِ خیر سے اس کو انکار ہو۔
الغرض جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن مدارج سے واقف ہو جیکا
اہتمام ازل سے ہو رہا ہے اور یہ جان لے کہ باوجود اس رفعت شان کے ہمہ
تن ہماری خیر خواہی کی طرف متوجہ ہیں تو پھر یہ نہ ہو سکیگا کہ ذکرِ خیر میں حضرتؐ
کے کوتاہی کرے یا منتظر حکم جابجا رہے اسی وجہ سے حق تعالےٰ نے پہلے
ہی سے اہتمام اس امر کا فرمادیا کہ جب عشاق حضرتؐ پر درود پڑھیں۔
(جو ایک قسم کا وہ بھی ذکرِ خیر ہے) تو چاہئیے کہ شکریہ اس کا بھی عالم غیب سے
ہوا کرے۔ چنانچہ جب سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرمائے خلق ہوئے
ہیں۔ ایک فرشتہ خاص اسی کام پر مقرر ہے کہ جب کوئی حضرتؐ پر درود
پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ گویا شکریہ میں اس کے کہتا ہے کہ تجھ پر بھی حق تعالےٰ

رحمت کرے چنانچہ کنز العمال میں روایت ہے عن ابی طلحۃ الانصاری

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی جبرئیل فقال یا محمدؐ من صلی علیک

من امتک صلوٰۃ کتب اللہ لہ بہا عشر حسنات ومحا عنہ عشر سئیات ورفع بہا

عشر درجات وقال لہ الملک مثل ما قال لک قلت یا جبرئیل وما ذاک الملک

قال ان اللہ تعالیٰ وکل لک ملکا من لدن خلقک وفی روایتہ منذ خلقک

الی ان یبعثک لا یصلی علیک احد من امتک الا قال وانت صلی اللہ علیک

رواہ الطبرانی والو الفرج ابن الجوزی فی کتاب الوفا مع زیادۃ یعنے فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبرئیلؑ نے میرے پاس آکر کہا کہ اے محمدؐ
(صلی اللہ علیہ وسلم) جو امتی آپ کا آپ پر درود پڑھے تو حق تعالیٰ اس
کے بدلے دس نیکیاں لکھتا ہے دس گناہ مٹاتا ہے دس درجہ بڑھاتا ہے
اور فرشتہ اس کے حق میں وہی کہتا ہے جو وہ آپ کے لئے کہتا ہے۔ کہا
میں نے اے جبرئیلؑ فرشتہ کیسا کہا کہ حق تعالےٰ نے جب سے آپؐ کو پیدا
کیا ہے ایک فرشتہ قیامت تک متعین ہے اس غرض سے کہ جو آپ کا امتی
آپ پر درود پڑھے تو وہ فرشتہ کہتا ہے (وانت صلی اللہ علیک) یعنے
تجھ پر بھی خدا رحمت کرے روایت کیا اس کو طبرانی نے اور ابن جوزی نے
کتاب الوفا میں مع زیادتی کے انتہیٰ ذکر کیا اس حدیث کو کنز العمال اور
مسالک الحنفا اور وسیلتہ العظمیٰ میں۔ فتوحات ربانیہ شرح اذکار نوویہ
میں شیخ محمد بن علی نے حافظ ابو ذر ہروی کا قول نقل کیا ہے کہ درود شریف کا
حکم سنہ ۲ھ دو ہجری میں نازل ہوا بعض کہتے ہیں مہینہ شعبان کا تھا اسی واسطے
شعبان کو شہر صلوٰۃ کہتے ہیں انتہیٰ اب دیکھئے کہ درود شریف پڑھنے کا حکم
سنہ ۲ھ سے ہوا اور فرشتہ موصوف پہلے ہی سے مقرر کیا گیا ہے کس قدر

اہتمام درود شریف کا اس سے ظاہر ہے اور یہ بھی اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ حکم سے پہلے درود شریف پڑھنے والے بھی موجود ہوں گے سوائے اس کے
اور دو فرشتے خاص اس کام پر مقرر ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
ذکر کسی کے روبرو ہو اور وہ درود پڑھے تو وہ فرشتے اس کے واسطے مغفرت
کی دعا کیا کریں۔ جیسا کہ وسیلۃ العظمیٰ میں ہے عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ وکل لی ملکین لا ذکر عند عبد مسلم فیصلی
علیّ الا قال ذانک الملکان غفر اللہ لک وقال اللہ و ملئکتہ جوابا لذینک
الملکین آمین ولا اذکر عند عبد مسلم فلا یصلے علیّ الا قال ذانک الملکان
لاغفر اللہ لک وقال اللہ و ملائکتہ جوابا لذینک الملکین آمین۔ رواہ
الطبرانی وابن مردویہ۔ **ترجمہ** روایت ہے حسن بن علی رضی اللہ عنہما
سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مقرر کئے حق تعالےٰ نے میرے لئے
دو فرشتے کہ جب کسی بندہ مسلمان کے آگے میرا ذکر کیا جاتا ہے اور وہ مجھ پر
درود پڑھتا ہے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں۔ غفر اللہ لک یعنی بخش دے
اللہ تعالیٰ تجھ کو پھر خود حق تعالیٰ اور دوسرے فرشتے جواب میں ان کے
آمین کہتے ہیں اور جس نے میرا ذکر سن کر درود نہ پڑھا تو وہ دونوں فرشتے
کہتے ہیں نہ بخشے تجھ کو اللہ تعالیٰ اور آمین فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اور دوسرے
فرشتے ان کے جواب میں انتہیٰ۔ اور اسی مضمون کی یہ بھی روایت ہے۔
دیروی انہ قیل لہ یا رسول اللہ ارایت قول اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ
یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

فقال علیہ السلام ہذا من العلم المکنون ولولا انکم سالتمونی عنہ ما اخبرتکم بہ ان اللہ
سبحانہ وتعالیٰ وکل لی ملکین فلا اذکر عند مسلم فیصلی علیّ الا قال ذانک الملکان
غفر اللہ لک وقال اللہ وملئکتہ جوابا لذینک الملکین آمین والا اذکر عند عبد مسلم
فلم یصل علی الا قال ذانک الملکان لا غفر اللہ لک وقال اللہ عز وجل وملئکتہ
جوابا لذینک الملکین آمین کذا فی تفسیر القرطبیؒ وقال ابن حجر فی الدر المنضود
اخرجہ الطبرانی وابن مردویہ والثعلبی وغیرہم بسند فیہ متروک **ترجمہ**
روایت ہے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ حق تعالےٰ جو فرماتا ہے۔
اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ الآیہ کیا بات ہے فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایک علم پوشیدہ ہے اگر تم نہ پوچھتے، تو
نہ خبر دیتا میں تم کو اس سے اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے میرے لئے مقرر فرمائے
ہیں۔ کہ جب کسی مسلمان کے آگے میرا ذکر ہوتا ہے اور وہ مجھ پر درود
پڑھتا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں غفر اللہ لک اور حق تعالےٰ اور اس کے فرشتے
ان کے جواب میں آمین کہتے ہیں۔ اور جس نے میرا نام سُنا۔ اور درُود
نہ پڑھا تو وہ دونوں کہتے ہیں نہ بخشے خدائے تعالےٰ تجھ کو اور ویسا
ہی جواب میں آمین ارشاد ہوتا ہے انتہےٰ زہے طالع ان لوگوں کے
کہ جس کی خاص دُعا کے واسطے فرشتے مقرر ہیں اور خود حق تعالےٰ اور
تمام فرشتے آمین کہتے ہیں۔ یہ صرف طفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خیر خواہی کا ہے ورنہ شان کبریائی کہاں اور یہ لفظ کہاں۔ اگرچہ یقین ہے
کہ معنے اس لفظ کے کچھ اور ہیں۔ مگر اس لفظ کو استعمال تو فرمایا۔ سبحان اللہ

بطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتیوں کو کیا کیا رُتبے مل رہے ہیں۔
کہ جس کا بیان ہو نہیں سکتا۔ مگر یہ بھی معلوم رہے کہ فقط اُمّتی ہونا کافی نہیں
مدار اس کا صرف اسی بات پر ہے کہ حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
معاملہ ٹھیک رہے ورنہ رُتبے کیسے۔ ایمان کا پتا لگنا دُشوار ہے حدیث

لا یؤمن احدکم حتّٰی اکون احب الیہ من نفسک کو دیکھ لیجئے۔ کہ کیا کہہ
رہی ہے۔ کلام اس میں تھا کہ حق تعالےٰ نے خاص اس کام کے لئے دو فرشتے
معین کئے ہیں کہ درود پڑھنے والوں کے حق میں دعائے خیر کیا کریں اب
ان فرشتوں کی عظمت کو سوچئے کہ کل روئے زمین کے مسلمان جب کبھی
درود پڑھیں وہ سُن لیتے ہیں اور ہر ایک کا جواب فوراً ادا کرتے ہیں۔
اگر درود کی خبر ان کو پہنچنا دشوار سمجھا جائے۔ تو چاہیئے کہ جسم ان کا اتنا
بڑا ہو کہ کل آبادیوں کو گھیرے اور جسم بڑا بھی ہوا تو کیا صرف دو کان کفایت
کریں گے ہر شخص کے پاس ایک کان لگا رہنا ضرور ہو گا۔ اوّل تو صرف
دُور کی آواز سننا ہی دُشوار تھا۔ علاوہ اس کے ہر ایک کو فوراً جواب
دینا دُوسری مشکل ہے۔ اب اگر حدیث کا بالکل انکار کر لیا جاوے اس
خیال سے کہ سمجھ میں نہیں آتی تو اکابر محدثین پر الزام آجائے گا جنہوں نے
اس کو روایت کیا ہے اور اگر کسی محدث نے اس کو حدیث متروک کہا جب
بھی خلاصی نہیں۔ کیونکہ متروک کے معنے موضوع اور بنائی ہوئی نہیں۔
پھر جب موضوع نہ ہوئی تو بالکل اس کے مطلب کا انکار کر لینا جائز نہ ہوا بالفرض
اگر اس ایک حدیث سے انکار کر کے جان چھڑائی بھی تو کیا۔ عزرائیل ؑ

علیہ السّلام کے ہاتھ سے کہاں جا سکیں گے وہ تو مشرقی کو چھوڑیں نہ مغربی
کو سب کی خبر آن واحد میں برابر لیتے ہیں۔ کیا ان کے وجود کا بھی انکار کیا جائیگا
پھر جب عزرائیل علیہ السّلام کا وجود اس صفت کے ساتھ مان لیا جائے۔ تو
ان دو فرشتوں کے انکار سے کیا فائدہ ہوا اس قسم کے امور کا استبعاد
وانکار اکثر اسی وجہ سے ہوا کرتا ہے کہ جو صفت آدمی اپنی جنس یا محسوسات
میں نہیں پاتا اس کا سمجھنا دشوار ہوتا ہے اور جب سمجھ میں نہ آئے تو اس کا
انکار کر بیٹھتا ہے۔ پھر لبسا وقت اسی انکار کی وجہ سے نوبت کفر تک پہنچ
جاتی ہے نعوذ باللہ من ذالک نجات کا یہی طریقہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی قدرت
پر ایمان لائیں اور یہ سمجھ لیں کہ حق تعالیٰ جب کسی کو قدرت دیتا ہے۔ تو
اسے سب کچھ ہو سکتا ہے پھر اس کے خلاف میں عقل لگانا گمراہی ہے
مولانائے رُوم قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

دانا آنکو نیک بخت و محرم است ؎ زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم است
زیرکی بفروش و حیرانی بخر ؎ زیرکی ظنست و حیرانی نظر
عقل قربان کن بہ پیش مصطفےٰ ؎ حسبی اللہ گو و اللہ ہم کفےٰ
ہمچو کنعان سر ز کشتی در مکش ؎ کہ غرورش داد نفس زیرکش
خویش ابلہ کن تبع میرو سپس ؎ رستگی زین ابلہی یابی و بس
باچنیں تو سے چو پیش آری کتاب ؎ جان وحی آسمانی آرد عتاب
اکثر اہل الجنۃ البلہ اے پدر ؎ بہر این گفتست سلطان البشر
اندرین رہ ترک کن طاق و طرنب ؎ تا قلاوزت نہ جنبد تو مجنب

ہر کہ ادب بے سر بجنبد دُم بود	جنبشش چون جنبش کژدم بود

الحاصل دو فرشتے ایسے جلیل القدر حق تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں کہ ہر ایک کا درود برابر سنتے ہیں اور اس کے حق میں دعائے خیر کیا کرتے ہیں۔ اور بے انتہا فرشتے اس کام پر مقرر ہیں کہ جس قدر درود شریف پڑھا جاوے لکھ لیا کریں۔ چنانچہ امام سخاویؒ نے قول بدیع میں نقل کیا ہے وعن عقبۃ رضہ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للمساجد اوتادا جلساؤھم الملائکۃ ان غابوا فقدوھم وان مرضوا عادوھم وان راوھم رحبوا بھم وان طلبوا حاجۃ اعانوھم فاذا جلسوا حفت بھم الملئکۃ من لدن اقدامھم الی عنان السماء بایدیھم قراطیس الفضۃ واقلام الذھب یکتبون الصلوٰۃ علے النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث رواہ ابو القاسم ابن بشکوال و ذکرہ صاحب الدر المنظوم

ترجمہ روایت ہے عقبہ رضہ بن عامر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسجدوں میں اوتاد ہوا کرتے ہیں کہ جن کے ہمنشین فرشتے ہیں۔ جب وہ غائب ہوتے ہیں تو ڈھونڈتے ہیں ان کو فرشتے اور جب بیمار ہوتے ہیں تو ان کی عیادت کرتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں ان کو تو مرحبا کہتے ہیں اور اگر کوئی حاجت طلب کرتے ہیں۔ تو وہ مدد دیتے ہیں پھر جب بیٹھتے ہیں وہ لوگ تو گھیر لیتے ہیں ان کو فرشتے ان کے پاؤں سے آسمان تک ہاتھوں میں ان کے کاغذ چاندی کے ہوتے ہیں اور قلم سونے کے لکھتے ہیں وہ درود جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا جاتا ہے روایت کیا اس کو ابو القاسم ابن بشکوال نے اور ذکر کیا اس کو صاحب در منظوم نے انتہے

تقرر دو فرشتگان برائے کتابت درود شریف وغیرہ ۱۲

امام سخاویؒ نے ایک بزرگ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ آنکھیں بند کئے ہوئے درود شریف پڑھ رہے تھے۔ اس حالت میں ان کو محسوس ہو رہا تھا۔ کہ جو درود شریف وہ پڑھ رہے ہیں کوئی لکھنے والا اس کو کاغذ پر لکھ رہا ہے جب آنکھیں کھولیں تو وہ غائب ہو گیا اور سوا ان کے کئے فرشتے اس کام کے لئے خاص کئے گئے ہیں کہ جمعہ کے دن اور رات آسمانوں سے اتریں۔ اور جو لوگ درود پڑھیں لکھ لیا کریں جیسا حدیث شریف میں وارد ہے

ان للہ ملئکۃ خلقوا من النور لا یہبطون الا لیلۃ الجمعۃ بایدیہم قلام من ذہب

ودوی من فضۃ وقراطیس من نور لایکتبون الا الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

رواہ الدیلمی عن علیؓ ذکرہ فی الوسیلۃ العظمے وکنز العمال ترجمہ روایت ہے علی کرم اللہ وجہہ سے کہ کئے فرشتے نورانی حق تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں۔ جو صرف جمعہ کی رات اور دن میں آسمان سے اترتے ہیں ان کے ہاتھوں میں سونے کے قلم اور دواتیں چاندی کی اور کاغذ نور کے ہوتے ہیں کام ان کا صرف یہی ہے کہ جو درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے جاتے ہیں لکھ لیتے ہیں انتہٰے اور درود شریف پڑھنے سے بسا وقت فرشتے بہ کثرت آسمان سے اتر آتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے عن زید بن ثابتؓ قال غدونا یوما

مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی کنا مجمع طریق المدنیہ فاذا اعرابی اخذ بخطام

بعیرہ حتی وصل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن حولہ فقال السلام علیک ایہا النبی

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فرد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سلامہ وجاء رجل عقبہ فقال

یارسول اللہ ہذا اعرابی سرق البعیر لی فسمع النبی صلے اللہ علیہ وسلم

حنین البعیر فاقبل علیہ فقال انصرف عنہ فان البعیر یشہد علیک انک کاذب
فانصرف ثم اقبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الاعرابی فقال ای شئی قلت حین
جئتنی قال قلت بابی وامی اللہم صل علی محمد حتی لا تبقی صلوۃ اللہم بارک علی محمد
حتی لا تبقی برکۃ اللہم صل وسلم علی محمد حتی لا تبقی سلام اللہم صل وارحم محمدا حتی لا تبقی
رحمۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ابدا ہالی والبعیر ینطق بعذرہ وان للائکۃ
قد سدوا افق السماء رواہ الطبرانی کذا فی الوسیلۃ العظمی ترجمہ

روایت ہے زید بن ثابتؓ سے کہ ایک روز صبح کے وقت ہم آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ جب ہم مدینہ منورہ کے چوراہہ میں
پہنچے دیکھا کہ ایک اعرابی اپنے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے چلا آرہا
ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آکر اس طرح سلام کیا السلام علیک ایہا
النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضرتؐ نے اس کا جواب دیا ساتھ ہی ایک دوسرے شخص نے
پہنچکر کہا یا رسول اللہ یہ اعرابی میرا اونٹ چرا لایا ہے اونٹ نے اس وقت کچھ
آواز کی جس کے سنتے ہی آنحضرت نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ فرمایا کہ
دور ہو خود اونٹ گواہی دے رہا ہے کہ تو جھوٹا ہے چنانچہ وہ چلا گیا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس اعرابی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا جس وقت تو یہاں پہنچا
کیا کہا تھا عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر سے فدا ہوں یہ درود پڑھا تھا۔
جس کا ترجمہ یہ ہے یا اللہ درود بھیج محمد پر اتنا کہ نہ باقی رہے کوئی درود
یا اللہ برکت نازل کر محمد پر اتنی کہ نہ باقی رہے کوئی برکت یا اللہ درود اور
سلام بھیج محمد پر اس قدر کہ نہ باقی رہے کوئی سلام یا اللہ درود اور رحمت نازل فرما

محمدؐ پر اس قدر کہ نہ باقی رہے کوئی رحمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ حق تعالٰے نے مجھ پر وہ ظاہر فرما دیا تھا جبکہ اونٹ اپنا قدر بیان کر رہا تھا
اور فرشتوں نے اس وقت اُفق کو بھر دیا تھا (یعنے اس دُرود کی برکت سے
اُونٹ نے اصل واقعہ بیان کر دیا اور فرشتے اس قدر نازل ہوئے کہ
تمام اُفق اُن سے بھر گیا) **الحاصل** بعض درودوں کا اسقدر اہتمام ہوتا
ہے کہ بے انتہا فرشتے تعظیماً آسمان سے اُتر آتے ہیں اور جب تک کوئی
شخص درود پڑھتا ہے تمام فرشتے اس کے واسطے استغفار کیا کرتے
ہیں۔ چنانچہ کنز العمال اور وسیلہ عظمی اور مسالک الحنفا میں منقول ہے

عن عامر بن ربیعۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن عبد یصلی علیّ
الاصلت علیہ الملئکۃ ما دام یصلی علیّ فلیقلل العبد من ذلک او لیکثر رواہ
احمدؒ ابن ماجہ والضیاء **ترجمہ** فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو
بندہ مجھ پر درود پڑھتا ہے فرشتے اس کے حق میں اس وقت تک دُعا
کرتے رہتے ہیں۔ جب تک وہ درود پڑھتا رہتا ہے اب چاہیں زیادہ درود
پڑھیں یا کم انتہے۔ لفظ ملائکہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سب فرشتے مراد ہیں
کیونکہ اس حدیث میں کوئی قرینہ ایسا نہیں جس سے الف ولام عہد کا سمجھا جاوے
بلکہ بقرینہ ترغیب معلوم ہوتا ہے کہ الف ولام استغراق کا ہے اور اس میں
کچھ استبعاد بھی نہیں اس لئے کہ حدیث شریف سے یہ بات آیندہ
ثابت ہو جائیگی کہ ایک ایک دُرود کے بدلے خود حق تعالٰی ستر ستر صلوٰۃ
اس پر بھیجتا ہے تو تمام فرشتے کیا اگر تمام عالم اس پر درود بھیجے جب بھی کم ہوگا

اس قرینہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ الف ولام استغراق کا ہے۔ جو بات یہانتک ثابت ہوئی موید اس کی اور بہت سی حدیثیں ہیں بخوف تطویل یہ چند نقل کی گئیں بعد اس اہتمام کے نوبت ان فرشتوں کی پہنچتی ہے۔ جو بارگاہ رب العزت میں اس کو پیش کرتے ہیں اور اس شان و شوکت سے اس کو عرش کے طرف لے جاتے ہیں کہ جہاں جہاں ان کا گذر ہوتا ہے وہاں کے فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اس کے بھیجنے والے پر درود پڑھو اور اس کی مغفرت چاہو چنانچہ مسالک الحنفا اور وسیلۃ العظمی میں مروی ہے عن ابی طلحۃ الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایکون لصلوٰتہ منتہی دون العرش لاتمر بملک الا قال صلوا علی قائلہا کما صلی علی النبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث کذا ذکر السخاوی فی القول البدیع **ترجمہ** ذکر کیا سخاوی نے قول بدیع میں کہ روایت کیا حدیث ابی طلحہ انصاری کو ابن جوزی نے کتاب الوفا میں اور ان کی روایت میں یہ بات زاید ہے کہ وہ درود سوائے عرش کے کہیں تھمتا نہیں پھر جس فرشتہ پر اس کا گذر ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ درود پڑھو اس کے کہنے والے پر اور استغفار کرو اس کے لئے جیسا کہ پڑھا اس نے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہے۔

ف یہ تتمہ ہے ابو طلحہ انصاری رض کی اس حدیث کا جو کنز العمال سے ابھی نقل کی گئی جس کا شروع یہ ہے اتانی جبرئیل فقال یا محمد من صلی علیک الحدیث الحاصل لے جاتے ہیں ملائک اس درود کو راست عرش کبریائی تک اور حاضر کرتے ہیں بارگاہ عزت میں اس وقت ملائکہ کو ارشاد ہوتا ہے کہ لیجاؤ اسکو

حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تاکہ خوش ہوں اور اس پڑھنے
والے کو دعائے خیر سے یاد فرماویں۔ چنانچہ روایت ہے کنز العمال میں مامن عبد

یصلی علی صلوۃ الا عرج بہا ملک حتی یجیئ بہا وجاہ الرحمٰن فیقول اللہ عزوجل

اذہبوا بہا الی قبر عبدی یستغفر لقائلہا ویقر بہا عینہ الدیلمی عن عائشہ رض
ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی بندہ مجھ پر درود
پڑھتا ہے تو لیجاتا ہے اس کو فرشتہ یہانتک کہ حاضر کرتا ہے اس کو روبرو
حق تعالیٰ کے (یعنے اس مقام میں کہ منتہائے آمد و شد خلق ہے) پس
فرماتا ہے حق تعالیٰ کہ لے جاؤ اس کو میرے بندہ (یعنے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم) کی قبر کے طرف تا استغفار کریں اس کے کہنے والے کے حق میں اور
ٹنڈی کریں اس سے اپنی آنکھیں روایت کیا اس کو دیلمی نے قسطلانی رح
نے لکھا ہے کہ روایت کیا اس کو ابراہیم رشتہ ابن مسلم نے اور حسن بنا
نے۔ آب اس اہتمام اور فضل کو دیکھئے۔ کہ قبل اس کے کہ ہدیہ درود بارگاہ
مرجع عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پیش ہو۔ حق تعالے اسے بنظر عزت
افزائی اپنی پیشگاہ میں طلب فرماتا ہے اور اس ارشاد کے ساتھ اپنے
حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں روانہ فرماتا ہے۔ کہ اس کے
بھیجنے والے کو بدعائے خیر یاد فرمایں۔ سبحان اللہ کیسا ذریعہ عظیم الشان
قائم کیا گیا ہے کہ کسی کو نصیب نہ ہوا۔ اگر ہم لوگ درود شریف پڑھا کریں تو
ہمارا ذکر خیر عالم ملکوت میں ہونے لگے۔ فرشتے ہمارے حق میں دعائے خیر کیا کریں
خود رب العالمین لفظ آمین ارشاد فرمائے اور مورد عطوفت فخر المرسلین صلعم

ہو جائیں۔ یہ سب حبیب کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا طفیل ہے ورنہ ہم کہاں اور یہ مدارج کہاں اور کیسی سرفرازی ہے کہ جب کوئی امتی عرض کرتا ہے جبرئیل علیہ السلام بنفس نفیس حضرت صلعم کی خدمت میں پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ عن عبد الرحمٰن بن عوف ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ما منکم من احد یسلم علیّ اذا مت الا جاءنی سلامہ مع جبرئیل ویقول یا محمد صلعم ہذا فلان بن فلان یقرأ علیک السلام فاقول علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ **ترجمہ** فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی تم سے مجھ پر سلام عرض کرے میرے انتقال کے بعد تو اس کا سلام مجھ کو پہنچے گا۔ جبریل علیہ السلام کے ساتھ کہیں گے۔ وہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فلاں شخص فلاں کا بیٹا آپ کو سلام عرض کرتا ہے میں کہونگا اس پر بھی سلام ہوجیو اور رحمت اور برکتیں اللہ تعالیٰ کی انتہٰے **الحاصل** درود شریف پہنچنے کا ایک ذریعہ وہ ہے کہ عرش سے ہو کر مع پیام حضرت رب العزت گذارا جاتا ہے۔ دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ اسی وقت بالا بالا اس فرشتہ کے ذریعہ سے پہنچ جاتا ہے۔ جو خاص اسی کام پر مقرر ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں یا عمار ان اللہ ملکا اعطاہ سماع الخلائق وہو قائم علی قبری اذا مت الی یوم القیمۃ فلیس احد من امتی یصلی علیّ صلوۃ الا سمی باسمہ واسم ابیہ قال یا محمد صلی فلان علیک کذا وکذا فیصلی الرب علی ذلک الرجل لکل واحدۃ عشرا طب عن عمار نقلہ فی کنز العمال **ترجمہ** فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے عمار حق تعالےٰ نے ایک فرشتہ

عرض سلام امت بوساطت جبرائیل علیہ السلام

وصول درود امت بحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتوسط فرشتہ ۱۲

پیدا کیا ہے اور اس کو تمام خلایق کی سماعت دی ہے وہ میرے انتقال کے
بعد میری قبر پر کھڑا ہوگا پھر جو کوئی میرا امتی مجھ پر درود پڑھے گا تو وہ فرشتہ
مجھ سے کہیگا کہ فلاں شخص فلاں کے بیٹے نے یہ درود آپ پر پڑھا پھر ہر درود
کے بدلے حق تعالیٰ اس پر دس درود بھیجے گا یہ روایت کنز العمال میں ہے
اور وسیلۃ العظمی میں طبرانی سے اسی روایت کو نقل کیا ہے۔ مگر بجائے
فیصلی الرب الحدیث کے یہ ہے وضمن الرب تعالےٰ انہ من صلے علیّ صلوۃ
صلی اللہ علیہ عشراً وان زاد زاد اللہ یعنے حق تعالےٰ ضامن ہوا ہے۔
کہ جو شخص مجھ پر درود پڑھے خدائے تعالےٰ اس پر دس درود بھیجے گا۔
اور اگر زیادہ پڑھے تو زیادہ بھیجے گا۔ اور کنز العمال میں اسی روایت کو ابن
نجار سے بھی نقل کیا ہے مگر اس میں بجائے فیصلی الرب الخ کے وقد ضمن لی الرب
تبارک و تعالیٰ انہ اردون علیہ بکل صلوۃ عشراً یعنے ضامن ہوا ہے حق تعالیٰ
کہ اس شخص پر ہر درود کے بدلے دس درود بھیجے۔ کہا قسطلانیؒ نے مسالک
الحنفا میں کہ روایت کیا اس حدیث کو بزار اور ابوالشیخ ابن حبان اور حافظ
عبد العظیم منذری نے لیکن منذری نے کتاب الترغیب میں لکھا ہے۔ کہ
روایت کیا اس کو سبھوں نے نعیم بن ضمضم بن حمیری سے اور وہ معروف
نہیں اور امام بخاریؒ نے ان کو لین کہا ہے یعنے ان کی روایت میں چنداں
قوت نہیں۔ مگر ابن حبان نے ان کو ثقات تابعین میں داخل کیا ہے انتھیٰ۔
اور موید اس کے یہ بھی روایت ہے۔ جو کنز العمال اور وسیلۃ عظمی
میں مروی ہے اکثروا الصلوۃ علیّ فان اللہ وکل لی ملکا عند قبری فاذا صلی علیّ

رجل من امتی قال لی ذلک الملک یا محمد ان فلان ابن فلان صلی علیک الساعۃ
رواہ الدیلمی عن ابی بکرؓ الصدیق ترجمہ روایت ہے۔ ابی بکر صدیق
رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے علیہ وسلم نے کہ تم لوگ مجھ پر
زیادہ درود پڑھو حق تعالےٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے کہ وہ میری
قبر کے پاس رہے گا۔ جو میرا امتی مجھ پر درود پڑھے گا۔ تو وہ فرشتہ مجھ
سے کہہ دے گا۔ کہ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) فلاں ابن فلاں نے
اسی وقت آپ پر درود پڑھا ہے انتہے۔ اور اس روایت سے بھی یہی بات
ثابت ہے۔ عن ابی امامۃؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من
صلّی علیَّ صلے اللہ علیہ و ملک موکل بہا حتی یبلغنیہا رواہ الطبرانی و
لسندہ جید ذکرہ ابن حجر فی مسالک الحنفاء ترجمہ فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھ پر درود پڑھے تو حق تعالےٰ
اس پر درود بھیجتا ہے اور ایک فرشتہ مقرر ہے کہ پہنچا دیتا ہے۔ وہ
درود مجھ کو اور اسی قسم کی یہ بھی روایت ہے جس کو امام سخاویؒ نے
قول بدیع میں نقل کیا ہے عن یزید الرقاشی قال ان ملکا موکل یوم الجمعۃ
من صلے علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبلغ النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان
فلانا من امتک یصلی علیک رواہ بقی بن مخلد ومن طریقہ ابن بشکوال
واخرجہ سعید بن منصور فی سننہ واسمٰعیل القاضی فی فضل الصلوٰۃ
ترجمہ روایت ہے۔ یزید رقاشی سے کہ ایک فرشتہ مقرر ہے۔ جمعہ
کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کوئی درود پڑھتا ہے تو پہنچاتا ہے۔

اس کو وہ فرشتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور عرض کرتا ہے کہ فلاں شخص آپ کا امتی آپ پر درود پڑھتا ہے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے روز جو درود پڑھے جاتے ہیں ان کے پہنچانے کے واسطے ایک جدا فرشتہ مقرر ہے سوائے اس فرشتہ کے جس کا ذکر اوپر کی روایتوں میں ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن درود پڑھنے کی فضیلتیں بکثرت وارد ہیں اس لئے اس روز نہایت اہتمام ہوتا ہے اور بہت سے فرشتے بتکلف تمام صرف درود لکھنے کو اترتے ہیں چنانچہ اس کا حال بھی انشاء اللہ تعالیٰ قریب معلوم ہوگا **فائدہ** ان روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک فرشتہ تمام روئے زمین کے درود سنتا ہے اور خدمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عرض کرتا ہے اور اس کو ویسی ہی سماعت دی گئی ہے جیسے ان دو فرشتوں کو دی گئی جو اس کام پر مقرر ہیں۔ کہ درود پڑھنے والوں کے حق میں دعائے خیر کیا کریں جن کا حال ابھی معلوم ہوا جب اتنی حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ بعض فرشتوں کے پاس قرب و بعد یکساں ہے اور آن واحد میں ہر شخص کی آواز برابر سنتے ہیں۔ تو اب اہل ایمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احاطہ علمی میں شک کا کیا موقع ہوگا اس لئے بلحاظ شک و انکار کا یہی تھا کہ اس میں شرک فی الصفت لازم آتا ہے۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں یہ صفت موجود ہے تو چاہیئے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بطریق اولیٰ اور بوجہ اتم ہو چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصریح فرما دی

کما فی الطبرانی لیس من عبد یصلی علیَّ الا بلغنی صوتہ قلنا یا رسول اللہ و بعد وفاتک

قال و بعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ذکرہ ابن حجر

المکی فی الجواہر المنظم **ترجمہ** فرمایا جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے اسکی آواز میں

سنتا ہوں صحابہ نے عرض کیا کیا آپ کے وفات کے بعد بھی یا رسول اللہ

فرمایا ہاں خدائے تعالےٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیا کے اجساد کو

کھائے رہی یہ بات کہ جب حضرتؐ خود سنتے ہیں تو پھر درود و سلام پہنچانے

پر جو اتنے عظیم الشان و کثیر التعداد فرشتے مقرر ہیں۔ جن کا حال کچھ معلوم

ہوا اور کچھ معلوم ہوگا اس سے کیا فائدہ سو اس کا جواب یہ ہے کہ آخر

حق تعالےٰ کے حضور میں بھی اعمال بذریعہ ملائک پیش ہوا کرتے ہیں اور

باوجود اس کے صفت علمیہ کا انکار ممکن نہیں حاصل یہ کہ شئے واحد کے

حصول علم کے طریقے اگر متعدد و مختلف ہوں تو کچھ قباحت لازم نہیں

آتی۔ بلکہ اس سے کمال قدرت و عظمت الٰہی معلوم ہوتی ہے اسی طرح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم بھی دو طریقے ٹھہرائے گئے ہیں۔ ایک

یہ کہ صفت علمیہ جو کمال نشاء انسانی ہے عطا کی گئی تا اس کے حاصل

کرنے میں افضل مخلوقات کی احتیاج ان ملائک کے طرف نہ ہو جو فی الحقیقۃ

خدام آپؐ کے ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ کہ عظیم الشان ملائک اس خدمت پر

مامور کئے گئے جس سے شان مصطفائی اور تزک فرمان روائی اپنے حبیب

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام انبیا و ملائک پر آشکار ہو جائے اور وہ خصوصیت

و عظمت جو ازل سے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت مرعی ہو رہی

جس کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام نام مبارک کو اپنے انجاح مرام کا وسیلہ اور ذریعہ ٹھہرایا کئے بعد نشا عنصری حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی سبب پر مشہود و منکشف ہو جائے امر اول یعنے علم بلا واسطہ کی نسبت یہ بھی ایک قرینہ ہے کہ عموماً اموات کا سماع قریب سے بدلائل ثابت ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ جو کفار بدر کے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تھے ان کے طرف جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا کہ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا یعنے کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پالیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کیا آپ مردوں کو پکارتے ہیں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا ہاں ما انتم باسمع منہم ولکن لا یجیبون یعنے تم لوگ اُن سے زیادہ نہیں سنتے انتہےٰ اور سوائے اسکے سماع موتی کے باب میں کئی روایات و آیات وارد ہیں الحاصل جب عموماً اہل قبور قریب سے سنتے ہوں تو چاہیئے تھا کہ قبر شریف کے پاس اگر کوئی شخص سلام عرض کرے تو اس کی اطلاع کے واسطے فرشتہ کا توسط نہ ہوتا حالانکہ یہ سلام بھی فرشتہ ہی کے ذریعہ سے پہنچتا ہے چنانچہ تصریحاً فرماتے ہیں ما من عبد یسلم علیّ عند قبری الا وکل اللہ بہا ملکاً یبلغنی رواہ فی الشعب کذا فی مسالک الحنفا۔ **ترجمہ** فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بندہ مجھ پر سلام کرے گا۔ میری قبر کے پاس تو ایک فرشتہ مقرر ہو گا۔ کہ وہ سلام مجھ کو پہنچا دیا کرے گا۔ اور کنز العمال میں اسی حدیث کو اس طور سے روایت کیا ہے ما من عبد یسلم علیّ عند قبری الا وکل اللہ بہ ملکا یبلغنی وکفی امر آخرتہ و

فائدہ

ونیاہ وکنت بہ شہیدا یوم القیمہ ہب عن ابی ہریرہؓ ترجمہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بندہ عرض کریگا مجھ پر سلام میری قبر کے پاس تو حق تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر فرما دیگا۔ جو وہ سلام مجھ کو پہنچاوے اور کافی ہوگا اس کے دنیا و آخرت کے کاموں کے لئے اور رہیں اس کا گواہ بنوں گا۔ قیامت کے دن انتہے۔ اور قول بدیع میں امام سخاویؒ نے لکھا ہے وفی السمعونیات بسند ضعیف عن ابی ہریرہؓ ایضاً مرفوعاً من صلی علیّ عند قبری وکل بہا ملک یبلغنی وکفی امر دنیاہ وآخرتہ وکنت لہ یوم القیمۃ شہیدا او شفیعا ترجمہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھے گا تو ایک فرشتہ مجھے وہ پہنچائے گا جو اس کام کے لئے مقرر ہوگا اور کفایت کرے گا وہ اس کے دنیا و آخرت کے کاموں کو۔ اور رہیں قیامت کے دن اس کا گواہ ہوں گا اور شفاعت کرونگا انتہے اور روایت ہے کہ ایک شخص قبر شریف کے پاس آکر سلام عرض کیا کرتا تھا حسن بن حسینؓ نے اس کو فرمایا کہ تو اور وہ شخص جو اندلس میں ہو برابر ہیں یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دونوں کا برابر ہے چنانچہ اس قول کو بدیع میں نقل کیا ہے فذر دی ان رجلا ینتاب قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال الحسن بن حسینؓ یا ہذا اما انت درجل بالاندلس سوا انتہے۔

فائدہ اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ مقامات دور و دراز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کیا کرتے ہیں وہ بھی حضوری سے محروم نہیں ہیں اب یہی وہ حدیث شریف جو فرماتے ہیں کہ اگر کوئی میری

قبر کے پاس مجھ پر سلام کرے تو میں سنتا ہوں اور دور سے ملائکہ پہنچاتے ہیں تو بعد ان دلائل کے جواب اس کا آسان ہے اس لئے کہ اس میں نفی سماع کی تصریح نہیں ہے۔ ایک طریقہ علم کا فرما دیا جس میں سامعین کو استبعاد بھی نہ ہو اور مقصود بھی حاصل ہو جائے۔ چونکہ عادت شریف تھی کہ حتی الامکان بحسب عقول و فہم سامعین کے کلام فرمایا کرتے تھے اور پہلے سے فرشتوں کی عظمت سامعین کے اذہان میں جمی ہوئی تھی اور ان کی وسعت علم کا کسی کو استبعاد نتھا اس لئے برعایت بعض سامعین ارشاد فرمایا کہ جو درود دور سے پڑھا جاوے۔ فرشتہ پہنچا دیا کرتا ہے۔ فہم سامعین کی رعایت دوسری حدیثوں سے ثابت ہے چنانچہ زرقانی شرح مواہب میں روایت ہے۔ حدثوا الناس بما یعرفون اترید ون ان یکذب اللہ و رسولہ رواہ الدیلمی عن علی ورفعہ وہو فی البخاری موقوف علیہ ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیان کرو تم لوگوں سے وہ باتیں جو وہ پہچانتے ہوں کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب ہو جاوے انتہے یعنی ایسی باتیں کہنا چاہیئے۔ کہ مخاطب کی سمجھ میں آسکیں اور اسی مضمون کی مؤید یہ بھی حدیث ہے جو زرقانی میں مروی ہے ورد ی الحسن بن سفیان عن ابن عباس رض یرفعہ امرت ان اخاطب الناس علی قدر عقولہم قال الحافظ و سندہ ضعیف جدا لاموضوع ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حکم کیا گیا ہیں کہ خطاب کروں لوگوں سے ان کی عقلوں کے موافق انتہے۔ اسی وجہ سے جو وقائع شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ

فـ کلام میں عقول کی رعایت

فرمائے ہر شخص سے بیان نہ فرمایا بلکہ ہر ایک کو اس کے حوصلہ کے موافق خبر دی چنانچہ توفیق احادیث معراج میں صاحب مواہب نے اسکی تصریح کی ہے
الحاصل کسی مصلحت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع میں اپنے علم ذاتی کی تصریح نہ فرمائی جو دوسری احادیث میں مصرح ہے ورنہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حق تعالیٰ ایک فرشتہ کو تو اس قدر علم سے سرفراز کرے اور خاص اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس سے ممتاز نہ فرمائے بسبب غرابت مقام کے اسی پر اختصار کیا گیا۔ یہاں کلام اس میں تھا کہ تمام روئے زمین پر جس قدر درود پڑھے جاتے ہیں۔ سب کو ایک فرشتہ سنتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسی وقت عرض کر دیتا ہے اور یہ طریقہ سوائے اس کے ہے جو عرش سے ہو کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود گزارنا جاتا ہے اور سوائے اس کے علیحدہ فرشتے بھی مقرر ہیں۔ جو درود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارتے ہیں چنانچہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ من صلی علیّ صلوٰۃ جارتی بہا ملک فاقول بلغہ عنی عشراً وقل لہ لو کان من ہذہ العشرۃ واحدۃ لد خلت معی الجنۃ وحلت لک شفاعتی رواہ ابو موسیٰ لمدنی عن ابو ہریرۃ ذکرہ فی الوسیلۃ العظمیٰ **ترجمہ** فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے ایک فرشتہ وہ درود میرے پاس لاتا ہے پس میں کہتا ہوں کہ میرے طرف سے دس درود اس کو پہنچا اور کہدے اگر ان دس میں سے ایک بھی ہو تو میرے ساتھ جنت میں داخل ہو جائے اور

میں تیری شفاعت کروں انتہٰے - اور اسی طرح سلام پہنچانے کے لئے بھی کئی فرشتہ مقرر ہیں کہ ہمیشہ اسی کے تلاش میں پھرا کرتے ہیں - پھر جہاں کسی نے سلام عرض کیا فوراً گزران دیتے ہیں - چنانچہ مسالک الحنفا میں روایت ہے

عن ابن مسعودؓ قال ان للہ ملئکۃ سیاحین یبلغونی عن امتی السلام رواہ احمد والنسائی والدارمی والبیہقی وابن حبان والحاکم فی صحیحہا وقال صحیح الاسناد **ترجمہ** فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالےٰ نے کئی کئی فرشتہ مقرر کئے ہیں کہ سیاحت کیا کرتے ہیں اور پہنچاتے ہیں - مجھ کو سلام میری امت کا انتہٰے - پس معلوم ہوا کہ جیسے درود شریف گزارنے جانے کی دو ذریعہ ہیں اسی طرح سلام عرض ہونے کے بھی دو ذریعہ ہیں ایک جبرئیل علیہ السلام دوسرے یہ ملائک - مناسب اس مقام کے اور بہت سی حدیثیں صحیح وضعیف وغیرہ ہیں - منجملہ ان کے دو تین حدیثیں یہاں بیان کی جاتی ہیں - ہرچند بعض محدثین نے ان میں کلام کیا ہے مگر ہم یہاں اتباع ان محدثین کا کرتے ہیں جنہوں نے ان کو روایت کیا ہے قسطلانیؒ نے مسالک الحنفا میں اس حدیث کو نقل کیا عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلے علی صلوٰۃ تعظیما لحقی جعل اللہ من تلک الکلمۃ ملکا جناح لہ فی المشرق و جناح لہ فی المغرب ورجلاہ فی تخوم الارض وعنقہ ملتویۃ تحت العرش یقول اللہ تعالیٰ لہ صل علے عبدی کما صلی علی نبیی فہو یصلی علیہ الی یوم القیمۃ رواہ ابن شاہین فی الترغیب والدیلمی فی مسند الفردوس وابن بشکوال وہذا حدیث منکر **ترجمہ** فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے کہ جو شخص مجھ پر ایک درود پڑھے۔ میرے حق کی تعظیم کے واسطے تو حق تعالےٰ
اس کلمہ سے ایک فرشتہ ایسا پیدا کرتا ہے کہ ایک بازو اس کا مشرق میں ہوتا
ہے۔ اور ایک مغرب میں اور پاؤں زمین کے نیچے اور عرش
کے نیچے اس کی گردن جھکی ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو فرماتا
ہے۔ تو درود پڑھ اس میرے بندہ پر جیسا کہ اُس نے میرے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا۔ تو وہ قیامت تک اُس پر
درود پڑھتا رہے گا۔ روایت کیا اس کو ابن شاہین نے اپنی کتاب
ترغیب میں اور دیلمی نے فردوس میں۔ اور ابن بشکوال نے اور یہ روایت
بھی مسالک الحنفا میں سے وعن معاذ بن جبلؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم ان اللہ اعطانی مالم یعط احداً من الانبیاء و فضلنی علیہم وجعل لامتی
فی الصلوٰۃ علیّ افضل الدرجات وکل بقبری ملکا یقال لہ منطروش راسہ
تحت العرش ورجلاہ فی تخوم الارض السفلی ولہ ثمانون الف جناح فی کل
جناح ثمانون الف ریشۃ تحت کل ریشۃ ثمانون الف زغبۃ تحت کل زغبۃ
لسان یسبح اللہ تعالیٰ ویحمدہ ویستغفر لمن یصلی علیّ من امتی ومن لدن راسہ
الی بطون قدمیہ افواہ ولسن وریش وزغب لیس فیہ موضع شبر الا وفیہ
لسان یسبح اللہ تعالےٰ ویحمدہ ویستغفر لمن یصلی علیّ من امتی حتی یموت،
رواہ ابن بشکوال وہو غریب منکر بل لوائح الوضع لائحۃ علیہ ترجمہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے مجھے وہ رتبے دئے ہیں جو کسی
نبی کو نہ ملے اور مجھ کو سب نبیوں پر فضیلت دی۔ اور اعلیٰ درجے مقرر کئے

میری امت کے لئے مجھ پر درود پڑھنے میں اور متعین فرمایا میری قبر کے پاس ایک فرشتہ جس کا نام منطوش ہے۔ اس کا سر عرش کے نیچے اور پاؤں منتہائے زمین اسفل میں اور اُس کے اسی ہزار بازو ہیں اور ہر بازو میں اسی ہزار پر اور نیچے ہر پر کے اسی ہزار رونگٹے اور ہر رونگٹے کے نیچے ایک زبان ہے۔ جس سے تسبیح و تحمید اللہ تعالیٰ کی کیا کرتا ہے اور اس شخص کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتا ہے جو میرا امتی مجھ پر درود پڑھے اس کے سر سے قدم کے نیچے تک تمام منہ اور زبانیں اور پر اور رونگٹے ہیں۔ کہیں بالشت بھر جگہ اس میں ایسی نہیں کہ جس میں زبان نہ ہو اس کا کام یہ ہے کہ تسبیح اور تحمید اللہ تعالےٰ کی اور طلب مغفرت ان لوگوں کے حق میں کیا کرے جو مجھ پر درود پڑھا کرتے ہیں مرنے تک روایت کیا اس کو بشکوال نے انتہے آور وسیلۃ العظمی میں مروی ہے من عطس فقال الحمد للہ علی کل حال ماکان من حال وصلی اللہ علی محمدؐ و علی اہل بیتہ اخرج اللہ من منخرہ الایسر طیراً اکبر من الذباب و اصغر من الجراد یرف تحت العرش یقول اللھم اغفر لقائلھا رواہ ابن بشکوال عن ابن عباسؓ ترجمہ روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ جو شخص چھینک کر کہے الحمد للہ الخ نکالتا ہے حق تعالےٰ اس کی ناک کے بائیں نتھنی سے ایک پرندہ مکھی سے بڑا اور ٹڈے سے چھوٹا جو عرش کے نیچے پر ہلاتا ہوا یہ کہتا ہے (اللھم اغفر لقائلھا) یعنے یا اللہ بخشدے اس حمد و صلوٰۃ کے کہنے والے کو روایت کیا اس کو ابن بشکوال نے انتہے امام سخاوی نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ سند اس حدیث کی ٹھیک

ہے - مگر اس میں یزید بن ابی زیاد ہیں کہ اکثروں نے ان کو ضعیف کہا ہے لیکن مسلم نے ان کی حدیث کو بطور متابعت ذکر کیا ہے انتہے -

ف اب یہاں بمناسبت مقام کے چند بحثیں کی جاتی ہیں - اگر ناظرین اس پیش نظر رکھیں تو توقع ہے کہ اکثر مقامات میں بکار آمد ہوں گی -

بحث اول یہ ہے کہ شاید بعض لوگوں کو اس بات کے سمجھنے میں تامل ہوگا کہ الفاظ سے پرندہ کیونکر پیدا ہو سکے - تو اس شبہ کو یوں دفع کرنا چاہیئے کہ اس قسم کے امور میں کبھی فکر کرنے کا اتفاق نہ ہوا - ورنہ قطع نظر اس کے کہ قدرت خدائے تعالیٰ کی مانی جائے - خود ہمارے روبرو ایک ایسا کارخانہ جاری ہے کہ جس سے اس قسم کے شبہات کا جواب ہو رہا ہے - دیکھ لیجئے کہ ہر روز جو غذائیں از قسم نباتات کھائی جاتی ہیں ان سے خون وغیرہ اخلاط پیدا ہوتے ہیں - پھر ان سے گوشت اور بعض وہ فضلات کہ جن سے اولاد ہوتی ہے - اب ان صورتوں کے انقلاب کو دیکھئے - کہ نبات کو حیوان سے کیا تعلق ہے - جو اس سے یہ تولید ہو رہی ہے - اسی طرح اور دوسری جسمانی قوتوں کا مدار غذا ہی پر ہے - حالانکہ باہم کوئی مناسبت نہیں - اور اکثر لوگوں نے دیکھا ہے کہ کملے سے (جو ایک قسم کا کیڑا ہے) پرندہ پیدا ہوتا ہے اور اقسام کے کیڑوں کو ڈکوری اپنے جنس سے بنا لیتی ہے

الحاصل تعمق نظر سے بہت نظیریں مل سکتی ہیں - جن سے معلوم ہو جائے - کہ توالد کے لئے جنسیت شرط نہیں - یعنے ضرور نہیں کہ ہر چیز اپنی جنس ہی سے پیدا ہوا کرے - پھر اگر انہیں محسوسات میں مشاہدہ سے

قطع نظر کر کے دیکھئے تو اکثر لوگوں کی عقل اس کے سمجھنے میں حیران ہو جائے
دیکھ لیجئے کہ اگر کوئی خبر دے کہ غلے اور ریتوں سے آج ایک لڑکا پیدا ہوا تو
یکایک یہ سمجھ میں نہ آئے گا۔ حالانکہ یہی بات ایک اعتبار سے صحیح بھی ہے۔
پھر یہ تولید جو سمجھ میں آتی ہے یہ بھی بطفیل مشاہدہ کے ہے ورنہ عقل اسکو
بھی باور نہ کرتی اس سے معلوم ہوا کہ مدار ایسی عقل کا صرف مشاہدہ پر ہے
اس عقل کے روبرو جبتک چراغ مشاہدہ کا نہ ہو ایک قدم نہ چل سکے گی
اور منزل مقصود تک کبھی نہ پہنچ پائے گی اگر منظور ہو امتحاناً کسی سے پوچھ
دیکھئے کہ تم نے کسی جسم کو مثلاً دیوار کو کبھی آنکھ سے دیکھا بھی ہے یا یوں
ہی صرف عقل سے جانتے ہو۔ کہ جسم ہے تو غالباً یہی کہے گا۔ کہ جسم شئے
محسوس ہے ہمیشہ دیکھا کرتے ہیں۔ پھر پوچھئے۔ کہ جسم کس کو کہتے ہیں
یہی کہے گا۔ کہ جس کو طول و عرض عمق ہو۔ پھر پوچھئے کہ بھلا طول و عرض
تو دکھائی دیتا ہے۔ کیا عمق یعنے دَل بھی نظر آتا ہے۔ اب اگر کہئے۔ کہ
ہاں نظر آتا ہے۔ تو جھوٹ ہے کہ سطح کے اندر جسم میں نظر نہیں گھستی اور
اگر کہے نہیں تو معلوم ہوا کہ جسم کو کبھی دیکھا ہی نہیں۔ کیونکہ جسم کا دیکھنا، تو
جب ہی صادق آئے۔ کہ اس کے تینوں جز دیکھا ہو اور جو اس سے ایک بھی نہ
دیکھا تو وہ جسم نہ ہوا بلکہ جس چیز کو دیکھا وہ سطح ہے جو جسم کا ایک عرض ہے
اب دیکھئے کہ سمجھ رہے تھے۔ کہ جسم نظر آتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ جسم
کا ایک عرض نظر آتا ہے۔ حالانکہ جسم جوہر ہے۔ اس سے بھی عقل کا حال
معلوم ہو گیا۔ کہ اکثر حکم میں غلطی کیا کرتی ہے پھر ہر شخص کو اسی عقل پر

ناز ہے کہ جس سے بڑے بڑے عقلا پر اعتراض کر دیا کرتا ہے۔ یہاں تک
کہ خود مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں عقل لگانے پر بعض
لوگ مستعد ہو جاتے ہیں سو یہ بڑی خطر کی بات ہے۔ ہر مسلمان کو اس سے
بچنا لازم ہے ورنہ کہیں حال ان لوگوں کا سا نہ ہو جائے جو لا الہ الا اللہ
سن کر کہنے لگے۔ اَجَعَلَ الْآلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ
عُجَابٌ یعنے کیا بنا دیا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) تمام معبودوں کو
ایک معبود یہ تو بڑے تعجّب کی بات ہے جو سمجھ میں نہیں آتی دیکھ لیجئے۔ کہ
اسی عقل نارسا نے ان کو کیسے بے راہ چلایا اور آخر کہاں پہنچا دیا۔
دوسری بحث یہ ہے کہ شاید اتنے بڑے فرشتہ کا وجود مستبعد سمجھا
جائے گا۔ تو دیکھنا چاہیئے کہ یہ استبعاد کس چیز سے ناشی ہے آیا تخلیق اسکی
مستبعد ہے یا وجود فی نفسہ۔ تخلیق میں استبعاد کی گنجایش نہیں اس لئے کہ
چھوٹی سی چھوٹی مخلوق اور بڑی سی بڑی تخلیق کے حق میں برابر ہے۔
کیونکہ وہاں تو سوائے قول کُن کے کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں۔ چنانچہ
فرماتے ہیں قولہ تعالےٰ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنَاهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ
كُنْ فَيَكُوْنُ یعنے جب ہم ارادہ کرتے ہیں کسی چیز کے پیدا کرنے کا تو صرف
کُن کہہ دیتے ہیں اور وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر جب حق تعالیٰ اس کو
پیدا کر دے تو وجود اُس کا ضروری ٹھہرا۔ اب اسکو عقل سے دُور سمجھنا
عقل کی کوتاہی پر دلیل ہوگا **تیسری بحث** یہ ہے کہ قسطلانی نے ان
بعض حدیثوں کی نسبت جو کہا ہے۔ کہ منکر ہیں اور آثار وضع کے اُن سے

نمایاں ہیں سو اس میں تصریح اس امر کی نہیں کہ واقع میں موضوع ہیں یہ بحث فن اصول حدیث سے متعلق ہے ہم نے اس باب میں ایک رسالہ الکلام المرفوع فی الحدیث الموضوع لکھا ہے اس میں محدثین کی تصریحات سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ اس قسم کے اطلاقات سے یہ یقین نہیں ہو سکتا۔ کہ الفاظ حدیث قطعاً موضوع اور کسی کے بنائے ہوئے ہیں **قولہ** بھیجتا ہے۔ خود درود اس فخر عالم پر مدام ؛ الخ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا **ترجمہ** تحقیق کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس کے درود بھیجتے ہیں۔ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم پر) اے وہ لوگو جو ایمان لائے درود بھیجو تم ان پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔ اس مقام میں چند فوائد لکھے جاتے ہیں جن پر اہل ایمان کو مطلع ہونا مناسب بلکہ ضرور ہے **فائدہ** معنے صلوٰۃ میں۔ صلوٰۃ لغت میں دعا کو کہتے ہیں۔ چنانچہ خطیب شربینیؒ نے تفسیر میں لکھا ہے الصلوٰۃ فی اللغۃ الدعاء قال تعالیٰ وصل علیہم۔ اے ادع لہم اور بخاری شریف میں ہے عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الملئکۃ تصلی علی احدکم ما دام فی مصلاہ مالم یحدث تقول اللہم اغفرلہ اللہم ارحمہ **ترجمہ** روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ملائک صلوٰۃ بھیجتے ہیں جبتک کوئی تم میں کا اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہتا ہے۔ جبتک کہ حدث نہ کرے کہتے ہیں وہ یا اللہ بخش دے اس کو یا اللہ رحم کر اس پر انتہےٰ۔ صلوٰۃ کی تفسیر اس دعا کے ساتھ

فائدہ حق تعالیٰ کا درود بھیجنا

فائدہ صلوٰۃ کے معنی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی - لیکن چونکہ معنی دعا کے اللہ تعالےٰ کی
صلوٰۃ پر صادق نہیں آسکتے اس لئے اس کے معنی میں اختلاف ہے۔
بعضوں نے کہا کہ اس سے رحمت مراد ہے تا مرادی اور لغوی معنی میں مناسبت
ہو اور وجہ مناسبت کی یہ ہے کہ رحمت لازم اور غایت دعا کی ہے چنانچہ
مواہب لدنیہ اور اس کی شرح میں لکھا ہے (قال المبرد والصلوٰۃ من اللہ الرحمۃ)
اے الانعام او ارادتہ لان المعنی الحقیقی للدعاء لایتصور فی حق اللہ تعالےٰ
فارید بہ لازمہ وغایتہ اور یہی معنے بعض احادیث میں مصرح بھی ہیں۔
چنانچہ درمنثور میں امام سیوطیؒ نے روایت کیا ہے۔ واخرج عبدالرزاق
وابن المنذر وابن ابی حاتم عن الحسن فی قولہ ہو الذی یصلی علیکم قال ان
بنی اسرائیل سالوا موسیٰؑ ہل یصلی ربک فکان ذلک کبر فی صدر موسیٰؑ
فاوحی اللہ علیہ اخبرہم انی اصلی وان صلوتی رحمتی سبقت غضبی و
اخرج عبد بن حمید عن شہر بن حوشب فی الاٰیۃ قال قال بنو اسرائیل یا
موسیٰؑ سل لنا ربک ہل یصلی فتعاظم ذلک علیہ فقال یا موسیٰ مایسالک
قومک فاخبرہ قال نعم اخبرہم انی اصلی وان صلوتی ان رحمتی سبقت غضبی
ولولا ذلک ہلکوا **ترجمہ** ھو الذی یصلی علیکم کی تفسیر میں روایت ہے
کہ سوال کیا بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے (ہل یصلی ربک) اور
شہر بن حوشب کی روایت میں ہے۔ کہ اُن لوگوں نے درخواست کی
موسیٰ علیہ السلام سے کہ حق تعالیٰ سے اس امر کا سوال کریں الغرض شاق
ہوئی یہ بات موسیٰ علیہ السلام پر پس استفسار فرمایا حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام

سے کہ کیا پوچھتی ہے قوم تمہاری پس عرض کیا انہوں نے سوال ان کا ارشاد
ہوا ہاں میری صلوٰۃ رحمت ہے جو سابق ہوئی میرے غضب پر اگر نہ ہوتی
یہ صلوٰۃ ہلاک ہو جاتے وہ لوگ انتہٰے۔ موسیٰ علیہ السلام پر ان کا سوال
جو شاق گذرا سو اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ صلوٰۃ کے معنی دعا سمجھے
جو حق تعالیٰ کی نسبت محال ہے پھر حق تعالیٰ نے خود تصریح فرما دی کہ میری
صلوٰۃ میری رحمت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ سے مراد
رحمت ہوا کرتی ہے اور یہی ہے مذہب ابن عباسؓ اور عکرمہ اور ضحاک
اور سفیان ثوری وغیرہ اہل علم کا اور ایک قول ابو العالیہ کا بھی یہی ہے۔
چنانچہ الدر المنضود فی الصلوٰۃ علی صاحب المقام المحمود میں ابن حجر ہیثمی رح
نے لکھا ہے۔ وقیل ہی (ای الصلوٰۃ) منہ تعالے رحمۃ ونقلہ الترمذی
عن الثوری وغیر واحد من اہل العلم ونقل عن ابی العالیۃ ایضاً وعن الضحاک
اور در منثور میں ہے واخرج عبد بن حمید وابو المنذر عن عکرمۃ قال صلوٰۃ الرب
الرحمۃ وصلوٰۃ الملائکۃ الاستغفار اور مسالک الحنفا میں قسطلانی نے لکھا ہے
قال ابن عباسؓ اراد اللہ ان یرحم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وملئکتہ یدعون وہو
معنے قول الضحاک صلوٰۃ اللہ رحمۃ اور امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے
الصلوٰۃ من اللہ عزوجل ہی رحمۃ ومن الملئکۃ الاستغفار ومن الامۃ الدعاء
والتعظیم اور بعضوں کا قول یہ ہے۔ کہ مراد اس سے ثنا ہے کما فی البخاری
قال ابو العالیہ صلوٰۃ اللہ ثناؤہ علیہ عند الملئکۃ اور اسی قول کو ابن قیم نے
پسند کیا ہے۔ چنانچہ مسالک الحنفا میں قسطلانی رح نے لکھا ہے۔ جس کا ترجمہ

یہ ہے کہ جلاء الافہام میں ابن قیم نے چھ وجہ قائم کئے ہیں۔ کہ صلوٰۃ کے معنے رحمت نہیں ہو سکتے۔ ایک یہ کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ یہاں رحمت کا عطف صلوات پر ہے اور عطف مقتضی مغایرت کو ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ رحمت غیر صلوٰۃ ہے۔ دوسری یہ کہ صلوٰۃ خاص انبیاء اور مومنین کے واسطے ہے اور رحمت عام ہے اور ہر شئے کو شامل ہے۔ تیسری یہ کہ اگر صلوٰۃ بمعنی رحمت کے ہو تو جن لوگوں کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے چاہیئے کہ اللھم ارحم سیدنا محمداً و آل سیدنا محمد کہنے سے وجوب ساقط ہو جاوے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ چوتھی یہ کہ اگر کسی نے کسی پر رحم کر کے مثلاً کھانا کھلایا تو رحمہ کہتے ہیں نہ کہ صلی علیہ یعنے یہاں رحمت صادق آتی ہے اور صلوٰۃ صادق نہیں آتی۔ پانچویں یہ کہ اگر صلوٰۃ کے معنی رحمت کے ہوں تو آیہ شریفہ کے یہ معنے ہوں گے (اللہ تعالےٰ اور فرشتے رحمت اور استغفار کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تو تم دعا کرو ان کے لیئے) حالانکہ وجدان سلیم گواہی دیتا ہے کہ اول و آخر کلام اس معنے پر باہم مرتبط نہیں ہوتا۔ بخلاف اس کے کہ معنی صلوٰۃ کے ثنا ہوں تو تینوں جائے مضمون ایک ہو جائیگا ثنا اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی تو ظاہر ہے رہا یہ کہ صلوٰۃ مومنین کی بصورت دعا ہے تو وہ بھی متضمن ثنا ہو گی۔ کیونکہ ثنا کا حق تعالیٰ سے طلب کرنا بھی ایک قسم کی ثنا ہے اور قطع نظر اس کے طالب رحمت کو مترحم کہتے ہیں۔ نہ کہ مصلی جیسے طالب مغفرت کو مستغفر کہتے ہیں۔ چھٹی یہ کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔
یعنے مت پکارو تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ آپس میں
ایک دوسرے کو پکارتے ہو یعنے رسول وغیرہ القاب سے پکارنا چاہیئے
صرف نام لے کر پکارنا درست نہیں اور یہ نہی صرف کفار کو تھی ورنہ اہل
اسلام خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا رسول اللہ کہہ کر خطاب کرتے تھے
اور یہ بات جب خطاب میں تھی۔ تو جو اس کے معنی ہیں ہے۔ یعنی دعا اس
میں بھی یہی لحاظ چاہیئے۔ اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
حق میں دعا بھی ایسی کرنا چاہیئے جو کسی کے واسطے نہ کی جاوے اور ظاہر ہے
کہ دعا رحمت کی ہر مسلمان بلکہ کفار وحیوانات کے واسطے بھی کی جاتی ہے
چنانچہ استسقا میں کہا جاتا ہے اللہم ارحم عبادک وبلادک وبہائمک یعنی
یا اللہ رحم کر اپنے بندوں پر اور شہروں پر اور جانوروں پر الحاصل
ان وجوہات سے صلوٰۃ کے معنی رحمت لینا درست نہیں انتہے ملخصًا اور
بعضوں نے کہا مراد اس سے مغفرت ہے کما فی مسالک الحنفا وثانیہا ان صلوٰۃ
اللہ مغفرتہ درجح القرافی ہذا وقربہ البیضاوی اور مواہب لدنیہ میں
ہے وردی ابن ابی حاتم عن مقاتل بن حیان قال صلوٰۃ اللہ مغفرتہ وقال
الضحاک بن مزاحم صلوٰۃ اللہ رحمتہ وفی روایۃ عنہ مغفرتہ حاصل یہ کہ بیضاوی
نے صلوٰۃ اللہ کی تفسیر مغفرت کے ساتھ کی ہے اور میلان قرّ اکا بھی اسی طرف ہے
اور یہی قول مقاتل کا ہے اور ضحاک بن مزاحم سے بھی ایک روایت ایسی
ہی وارد ہے۔ ان حضرات کی دلیل شاید یہ حدیث ہو گی۔ جس کو ابن جریر

طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ حدثنی یعقوب الدورقی حدثنا
ابن علیۃ حدثنا ایوب عن محمد بن سیرین عن عبد الرحمٰن بن بشیر بن مسعود
الانصاری قال لما نزلت اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی
النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا
قالوا یا رسول اللہ ہذا السلام قد عرفناہ فکیف الصلوٰۃ وقد غفر اللہ لک
ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال قولوا اللھم صل علی محمد کما صلیت علی آل ابراہیم
اللھم بارک علی آل محمد کما بارکت علی آل ابراہیم ترجمہ روایت ہے عبد الرحمٰن
بن بشیر رضؓ سے کہ جس وقت نازل ہوئی آیہ شریفہ ان اللہ وملئکتہ تو
عرض کیا۔ صحابہ نے یا رسول اللہ اس سلام کی کیفیت تو ہمیں معلوم ہے
لیکن صلوٰۃ آپ پر کیونکر ہو سکے کہ اگلے پچھلے گناہ آپ کے حق تعالےٰ نے
بخش دیئے ہیں فرمایا کہو اللھم صل علی محمد الخ انتہےٰ ملخصاً سوال صحابہ رضؓ سے
صاف معلوم ہوا کہ صلوٰۃ کے معنے مغفرت سمجھے گئے اور ظاہر ہے۔ کہ یہ کام
اللہ تعالےٰ کا ہے اور پہلے ہی مغفرت ہو چکی تھی جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے
لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ
اس لئے صلوٰۃ کے انتثال میں ضرورت سوال کی ہوئی پھر جب ارشاد
ہوا۔ کہ کہو اللھم صل تو گویا صحابہ نے امتثالاً للامر تسلیم کر لیا۔ اور سوائے اس کے
یہ بھی دلیل ان کی ہو سکتی ہے کہ اس آیۃ شریفہ میں کمال درجہ کی خصوصیت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بحسب اجماع ثابت ہے کما فی المواہب
اللدنیہ والاجماع منعقد علی ان فی ہذہ الآیۃ من تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

والتنویر مالبس فی غیرہ اور جیسے رحمت میں اختصاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں رہتا ویسا ہی ثنا میں بھی کوئی خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں کیونکہ حق تعالیٰ تمام مسلمانوں کی ثنا کیا کرتا ہے -

کما فی الدر المنشور للسیوطیؒ واخرج ابن ابی حاتم عن ابی العالیۃ فی قولہ

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ قال صلوٰۃ اللہ ثناؤہ وصلوٰۃ الملئکۃ الدعاء البتہ مغفرت قطعیہ خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے

کما قال تعالیٰ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اور کسی دوسرے کو یہ بات نصیب

نہیں - کما روی القاضی عیاضؒ فی الشفاء عن ابن عمر رضی اللہ عنہ بعثت بین یدی الساعۃ ومنہ روایۃ ابن وہب انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قال اللہ تعالیٰ سل یا محمدؐ فقلت ما اسال یارب اتخذت ابراہیم خلیلا وکلمت موسیٰ تکلیما واصطفیت نوحًا واعطیت سلیمان ملکا لا ینبغی لاحد من بعدہ فقال اللہ تعالیٰ ما اعطیتک خیر من ذلک اعطیتک الکوثر وجعلت اسمک مع اسمی ینادی بہ فی جوف السماء وجعلت الارض طهورًا لک ولامتک وغفرت لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر فانت تمشی فی الناس مغفورًا لک ولم اصنع ذلک لاحد قبلک وجعلت قلوب امتک مصاحفها وخبأت لک شفاعتک ولم اخبأها لنبی غیرک - **ترجمہ** روایت کیا قاضی عیاض نے شفا میں اور کہا ملا علی قاری نے شرح میں کہ روایت کیا اس کو احمد نے بسند حسن ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ

کہ کچھ مانگو۔ میں نے عرض کیا اے پروردگار کیا مانگوں تو نے ابراہیمؑ کو خلیل بنا لیا اور موسیٰؑ سے کلام کئے نوحؑ کو برگزیدہ کیا اور سلیمان کو وہ ملک دیا۔ جو ان کے بعد دوسرے کو سزاوار نہیں ارشاد ہوا جو تم کو میں نے دیا وہ ان سب سے بہتر ہے تم کو کوثر دیا تمہارے نام کو اپنے نام کے ساتھ رکھا جو پکارا جاتا ہے آسمان میں اور تمہارے اور تمہاری امت کے لئے زمین کو طہور اور پاک بنایا اور اگلے پچھلے گناہ تمہارے بخش دئیے اب لوگوں میں تم مغفور ہو یہ عطائیں پہلے کسی کے لئے نہ ہوئیں تمہاری امت کے دلوں کو مصحف بنایا اور مقرر کر رکھی ہے تمہارے لئے شفاعت کسی نبی کے واسطے یہ بات نہ ہوئی انتہےٰ چونکہ دوسرے انبیا کو یہ قطعیت مغفرت حاصل نہیں اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام روز حشر مقام خوف میں ہوں گے۔ چنانچہ حدیث شریف سے جو بخاری شریف میں بکرات ومرات وارد ہے یہ بات ظاہر ہے۔ اور بعضوں کا قول یہ ہے کہ مراد اس سے سلام ہے کما فی المواہب وجوز الحلیمی ان یکون الصلوٰۃ بمعنی السلام شاید دلیل اس قول کی یہ ہو گی کہ مغفرت ما تقدم وما تاخر وقت واحد میں بالکلیہ ہو چکی اس میں تجدد و استمرار صادق نہیں آتا۔ حالانکہ آیہ شریفہ سے تجدد و استمرار ثابت ہے جیسا کہ قریب معلوم ہوگا البتہ سلام میں استمرار ہو سکتا ہے اور سوائے اس کے ابن قیم کے ان بعض دلیلوں سے اس قول کا بھی ابطال ہوتا ہے اور بعضوں کا قول ہے کہ مراد اس سے ثنا و تعظیم یا فقط تعظیم ہے کما فی المواہب وقیل صلوٰۃ علی خلقہ تکون خاصۃ وتکون عامۃ فیکون صلوٰتہ علی انبیاءہ ہی ما تقدم

ثنا و تعظیم

من الثناء والتعظیم وصلوۃ علی غیرہم الرحمۃ التی وسعت کل شئی وقال
الحلیمی فی الشعب معنی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تعظیمہ۔ اور اسی کے قریب
یہ قول بھی ہے کہ مراد اس سے تشریف و زیادت تکریم ہے کما فی المواہب
دحکی القاضی عیاض عن بکر التستری انہ قال الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
من اللہ تشریف و زیادۃ تکرمۃ شاید دلیل ان اقوال کی یہ ہوگی کہ آیہ شریفہ
میں صلوا علیہ وسلموا سے ظاہر ہے کہ صلوٰۃ کچھ اور ہے اور سلام اور چنانچہ
صحابہؓ نے یہی سمجھا اور سوائے اس کے سلام میں بھی کوئی خصوصیت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں سَلَامٌ عَلٰٓی اِلْیَاسِیْنَ وغیرہ اکثر وارد ہوا ہے
الحاصل ان سب اقوال سے مقصود یہ ہے کہ کمال تعظیم و خصوصیت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ کے نزدیک سمجھی جاوے اور علو شان و
رفعت منزلت درود شریف کی ثابت ہو یہانتک کہ جنہوں نے صلوٰۃ سے
رحمت مُراد لی ہے ان کا بھی مطلب یہ نہیں کہ وہ رحمت عامہ ہے بلکہ وہ رحمت
مراد ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے خاص کی گئی ہے چنانچہ
زرقانی نے اسی قسم کا جواب اس اعتراض کا دیا جو صاحب مواہب نے اس
قول پر وارد کیا ہے کہ اس آیہ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ
سے صلوٰۃ و رحمت میں مغایرت ثابت ہے حیث قال واجیب بان الصلوٰۃ الرحمۃ
المقرونۃ بالتعظیم فہی اخص من مطلق الرحمۃ وعطف العام علی الخاص کثیر
مستعمل اور اس تقریر سے صاحب مواہب کا یہ اعتراض بھی دفع ہو جاتا ہے
کہ جب یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ سلام کا طریقہ

تو ہم نے جان لیا یعنے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ صلوٰۃ آپ
پر کس طور پڑھیں فرمایا کہو اللہم صل علی محمد الحدیث سو اگر صلوٰۃ کے معنی
رحمت ہی ہوتے تو فرمادیتے سلام میں ہی تم نے اسکو بھی جان لیا کیونکہ اس میں
(ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) موجود ہے۔ یہ اعتراض اس وجہ سے دفع ہو سکتا ہے
کہ رحمۃ اللہ سے مراد رحمت عامہ ہے اور صلوٰۃ سے مراد رحمت خاصہ اور
ضرور نہیں کہ عام کے معلوم ہونے سے خاص بھی معلوم ہو جاوے۔ کما قال
الزرقانی والجواب ما قد علم فسوالہم ول علی ان الصلوٰۃ اخص من مطلق الرحمۃ
پھر جب صلوٰۃ رحمت خاصہ کا نام ٹھہرا تو رحمت کے ذکر سے صلوٰۃ کا ذکر
لازم نہیں آتا کیونکہ جہاں خاص کا ذکر مقصود ہو عام کا ذکر کافی نہیں جیسا کہ
انسان کا ذکر جہاں مقصود ہو۔ وہاں حیوان کہنا درست نہ ہوگا اسی وجہ
سے ابن عبد البرؒ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت
رحمہ اللہ تعالیٰ کہنا درست نہیں کما قال السخاوی فی القول البدیع جزم
ابن عبد البر بالمنع فقال لا یجوز لاحد اذا ذکر النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان
یقول رحمہ اللہ لانہ قال من صلی علیّ ولم یقل من ترحم علیّ ولا من دعی لی و
ان کان معنی الصلوٰۃ الرحمۃ ولکنہ خص لہذا اللفظ تعظیما لہ فلا یعدل الی غیرہ
ویویدہ قولہ تعالٰے لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ
بَعْضِكُمْ بَعْضًا اس تقریر سے پانچ اعتراض ابن قیم کے بھی دفع ہو گئے
باقی رہا چھٹا اعتراض ان کا اس کا جواب یہ ہے کہ اللہم صل الخ کی ہیئت
ہر چند دعا کی ہے مگر جب فکیف الصلوٰۃ کے جواب میں وہ ارشاد ہوا۔ تو

بحسب تعیین شارع صلوٰۃ اسی کا نام ہوگا۔ اسی وجہ سے ان الفاظ مشروعہ کو
کوئی پڑھ لے تو صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہنا صادق آجائے گا نہ دعا لہ
حالانکہ وضع صیغہ دعا کے واسطے ہے نکتہ یہ امر ظاہر ہے کہ جس کام کا حکم حق
تعالیٰ نے فرمایا اس کے امتثال میں کوئی کام کیا جاتا ہے مثلاً نماز کے حکم پر
قیام و رکوع وغیرہ ادا کئے جاتے ہیں اور روزہ کے حکم پر بھوکے پیاسے رہتے
ہیں بخلاف اس کے درود شریف پڑھنے کے لئے جب صَلُّوْا ارشاد ہوا
تو کوئی کام نہیں کیا جاتا۔ بلکہ یہی کہا جاتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ یہ تو بلا
تشبیہ ایسا ہوا۔ جیسے بنی اسرائیل نے قتال کے حکم کے جواب میں فَقَاتِلَا
کہا یعنے تمہیں لڑلو وجہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
دیکھا کہ عہدہ برائی اس کی کسی سے نہ ہو سکے گی۔ فرمایا یہ کام اللہ تعالےٰ
ہی کے تفویض کردیا کرو یعنے تفویض کر دینا ہی صلوٰۃ ہو جائے گا اسی
مسئلہ میں امام ابو منصور ماتریدی نے اپنی تفسیر مسمی بتاویلات القرآن
میں اسی قسم کی تقریر کی ہے کما قال والاشکال ان فی الآیۃ الامر للمومنین
ان یصلوا علی النبی ثم قال لما سئل عن کیفیۃ الصلوٰۃ علیہ وماہیتہا
فقال ان یقولوا اللھم صل علی محمد و ہذا سوال من اللہ تعالےٰ
ان یتولی بنفسہ الصلوٰۃ علی محمد علیہ السلام وفی ظاہر الآیۃ ہم المامورون
یتولون الصلوٰۃ بانفسہم علیہ فکیف یخرجون عن الامر بالصلوٰۃ علیہ بالدعا
والسوال من اللہ تعالےٰ بالصلوٰۃ علیہ فنقول ہم امروا بالصلوٰۃ
وہی الغایۃ من الثنار علیہ ولکنہ لم یر النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی وسعہم

وطافتهم القيام بغاية ماامروابه من الثناء عليه فامرهم ان يكلوا ذلك الى الله تعالےٰ

وليفوضوا اليه وان يسالوه ليتولى ذلك هو دونهم لم يرفی وسعهم القيام بغاية الثنا

عليه والا فليس فی ظاهر الاية سوال للرب تعالےٰ ان يصلی هو بنفسه عليه ولكن

فيها الامر للذين آمنوا بان يصلوا عليه والله اعلم تفصيل اس اجمال کی یہ

ہے کہ ہر شئے کے لئے ایک حقیقت اور ہویت مختصہ حق تعالی کے نزدیک

ثابت ہے۔ جیساکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَاَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ

وایضاً قَالَ وَكُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ اور نظائر اس کے بہت

ہیں۔ جیساکہ موت کی صورت دُنبے کی ہے اور قیامت میں ذبح کی جائیگی

اور نیل و فرات کی حقیقت کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے دیکھا کما فی کنز العمال من البخاری رفعت الی سدرۃ المنتہیٰ منتہا

ہا فی السماء السابعۃ بنقہا مثل قلال ہجر وورقہا مثل اذان الفیلۃ فاذا

اربعۃ انہار۔ نہران ظاہران ونہران باطنان فاما الظاہران النیل والفرات

والباطنان فنہران فی الجنۃ آلحدیث یعنے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس میں نے

دو نہریں دیکھیں دو ظاہر کی دو باطن کی ظاہر کی دو نہریں نیل و فرات

ہیں اور باطن کی جنّت میں دو نہریں ہیں اسی طرح ایک خزانہ ہے۔

جس میں اچھے اچھے اخلاق رکھے ہیں کما فی الجامع الصغیر للسیوطی ان

محاسن الاخلاق مخزونۃ عند اللہ تعالےٰ فاذا احب اللہ عبداً منحہ

خلقاً حسنا الحکیم عن العلاء بن کثیر مرسلا ترجمہ روایت ہے علاء بن کثیر

سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اچھے اچھے اخلاق اللہ

حقائق اشیاء

تعالیٰ کے پاس مخزون ہیں۔ جب کسیکو حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔ تو اس
کو کوئی اچھا خلق عنایت فرماتا ہے اور جامع الصغیر میں ہے الحمد للہ تملا
المیزان والتسبیح والتکبیر یملا السموات والارض والصلوٰۃ نور الحدیث حم
ن ھ حب عن ابی مالک الاشعری ترجمہ فرمایا حضرت نے الحمد للہ میزان کو
بھردیگا اور تسبیح و تکبیر آسمانوں کو اور زمین کو بھر دیتی ہیں اور نماز نور ہے
اور زرقانی شرح مواہب میں روایت ہے واخرج احمد وابن حبان
والضیاء برجال الصحیح عن جابر مرفوعًا اتیت بمقالید الدنیا علی فرس ابلق جاء
نی بہ جبریل علیہ قطیفۃ من سندس یعنے میرے پاس دنیا کی کنجیاں لائی گئیں
جن کو جبریل علیہ السلام ابلق گھوڑے پر میرے پاس لائے اور اس قسم
کی روایتیں بکثرت موجود ہیں حاصل یہ کہ حق تعالیٰ کے نزدیک ہر چیز کی
ایک حقیقت ثابت و موجود ہے لیکن بعضوں کا وجود اس عالم میں محسوس
ہے اور بعضوں کا محسوس نہیں چنانچہ احادیث مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے
پھر ہر حقیقت دوسری سے ممتاز ہے بہ تشخص خاص چنانچہ انہیں احادیث
سے یہ بات بھی ظاہر ہے اور یہ حدیث بھی اس پر دلیل ہے جو کنز
العمال میں ہے اذا کان یوم القیمۃ جاء الایمان والشرک یجثوان بین
یدی الرب فیقول للایمان انطلق انت واہلک الی الجنۃ ک فی تاریخہ
عن صفوان بن عسال ترجمہ روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ قیامت کے روز ایمان اور شرک حاضر ہونگے اور حق تعالیٰ
کے روبرو دو زانو بیٹھ جائیں گے ایمان کو ارشاد ہوگا کہ تو اپنے اہل کے ساتھ

جنت میں چلا جاتا ہے۔ اسی طرح درود شریف کا بھی حال سمجھنا چاہیئے کہ ایک شے ممتاز ہے اور وجود اس کا اس عالم کے جنس سے نہیں اور نہ ادراک اس کا حواس جسمانیہ سے ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے متعلق ہے۔ اور تعجب نہیں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھ بھی لیتے ہوں کیونکہ ملکوت وغیرہ عوالم کی اشیا جن تک خیال کی رسائی دشوار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محسوس تھیں۔ اس سے بڑھ کر کیا چاہیئے۔ کہ قیامت کی اشیار کو یہاں سے ملاحظہ فرماتے تھے کما فی الفردوس للدیلمی عن جابرؓ ان اللہ

رفع لی بیت المقدس دانا عند الکعبۃ فجعلت انظر الیہ والی ما فیہ ولقد رأیت جہنم واہلہا فیہا واہل الجنۃ فی الجنۃ قبل ان یدخلوہا کما انظر الیکم یعنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے بیت المقدس رو برو میرے کیا گیا۔ جس کو میں دیکھ رہا تھا اور قبل اس کے کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں جائیں میں ان کو اپنے اپنے مقامات میں دیکھ لیا ہوں جس طرح تم کو دیکھتا ہوں۔

وفی المواہب روی الشیخان من حدیث عقبۃ بن عامر قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی قتلی احد بعد ثمان سنین کالمودع للاحیاء والاموات ثم طلع المنبر فقال انی بین ایدیکم فرط وانا علیکم شہید وان موعدکم الحوض وانی لانظر الیہ وانا فی مقامی ہذا وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض الحدیث ترجمہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد پر آٹھ سال کے بعد جیسا کہ کوئی رخصت کرتا ہے زندوں اور مردوں کو پھر چڑھے حضرتؐ

منبر پر اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے میر منزل ہوں اور تمہارا شاہد ہوں اور ہمارے اور تمہارے ملنے کی جائے حوض ہے جسکو میں اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھ کو دی گئیں انتہے اور سوا اس کے اس دعوٰی پر اور بہت سی دلیلیں ہیں۔ الغرض صلوٰۃ کا ادراک و احساس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے دوسرا اس پر واقف ہو نہیں سکتا۔ جیسا کہ کور مادر زاد سیاہ و سفید پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ اور مثال اسکی ایسی سمجھنا چاہیئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال یعنے پے در پے روزے بلا افطار رکھنا شروع کئے صحابہؓ نے بھی اتباع کا قصد کیا ارشاد ہوا کہ مجھ کو اپنے پر قیاس مت کرو کھلاتا ہے مجھ کو میرا رب پلاتا ہے

بخاری شریف میں ہے عن ابی سعید الخدریؓ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تواصلوا فایکم اراد ان یواصل فلیواصل حتی السحر قالو فانک تواصل یا رسول اللہ قال لست کہیئتکم انی ابیت لی مطعم یطعمنی وساقی یسقین - وفی روایۃ منہ یطعمنی ربی ویسقین اس کھانے پینے کی حقیقت دوسروں کو کیا معلوم ہو سکے۔ اگر وہ ہمارے کھانے پانی کی جنس سے ہوتا تو صوم وصال ہی کیوں کہا جاتا اور لست کہیئتکم وغیرہ کیوں فرماتے ایسا ہی صلوٰۃ کا ادراک و احساس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے اور تعجب نہیں کہ وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ سے اسی کے طرف اشارہ ہو اگرچہ اکثر محدثین نے معنی اس کے نماز کے لئے ہیں مگر اس پر کوئی قرینہ نہیں بخلاف معنی درود کے کہ اس پر یہ حدیث قرینہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی ما من عبد

یصلی علی الاعرج بہا ملک حتی یحیی بہا وجاہ الرحمن فیقول اللہ عز وجل اذہبوا بہا الی قبر عبدی یستغفر لقائلہا وتقر بہا عینہ الدیلمی عن عایشہ کذا فی کنز العمال

یعنے درود جب حق تعالے کے پاس گزرانا جاتا ہے تو فرماتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اسکو لے جاؤ تا اس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں انتہے۔ اسی وجہ سے بعضوں کا مذہب یہی ہے کہ مراد قرۃ عینی فی الصلوٰۃ سے درود ہے کما قال القسطلانی فی مسالک الحنفا معنے قرۃ عینی فی الصلوٰۃ فی حدیث حبب لی من دنیاکم ثلاث النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ الصلوٰۃ التی ذکرہا فی قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ عند بعض انتہے۔ یہ تو اللہ تعالے کی صلوٰۃ کا حال تھا اب رہی صلوٰۃ ملائکہ اور مومنین سو محدثین نے لکھا ہے کہ مراد اس سے استغفار و دعا ہے وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ صلوٰۃ یعنے رحمت خاصہ کا خزانہ حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کسی کو اس میں دخل نہیں۔ خیر خواہوں کا کام صرف دعاگوئی ہے اور وہ بھی صرف اس غرض سے کہ ہم بھی دعاگو رہیں ورنہ پیاپے رحمت خاصہ کا اترنا بغیر دعا کے ہمیشہ جاری ہے جیسا کہ خود حق تعالے اس آیہ شریفہ میں بصیغہ استمرار اسکی خبر دیتا ہے۔ مگر چونکہ اس دعا و استغفار پر بھی صلوٰۃ ہی کا اطلاق فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس صلوٰۃ کی صورت دعائیہ کو بدل کر اسی صلوٰۃ کی صورت میں جلوہ گر فرماتا ہے جو مختص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور کچھ مستبعد نہیں۔ کیونکہ جب ایمان لانے والوں کی سئیات کی صورت کو بدلکر حسنات کی صورت میں جلوہ گر کرتا ہے

تو اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق دعا کی صورت کو ان کی خوشنودی کے واسطے بدل دینا مالک کن فیکون کے نزدیک کونسی بڑی بات ہے۔ دیکھ لیجئے سئیات کو حسنات بنا دینا اس آیہ شریفہ سے ثابت ہے قال تعالےٰ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ ترجمہ مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام نیک پس بدل دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں کے ساتھ اور ہے اللہ غفور رحیم اس صورت میں تینوں صلوات کی صورت بالمآل ایک ہی ہو گی اس پر یہ بھی قرینہ ہو سکتا ہے کہ جب آیہ صلوٰۃ نازل ہوئی صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ سلام کی کیفیت تو ہمیں معلوم ہوئی صلوٰۃ کا کیا طور ہو گا چنانچہ درمنثور وغیرہ اکثر کتب میں اس مضمون کی روایتیں وارد ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے واخرج ابن ابی سعد واحمد وعبد بن حمید والبخاری والنسائی وابن ماجۃ وابن مردویہ عن ابی سعید الخدری قال قلنا یارسول اللہ ہذا السلام علیک قد علمناہ فکیف الصلوٰۃ قال قولوا اللّٰھم صل علی محمد عبدک ورسولک کما صلیت علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم۔ کذا فی الدر المنثور للسیوطی فی تفسیر آیہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ سے مراد صحابہ نے دعا نہ سمجھی ورنہ ہر شخص دعا گوئی میں مصروف ہو جاتا استفسار کی وجہ یہی ہو گی کہ رحمت نازل کرنا تو خاص اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس امر کا امتثال ہم سے کیونکر ہو سکے ارشاد ہوا کہ تمہارا کام اتنا ہی ہے کہ ان الفاظ

کو کہدیا کرو اس تقریر سے ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا مطلب بھی معلوم ہوگیا جو ابھی مذکور ہوا اور وہ اشکال بھی دفع ہوگیا۔ جو قسطلانی نے شرح بخاری میں وارد کیا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ میں لفظ اللہ کی خبر محذوف ہے یا اللہ و ملئکۃ دونوں کی خبر یصلون ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ یصلون دونوں کی خبر ہو کیونکہ اللہ کی صلوٰۃ کچھ اور ہے اور ملئکہ کی کچھ اور ایک لفظ کا استعمال دو معنے مختلف میں وقت واحد میں درست نہیں اور اگر کہا جاوے کہ لفظ اللہ کی خبر محذوف ہے یعنے یصلی اور یصلون ملئکۃ کی خبر ہے۔ تو وہ بھی درست نہیں اس لئے کہ نحو میں تصریح ہو چکی ہے کہ جب معنی دو خبروں کے جدا جدا ہوں تو اس وجہ سے کہ دوسری خبر محذوف پر دلالت نہیں کرتی ایک کو حذف کرنا درست نہیں اگرچہ لفظ دونوں کا ایک ہو جیسے زید ضارب و عمرو ہیں اگر محذوف ضارب سے چلنے والا مراد ہو یعنے مسافر اور مذکور سے مارنے والا کما قال القسطلانی فی شرح البخاری اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ اختلف ہل یصلون خبر عن اللہ و ملائکتہ او عن الملئکۃ فقط و خبر الجلالۃ محذوف لتغائر الصلاتین لان صلوۃ اللہ غیر صلوتہم ای ان اللہ و ملئکتہ یصلون لا ان فیہ بحثا و ذلک انہم نصوا علی انہ اذا اختلف مدلولا الخبرین فلا یجوز حذف احد ہما لدلالۃ آخر و ان کانا بلفظ واحد فلا تقول زید ضارب و عمرو یعنے عمرو ضارب فی الارض ای مسافر وجہ دفع اشکال یہ ہے کہ تینوں صلوٰۃ حقیقت میں ایک ہیں اور مصداق سب کا ایک ہی قسم کا ہے نہ مختلف

نکتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین فرمایا ہے تو گویا ذات مبارک منبع رحمت ہے کہ تمام عالموں سے متعلق رحمتوں کا اضافہ یہیں سے ہوتا ہے ۔ اس لئے صلوٰۃ و رحمت الہٰی پیاپے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی ہے تاکہ اُدھر سے استفادہ اور ادھر سے افاضہ برابر جاری رہے **فائدہ** اس آیہ شریفہ میں حق تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ یعنے اس کے فرشتہ درود پڑھتے ہیں اور آدم علیہ السلام کے سجدہ کے باب میں فرمایا فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ یعنے تمام فرشتوں نے ان کو سجدہ کیا ۔ اہل مذاق وجدان سلیم سے سمجھ سکتے ہیں ۔ کہ اس اضافت و ترک اضافت میں کس قدر لطف رکھا ہے ۔ امر وجداتی تو بیان میں آ نہیں سکتا ۔ مگر بحسب ظاہر ہر شخص اس قدر سمجھ سکتا ہے کہ اس اضافت میں کوئی معنی زاید ایسے ہونگے جو صرف ملائک کہنے میں نہیں ۔ اور یہ ممکن نہیں کہ یہ اضافت تعریف یا تخصیص کے کے واسطے ہو ۔ جیسے غلام زید میں ۔ کیونکہ زید کے سوائے دوسروں کے بھی غلام ہوتے ہیں تو غلام زید سے فائدہ تعریف یا تخصیص کا ہوگا بخلاف ملائکہ کے اسلئے کہ سب فرشتے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں کسی دوسرے کے نہیں پس ملائکتہ کہنے سے نہ تعریف ہوئی نہ تخصیص ۔ بلکہ اس اضافت سے یہ معلوم ہوا کہ جس فرشتہ کو نسبت حق تعالےٰ کے طرف ہے ۔ یعنے تمام فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا کرتے ہیں اور اس حکم سے کوئی فرشتہ مستثنےٰ نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ جو مستثنےٰ ہوگا اس سے یہ

مقاصد الاسلام

نسبت جاتی رہے گی اور یہ محال ہے۔ پھر یہ بات ظاہر ہے کہ سب فرشتے
اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں باوجود اس کے جب نسبت اپنی طرف فرمائی تو معلوم
ہوا کہ صرف عزت افزائی اُن کی نسبت سے مقصود ہے جیسے فرماتا ہے اِنَّ
عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ یعنے جب شیطان نے آدمیوں کو
گمراہ کرنے پر اپنی آمادگیاں ظاہر کیں ارشاد ہوا کہ میرے بندوں پر تیرا
کچھ غلبہ نہیں حالانکہ سب بندے اللہ تعالےٰ کے ہیں۔ تو جیسے عبادی کی
اضافت سے شرافت ان عباد کی ظاہر ہوتی ہے۔ جو دام میں شیطان کے
نہیں آتے ویسا ہی ملائکتہ کی اضافت سے شرافت ان ملائک کی
ظاہر ہوتی ہے جو درود پڑھتے ہیں۔ اور شرافت کی وجہ یہی ہوئی۔ کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی نسبت ان کے طرف
کی گئی ورنہ یہی ملائک ہیں جن کا ذکر **فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ** میں بھی کیا گیا
ہے۔ کچھ ایسے طور پر کہ جس سے کوئی شرافت ظاہر نہیں ہوتی کیوں نہ ہو
حبیب کا خیر خواہ بھی اپنا ہی سمجھا جاتا ہے **الحاصل** وملئکتہ یصلون کا
یہ مطلب ہوا کہ جتنے فرشتے عالم علوی اور سفلی میں ہیں سب کے سب نبی صلی اللہ
علیہ وسلم پر ہمیشہ درود پڑھتے ہیں اور اسی وجہ سے انکو وہ فضیلت مخصوص
عطا ہوئی کہ جس کا عوض مذہب عشاق میں شاید جان بھی فدا کریں تو نہ
ہو سکے کیونکہ عشاق اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ محبوب جب کسی عاشق
کو اپنا کہدے تو اسکی کیا حالت ہوگی غرض وملئکتہ میں جو باتیں رکھی ہوئی ہیں
فسجد الملئکتہ میں نہیں ہیں **فائدہ** تعداد تمام ملائک کی جو ہمیشہ درود شریف

تعداد ملائکہ

کے پڑھنے میں مشغول ہیں - حق تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس قدر ہے چنانچہ مصرح ارشاد ہے وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ **ترجمہ** نہیں جانتا ہے آپکے پروردگار کے لشکروں کو کوئی سوائے اسکے انتہٰے - مزید توضیح کے واسطے یہاں چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں جن سے یہ بات ثابت ہو جائیگی کہ شمار فرشتوں کا حد سے باہر ہے - منجملہ ان کے ایک یہ ہے - جو امام سیوطیؒ نے حبایک میں ذکر کیا ہے واخرج ابوالشیخ عن الحکم قال بلغنی انہ ینزل مع المطر من الملئکۃ اکثر من ولد آدم و ابلیس یحصون کل قطرۃ واین یقع و من یرزق ذلک النبات **ترجمہ** یعنے پانی کے ساتھ اس قدر فرشتے اترتے ہیں کہ ان کی تعداد آدمیوں اور جنات سے بڑھی ہوئی ہے وہ ہر قطرہ کو شمار کر لیتے ہیں اور یہ بھی معلوم کر لیتے کہ وہ کہاں گرے گا اور اس سے جو سبزی پیدا ہو گی - کس کا رزق ہے انتہٰے اور ایک یہ ہے جو حبایک ہی میں مذکور ہے واخرج ابوالشیخ من طریق مجاہد عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس من خلق اللہ اکثر من الملئکۃ ما من شی ینبت الا ملک موکل بہا **ترجمہ** فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مخلوق خدا کی فرشتوں سے زیادہ نہیں ہے کوئی نبات و روئیدگی ایسی نہیں کہ جس پر ایک فرشتہ موکل اور متعین نہیں انتہٰے اس حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ تمام عالم میں جس قدر موجودات ہیں - سب سے زیادہ فرشتے ہیں اور خصایص کبریٰ میں سیوطیؒ نے روایت کیا ہے - واخرج الترمذی وابن ماجۃ وابونعیم عن ابی ذرؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اری

مالا ترون واسمع مالا تسمعون اطت السماء وحق لها ان تئط لیس فیها موضع ربع اصابع الا و ملک واضع جبهتہ ساجداً **ترجمہ** فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان بوجھ کے سبب سے چرچراتا ہے اور یہ بات اس کو سزاوار ہے کیونکہ اس میں کوئی چار انگل کی ایسی جگہ نہیں ہے جس میں کوئی فرشتہ پیشانی رکھے ہوئے سجدہ میں نہ ہو انتھٰے اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے عن عبداللہ بن عمر ان اللہ تعالیٰ جزء الخلق عشرۃ اجزاء فجعل الملئکۃ تسعۃ اجزاء و سائر الخلق جزءً **ترجمہ** روایت ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ حق تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے دس حصے کئے نو حصے فرشتے بنائے اور ایک حصہ تمام مخلوقات انتھٰے اور سوائے اس کے کئی حدیثیں ہیں جن سے یہ بات ثابت ہے کہ ملائک اس کثرت سے موجود ہیں اور ہمیشہ پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ کہ جس کا شمار نہیں اگر اس کی تفصیل پر مطلع ہونا ہو تو الحبائک فی اخبار الملائک جو خاص ملایک ہی کے احوال میں امام سیوطیؒ نے لکھی ہے اسکو دیکھ لیجئے۔ حاصل یہ کہ اس قدر مقربان بارگاہ الٰہی جن کی تعداد تمام عالم کے موجودات سے کئی حصہ بڑھ کر ہے ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے میں معروف ہیں اور خود حق تعالیٰ ہمیشہ کے لئے اس کام میں اپنی مشغولی بلاکیف ظاہر فرماتا ہے تو تھوڑے سے آدمیوں کا درود وہاں کس قطار و شمار میں ہو سکتا ہے مگر یہ ہے شان رحمۃ للعالمینی کہ باوجود اس کے

امتیوں سے اس تحفہ محقرہ کی درخواست فرماتے ہیں اور وہ بھی کس خوبی کے ساتھ کہ اگر تم ایک بار درود پڑھوگے تو خدائے تعالٰے تم پر ستر بار درود بھیجے گا۔ اور تمام فرشتے تمہارے حق میں دعا کریں گے اور کل حاجتیں دینی و دنیاوی تمہاری روا ہونگی۔ اگر انصاف ہو تو معلوم ہو کہ یہ صرف بندہ نوازی ہے ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک وہاں یہ تحفہ محقرہ کس قطار و شمار میں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ خود شاہ کونینؐ جن سے ہر طرح کی امیدیں ہیں ایک اس قسم کا ہدیہ ہم سے طلب فرماویں اور اس کی کچھ پروا نہ کی جائے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ اعتراف قصور ہو بلکہ مخالفانہ ایسی دلیلیں قائم کی جائیں جس سے یہ بات ثابت ہو کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت کے موافق عمل کیا جاوے تو اس میں قباحتیں لازم آئیں گی نعوذ باللہ من ذلک واقع میں اُدھر سے کسی قسم کی کوتاہی نہیں مگر ادھر جب تنگی حوصلہ ہو اور قابلیت و استعداد نہ ہو تو اس کا کیا علاج سچ ہے ؎ طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست ؏ الٰہ العالمین جیسا تو نے اپنے حبیبؐ کو ہماری خیر خواہی کی طرف متوجہ فرمایا ایسا ہی انہیں کے طفیل سے ہمیں فہم سلیم بھی عطا کیجو کہ ان کی نوازشوں اور خیر خواہیوں کو سمجھیں اور تیری اور ان کی قدر کریں۔

اب ہم ذرا ان حضرات سے پوچھتے ہیں (جنکے مشرب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر چنداں ضرور نہیں) کہ کیا آپنے کچھ اللہ تعالیٰ کی بھی قدر کی ہے یا وہ بھی صرف دعویٰ زبانی ہے۔ کیونکہ اس آیہ شریفہ سے آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالٰے کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کس قدر ہو گی۔ جو ہمیشہ

کے لئے ان پر اپنا صلوٰۃ بھیجنا ظاہر فرماتا ہے۔ پھر اگر عظمت حق تعالیٰ کی مسلم ہے تو چاہیئے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی دلمیں متمکن ہوتی۔ برخلاف اس کے جب تعظیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرق آگیا تو معلوم ہوا کہ یہ اور امتثال اس کی قدر دانیاں اور عزت افزائیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تعالےٰ نے فرمائی ہیں اس کی کچھ وقعت نہیں۔ اور یہ بالکل منافی دعویٰ عظمت کبریائی ہے۔ میری دانست میں کسی مسلمان کا عقیدہ ایسا نہ ہوگا۔ کیونکہ جملہ اہل اسلام جانتے ہیں کہ شیطان نے جو آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اس کی وجہ یہی کہ اس نے اپنے زعم میں حق تعالےٰ کی عظمت خوب جما رکھی تھی۔ کہ کسی کی عظمت کو اس کے دل میں مطلقاً جائے نہ تھی۔ مگر جب حق تعالےٰ نے اُن کا مرتبہ ظاہر فرمایا اور اس نے ان کی بے قدری کی اور معظم نہ سمجھا صرف اسی وجہ سے مردود ٹھہرا۔ اور اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ گو حق تعالےٰ کی تعظیم کا اس کو دعوےٰ تھا مگر دل میں اس کا اثر نہ تھا اور اسکی مثال بعینہٖ ایسی ہوئی جیسے کفار حق تعالیٰ کو خالق ارض وسما کہتے تھے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ مگر بت پرستی اور لوازم اس کے اس قول کو ان کے باطل کئے دیتے تھے۔ چنانچہ مولانا فرماتے ہیں۔

گر بہ پرسی گبر را کاین آسمان	آفریدۂ کیست وین خلق جہان
گوید آنہا آفریدۂ آن خدا ست	کافرنیش برخدائیش گواست

کفر و ظلم و استم بسیار او فعل او کردہ دروغ آں قول را		نیست لائق با چنین اقرار او باشد او لائق عذاب ہول را

ف ایک ضمیر میں خدا اور رسول کا ذکر

اسی طرح جس کے دل میں درود شریف کی وقعت نہ ہو اس کے نزدیک حق تعالیٰ کی بھی عظمت نہیں۔ کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے (جس کا ذکر قریب آتا ہے) کہ جو شخص ایک بار درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے حق تعالیٰ اس پر دس بلکہ ستر درود بھیجتا ہے اب دیکھئے کہ جس کے نزدیک حق تعالیٰ کے صلوٰۃ کی کچھ بھی وقعت ہو گی تو درود شریف کی ضرور اس کو رغبت ہو گی اور جب درود شریف پر رغبت نہیں جس کی وجہ سے صلوٰۃ الٰہی حاصل ہو سکے تو معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الٰہی کی اس کو کچھ قدر نہیں ایسی ہی باتوں سے شاید حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ۔ اللھم وفقنا لما تحب وترضی **فائدہ** علماء رحمہم اللہ نے اختلاف کیا ہے کہ یُصَلُّوْنَ کی ضمیر اللہ تعالےٰ اور ملائکہ کی طرف راجع ہے یا صرف ملائکہ کی طرف۔ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک جماعت کا قول ہے یُصَلُّوْنَ کی ضمیر اللہ تعالےٰ اور ملائکہ کی طرف راجع ہے۔ مقصود اس سے فرشتوں کو شرافت دینا ہے کہ ایک کام کے اسناد اور نسبت ایک ہی صیغہ سے اپنے اور انکی طرف ہو یہ بڑی تشریف و تکریم ہے کہ اس امر خاص پر جو صیغہ دلالت کرتا ہے اس میں حق تعالےٰ نے ان کو اپنے ساتھ جمع فرمایا یہاں اگر کوئی اعتراض کرے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ کسی خطیب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں خطبہ پڑھا جس میں

یہ الفاظ تھے ومن یطع اللہ و رسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقد غوی یعنے
جس شخص نے خدا اور رسول کی اطاعت کی راہ راست پائی اور جس نے ان دونوں
کی نافرمانی کی گمراہ ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو برا خطیب ہے -

ومن یعص اللہ ورسولہ فقد غوی کہہ مقصود یہ کہ ایک ضمیر میں خدا اور رسول
کو جمع کرنا نہ چاہیئے اس صورت میں یصلون کی ضمیر خدائے تعالےٰ اور ملائک
کی طرف پھیرنا کیونکر درست ہوگا اس کا جواب یہ ہے - کہ حق تعالیٰ مختار
ہے عدم جواز کا حکم وہاں جاری نہیں ہو سکتا اور ایک جماعت کا یہ قول
ہے کہ ضمیر یصلون کی صرف ملائکہ کی طرف راجع ہے اور خبر لفظ اللہ کی
محذوف ہے یعنے ان اللہ یصلی اس صورت میں اجتماع اللہ اور ملائکہ کا
ایک ضمیر میں لازم نہیں آتا جسکی ممانعت ہے جماعت اولی کا ایک جواب
یہ بھی ہے کہ جمع مذکور مطلقاً ممنوع نہیں - رہا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے خطیب کو لفظ یعصہما سے منع فرمایا سو اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ ایک
ضمیر میں اللہ و رسول کو اس نے جمع کیا تھا بلکہ وجہ اس کی یہ تھی کہ اس نے
ومن یعصہما پر سکوت کیا تھا جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس نے نافرمانی
خدا و رسول کی کی وہ بھی راہ راست پر ہے چنانچہ ابو داؤد نے عدی بن
حاتم سے روایت کیا ہے ان خطیباً خطب عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فقال ومن یطع اللہ و رسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقال قم بئس الخطیب انت
لیکن اس کا جواب ہو سکتا ہے کہ مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمیر تثنیہ ہی
کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطیب کو زجر فرمایا تھا -

کیونکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد زجر کے فرمایا کہ ومن یعص اللہ ورسولہ کہہ اور اگر وقف وسکوت کی وجہ سے زجر مقصود ہوتا تو فرماتے ومن یعصہما فقد غوی متصل کہہ انتہی ملخصاً اگرچہ امام قرطبیؒ نے اس مقام میں طویل وعریض بحث کی ہے - جیسا کہ معلوم ہوا مگر ہنوز اس میں نظر کو گنجائش ہے اسلئے کہ مسلم شریف کی روایت باوجود معارض ہونے روایت ابی داؤد کے اگر مسلّم بھی ہو تو اس سے قطعاً یہ لازم نہیں آتا کہ ایک ضمیر میں خدا ورسولؐ کو جمع کرنا دُرست نہیں - اس لیئے کہ جائز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس خطیب کو (اس وجہ سے کہ قریب العہد بشرک ہے) جمع کرنے سے منع فرمایا ہو تو یہ منع کرنا ایک مصلحت خاص کی وجہ سے ہوگا نہ عموماً جیسا کہ ابتدائے زمانہ حرمت خمر میں ظروف خمر یعنے دبّا حنتم نقیر اور مزفت کا استعمال ممنوع تھا اس وجہ سے کہ ان سے شراب یاد آتی تھی پھر بعد ایک زمانہ کے جب خمر سے نفرت پیدا ہوگئی استعمال اُن ظروف کا جائز کر دیا گیا چنانچہ حرمت اور اجازت کی روایتیں صحاح میں موجود ہیں اور دلیل اس بات پر کہ کسی دوسری وجہ سے خاص اُس خطیب کو ومن یعصہما کہنے سے منع فرمایا تھا یہ ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا ایسے صیغوں کو استعمال فرمایا ہے چنانچہ کنز العمال میں روایت ہے عن ابی ذرؓ قال قلت یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ما الایمان قال ان تشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ وان یکون اللہ ورسولہ احب الیک مما سواہما الحدیث رواہ احمد فی مسندہ ترجمہ یعنے ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایمان کیا ہے فرمایا یہ کہ گواہی دو توحید و رسالت کی اور یہ کہ اللہ اور رسول
کی محبت تمام چیزوں سے زیادہ ہو دیکھئے سوا ہما کی ضمیر خدائے تعالیٰ اور رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف پھرتی ہے بلکہ خود لفظ من یعصہما آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم خطبہ میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ ابوداؤد میں ہے عن ابن مسعودؓ ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا تشہد قال الحمد للہ نستعینہ و نستغفرہ
و نعوذ باللہ من شرور انفسنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضلل فلا ہادی
لہ و اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ ارسلہ بالحق بشیراً و
نذیراً بین یدی الساعۃ من یطیع اللہ و رسولہ فقد رشد و من یعصہما فانہ لا یضر
الا نفسہ و لا یضر اللہ شیئاً۔ و عن یونس انہ سال ابن شہاب عن تشہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یوم الجمعۃ فذکرہ نحوہ و قال و من یعصہما فقد غوی الحدیث رواہما ابوداؤد
ترجمہ روایت ہے ابن مسعودؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ
پڑھتے تو اس میں فرماتے و من یعصہما فانہ لا یضر الا نفسہ اور ایک روایت و من
یعصہما فقد غوی ہے انتہی ملخصاً ان حدیثوں سے یہ بھی بات ثابت ہے
کہ یہ خطبہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے اور ابن ابی الدنیا
نے کتاب الحذر میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں موسی ابن عقبہ سے خطبہ طولانی
نقل کیا ہے جسمیں یہ الفاظ بھی موجود ہیں و من یطع اللہ و رسولہ فقد رشد و من
یعصہما فقد ضل ضلالاً مبیناً ذکرہ فی کنز العمال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اور صدیق اکبرؓ کا من یعصہما ہمیشہ خطبہ میں پڑھنا ثابت ہے تو یہ کہنا کیونکر صحیح
ہو گا کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ضمیر میں جمع کرنا درست نہیں۔

فائدہ: تاکید استمرار صلوٰۃ

فائدہ اہل عربیت کے نزدیک مسلم ہے کہ جملہ میں ثبوت محکوم بہ کا محکوم علیہ کیلئے ہوا کرتا ہے خواہ وہ جملہ فعلیہ ہو خواہ اسمیہ لیکن جملہ اسمیہ میں بہ نسبت فعلیہ کے دو باتیں زائد ہوتی ہیں ایک اُس ثبوت کی تاکید دوسرا اسکا دوام چنانچہ سعدالدین تفتازانیؒ نے مختصر معانی میں لکھا ہے الجملۃ الاسمیۃ تفید تاکید الثبوت ودوامہ اس سے ثابت ہوا کہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ سے تاکید اس امر کی مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اور ملایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ دُرود بھیجتے ہیں۔ یہ مفاد صرف جملہ اسمیہ کا ہوا۔ پھر مسند یعنے یصلون کے فعل مضارع ہونے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ فعل مستمر الیھم سے آناً فاناً صادر ہوتا جاتا ہے کما قال ابن حجر فی الدر المنضود وکما افاد الجملۃ الدوام لکونہا اسمیۃ کذلک تفید التجدد ونظر الخبر ہا کما قالوا فی اللہ یستہزئ بہم وکما قال القسطلانی فی شرح البخاری تحت الآیۃ الموصوفۃ وعبر بصیغۃ المضارع لیدل علی الدوام والاستمرار۔ غرض استمرار صلوٰۃ کا دو طور سے ثابت ہوا ایک بدلیل جملہ اسمیہ۔ دوسرا اس وجہ سے کہ فعل مضارع خبر ہے اور اسکی تاکید بھی جملہ اسمیہ ہونے کے سبب سے ہوگئی۔ جب اللہ تعالیٰ نے کلام قدیم میں اپنے اور ملائکہ کے ہمیشہ درود بھیجنے پر ایسے قرائن قائم کردئے تو اب کون مسلمان ہوگا کہ باوجود اس کے اسمیں تردد یا انکار کرے۔ مگر حق تعالیٰ نے اُس پر بھی کفایت نہ کرکے اس جملہ کو لفظ اِنَّ کے ساتھ موکد فرمایا جو تردد اور انکار کے دفع کرنے کو لایا جاتا ہے کما فی التلخیص ان کان المخاطب متردداً فی الحکم طالباً لہ حسن تقویتہ بموکد وان کان منکراً وجب توکیدہ بحسب الانکار۔ اب یہاں دیکھنا چاہیئے کہ وہ کون لوگ ہونگے جنکا تردد

اور انکار اس کلام قدیم میں ملحوظ ہوا - یہ بات تو ظاہر ہے کہ زمانہ نزول آیہ شریفہ میں یا اہل ایمان تھے یا منافق یا کفار۔ کفار و منافقین تو اس خطاب میں شریک ہی نہیں اس لئے کہ مخاطب اہل ایمان ہیں جو یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے ساتھ ندا کئے گئے ہیں - اب رہے اہل ایمان یعنے صحابہ بفضلہ تعالیٰ ایمان اُن حضرات کا اس درجہ قوی تھا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو کوئی خبر دیتے تو بلا تردد مان لیتے تھے چہ جائیکہ خود حق تعالیٰ اپنے کلام قدیم میں خبر دے اور انکو تردد ہو شان صحابیت ہرگز اسکو قبول نہیں کر سکتی غرض اُن کا حال بھی مقتضی تاکید نہ تھا جب تینوں اصناف موجودہ کے لحاظ سے تاکید نہ ہوئی تو ضرور رہا کہ سوائے اُن کے کوئی اور لوگ ہوں گے جن کا لحاظ اس تاکید میں کیا گیا اور یہ ممکن نہیں کہ بغیر لحاظ کسی کے تردد اور انکار کے اس کلام بلیغ معجز میں تاکید لائی گئی ہو - اگرچہ مصداق اُن کا معین کرنا ہمارا کام نہیں مگر ہر شخص کا ذہن با دنے تامل انہیں آخری زمانے کے مسلمانوں کی طرف متبادر ہوگا جن کا ایمان قرآن شریف پر تو ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مستحق ایسے مدارج عالیہ کے نہیں سمجھتے فی الحقیقت یہ کمال عنایت حق تعالیٰ کی ہے کہ تنبیہ فرمایا تا سمجھ جائیں کہ جب اس درجہ کی اعتنا بالشان اور مشغول دایمی اپنی اور ملائک کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ میں اس اہتمام سے بیان فرماتا ہے تو کس قدر عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم لوگوں کے دلوں میں متمکن ہونا چاہیئے - اگر اس پر بھی عقیدہ کو کچھ حرکت نہ ہو تو بارگاہ لاابالی میں کیا پرواہ وہاں تو نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی کا عمل جاری ہے

فائدہ جب حق تعالیٰ نے کمال عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ور اہتمام صلوٰۃ عالم ملکوت میں اور استمرار اپنی صلوٰۃ کا صراحتہ اور کنایتہ ہر طرح سے فرمادیا۔ عنایات ازلی نے جوش کیا اور توجہ اس طرف ہوئی کہ حضرت کے امتی بھی اس دولت عظمیٰ اور ذریعہ قصوی سے بے نصیب نہ ہیں اول اُن کو یَا اَیُّھَا کہہ کر خواب غفلت سے جگایا تا ہوشیار ہو جاویں اور بگوش جان سنیں کیا ارشاد ہوتا ہے کیونکہ اہل عربیت نے تصریح کی ہے کہ لفظ اَیُّھَا تنبیہ کیواسطے ہے اہل ایمان تو پہلے ہی سے مستعد اور مشغول تھے چنانچہ پیشتر اُس کا حال معلوم ہو چکا اسپر یہ تنبیہ گویا تازیانہ شوق ہوگئی اب تو یہ حضرات بیخود ہیں اور مارے خوشی کے اپنے میں سماتے نہیں۔ اول تو یہ خوشی کہ اپنے ہدیہ محقرہ کو بھی ایسی صلاحیت عطا ہوئی کہ بارگاہ باعث ایجاد عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں گزرانا جاسکے ور اُسپر یہ سرفرازی کہ ایسے امر میں اشتغال مطلوب ہے جس کے طرف حق تعالیٰ اپنی توجہ دائمی ظاہر فرماتا ہے اس حسن خطاب کا لطف وہی حضرات جانتے ہیں جن کے دل ایمان اور محبت خدا ور رسولؐ سے مالامال ہیں۔

فائدہ جب حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ یہ باوقعت کام یعنے تحفہ صلوٰۃ بارگاہ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں گزرانا جن وانس سے بھی لیا جائے تو اُن میں سے اعلیٰ درجہ کے افراد منتخب کر کے خطاب فرمایا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ۔ کیونکہ مومنین وہ باوقعت اور معزز لوگ ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک اُن سے زیادہ کوئی بزرگ نہیں چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس شئی اکرم علی اللہ من المومن

فائدہ حسن خطاب صلوٰۃ

فائدہ شرافت مومن

طص عن ابن عمر ذکر فی کنز العمال وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المومن اکرم علی اللہ من الملئکۃ المقربین ابن النجار ذکرہ فی کنز العمال
ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ملائکہ مقربین سے اور ہر چیز سے زیادہ تر بزرگ ہے اور ابن ماجہ میں روایت ہے
عن عبد اللہ بن عمرو قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطوف بالکعبۃ ویقول ما اطیبک واطیب ریحک ما اعظمک واعظم حرمتک والذی نفس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بیدہ لحرمۃ المومن اعظم عند اللہ حرمۃ منک مالہ ودمہ وان نظن بہ الا خیرا ترجمہ عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ عین طواف خانہ کعبہ میں فرماتے تھے کہ کیا اچھا ہے تو اور تیری خوشبو اور کیا عظمت ہے تیری اور تیرے حرمت کی خدائی کی قسم مومن کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ ہے انتہی ملخصًا اور اہل ایمان کی شان میں صدیقین وشہدا کا لقب وارد ہے چنانچہ تفسیر در منثور میں امام سیوطی رح نے کئی حدیثیں اس مضمون کے نقل کی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے واخرج ابن جریر عن البراء بن عازب سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مومنو امتی شہداء ثم تلا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَاۗءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ترجمہ براء بن عازب رض کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے میری امت کے مومنین شہدا ہیں پھر پڑھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے والذین آمنوا الآیہ یعنی جو لوگ اللہ و رسول پر

ایمان لائے وُہی لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیقین وشہدا ہیں انتہیٰ اور
ایک روایت یہ ہے اخرج ابن ابی حاتم عن ابی ہریرۃ رضؓ انہ قال یوما وہم عندہ
کلکم صدیق وشہید قیل لہ ما تقول یا ابا ہریرۃ قال اقرؤا والذین امنو
باللہ ورسولہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم ترجمہ ایک روز
ابوہریرہ رضؓ نے اپنے رفقا سے کہا کہ تم لوگ سب صدیقین وشہدا ہو کسی نے
کہا اے ابی ہریرہؓ یہ کیا کہتے ہو کہا اگر تامل ہو تو اس آیت کو پڑھ لو والذین
آمنوا الآیہ اور اسمیں یہ روایت بھی ہے واخرج عبدالرزاق وعبدابن حمید عن
مجاہد قال کل مومن صدیق وشہید ثم تلا والذین آمنوا باللہ ورسولہ اولئک
ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم ترجمہ مجاہد نے کہا کہ ہر مومن صدیق وشہید
ہے اور استدلال میں یہ آیت پڑھی والذین آمنوا باللہ ورسولہ الآیۃ تفسیر
درمنثور میں اسی مضمون کی کئی روایتیں ابن جریر اور ابن منذر اور ابن
ابی حاتم اور عبدالرزاق اور عبدبن حمید اور ابن حبان سے ذکر کی ہیں جن کا
مطلب یہ ہے کہ مومنین کو مراتب صدیقین وشہدا کے حاصل ہیں اور مومنین
وہ لوگ ہیں جنکو گناہ کچھ ضرر نہیں دیتا چنانچہ ارشاد ہے قال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم کما لا ینفع مع الشرک شیئ کذلک لا یضر مع الایمان شیئ خط عن عمر
حل عن ابن عمر ذکرہ فی کنزالعمال ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے جیسا کہ شرک کے ساتھ کوئی چیز نفع نہیں دیتی اسی طرح ایمان کے ساتھ
کوئی چیز ضرر نہیں دیتی انتہیٰ یعنے اہل ایمان کو گناہ سے کچھ ضرر نہیں اہل ایمان
وہ لوگ ہیں جن کی دل شکنی حق تعالیٰ کو بالکل منظور نہیں چنانچہ بخاری شریف

میں روایت ہے عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ

تعالیٰ وما ترددت عن شئی انا فاعلہ ترددی عن قبض المومن یکرہ الموت وانا

اکرہ مساءتہ الحدیث **ترجمہ** فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق

تعالےٰ فرماتا ہے کہ جس کام کو میں کرنا چاہتا ہوں اُس میں مجھے کبھی تردد

نہیں ہوتا جس قدر کسی ایماندار کی روح کے قبض کرتے میں ہوتا ہے کہ وہ

موت کو مکروہ جانتا ہے اور اُسکے رنجیدہ کرنے کو میں مکروہ جانتا ہوں انتہیٰ

اللہ اکبر مومن کی کیا شان ہے باوجودیکہ موت خود اس کے حق میں ایک نعمت عظمیٰ ہے

مگر صرف اُس کی خاطر شکنی کے لحاظ سے حق تعالیٰ کو اُس میں تردد ہوتا ہے

اور ان لوگوں کی بینائی کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتے ہیں

چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ عزّ وجل تخ عن ابی سعید الحکیم الترمذی

وسمویہ طب عد عن ابی امامۃ وابن جریر عن ابن عمر کذا فی الجامع الصغیر

ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کی فراست سے

ڈرتے رہو وہ اللہ عزّ وجل کے نور سے دیکھتا ہے **الحاصل** اہل ایمان کے

فضائل وخصوصیات بکثرت ہیں جن میں سے چند بطور مشتی نمونہ از خروارے

ذکر کی گئیں۔ اب غور کیجئے کیا ہر مسلمان مستحق ان مراتب عالیہ کا ہو سکتا ہے

یا ہر کس وناکس اپنے آپ کو مصداق ان کرامات کا سمجھ سکتا ہے سو واقع

میں ایمان حقیقی نہایت ہی عزیز الوجود ہے فقط چند اعمال ظاہری سے۔

یہ رتبہ نہیں مل سکتا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ

لَمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَلَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ
ترجمہ کہتے ہیں گنوار ہم ایمان لائے کہو کہ تم ایمان نہیں لائے لیکن یوں کہو
کہ فرمانبرداری ہم نے قبول کی اور ہنوز تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا
انتہی اسی وجہ سے جب حارثہ بن سراقہ نے کہا اصبحت مومنا حقا فرمایا حضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے انظر ماذا تقول یعنے دیکھو کیا کہتے ہو سمجھ کر کہو جب صحابی کی نسبت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ استبعاد ظاہر فرمایا ہو تو ہر کس وناکس کا
ایمان کس شمار میں پورا واقعہ اُس کا یہ ہے جسکو ابن اثیرؒ نے اسد الغابۃ
فی معرفۃ الصحابہ میں ذکر کیا ہے عن انس قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یمشی اذا استقبلہ شاب من الانصار فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیف اصبحت
یا حارثۃ قال اصبحت مومنا حقا قال انظر ماذا تقول فان لکل قول حقیقۃ فما حقیقۃ
ایمانک قال یا رسول اللہ عزلت نفسی عن الدنیا فاسہرت لیلی واظمات نہاری
وکانی بعرش ربی عز وجل بارزا وکانی انظر الی اہل الجنۃ تیزاورون وکانی انظر
الی اہل النار تیغادون فیہا قال الزم عبد نور اللہ الایمان فی قلبہ فقال یا رسول اللہ
ادع اللہ لی بالشہادۃ فدعا لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنودی یوما فی الخیل
فکان اول فارس رکب واول فارس استشہد فبلغ ذلک امہ فجاءت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ان یکن فی الجنۃ لم ابک ولم احزن
وان یکن فی النار بکیت ما عشت فی دار الدنیا قال یا ام حارثۃ انہا لیست بجنۃ
واحدۃ ولکنہا جنات وان حارثۃ فی الفردوس الاعلی فرجعت امہ وہی تضحک
وتقول بخ بخ لک یا حارثۃ ترجمہ روایت ہے انس رضؓ سے کہ ایکبار آنحضرت صلعم

صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک جوان انصاری سامنے
آیا آنحضرت صلی اللہ وسلم نے اُن سے پوچھا۔ کس حالت میں تم نے صبح کی عرض
کی اس حالت میں کہ سچا مومن ہوں فرمایا دیکھو کیا کہتے ہو ہر بات کی ایک
حقیقت ہوتی ہے بتلاؤ تو تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے عرض کی میں نے
اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کیا راتیں بیداری میں بسر کرتا ہوں اور دن تشنگی میں
اب حالت یہ ہے کہ عرش رب العالمین کو گویا دیکھ رہا ہوں اور گویا دیکھ رہا
ہوں کہ اہل جنّت آپس میں ملاقات کر رہے ہیں اور اہل نار دوزخ میں چلّا رہے
ہیں حضرت نے فرمایا اسی بات پر ہمیشہ رہو۔ تمہارے دل میں ایمان منوّر ہے
انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے لئے شہادت کی دعا کیجئے حضرت نے
دُعا کی تھوڑے دن نہیں گزرے تھے کہ معرکہ جہاد پیش آیا وہ سب سے پہلے سوار
ہوئے اور سب سے پہلے شہید ہوئے جب اُن کی والدہ کو اُن کی شہادت کی خبر
پہنچی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ
اگر میرا لڑکا جنت میں ہے تو نہ میں روؤنگی اور نہ غمگین ہونگی اور اگر دوزخ میں
ہے تو عمر بھر روتی رہونگی۔ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ام حارثہ جنّت
ایک نہیں ہے بلکہ بہت سی ہیں اور تمہارا فرزند فردوس اعلیٰ میں ہے یہ سنتے
ہی وہ ضعیفہ ہنستی ہوئی لوٹیں اور کہتی تھیں واہ واہ اے حارثہ انتہیٰ۔
مقصود یہ ہے کہ ایمان حقیقی کے دعوے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
استبعاد ظاہر فرمایا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حقیقت ایمان کچھ اور ہی ہے صرف
مومن کہہ دینا یا سمجھ لینا کافی نہیں۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ تیس صحابیوں سے

مجھے ملاقات ہے جسکو دیکھا اسی خوف میں پایا کہ مرتبہ صحابیت تو درکنار کہیں منافقوں میں شریک نہ ہوں جیسا کہ بخاری شریف میں ہے قال ابن ابی ملیکۃ ادرکت ثلاثین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخاف کلھم النفاق علی نفسہ۔ اصل یہ ہے کہ ایمان کے تمام شرایط دلوازم جبتک پورے طور پر بجا نہ لائے جائیں گویا ایمان ہی نہیں چنانچہ امام احمد ابن حنبل اور بیہقی اور نسائی اور ابن ماجہ نے انس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ و والدہ والناس اجمعین۔ کذافی العمال ترجمہ کوئی ایماندار نہیں ہوتا جبتک میری محبت اپنی اولاد اور والد اور سب لوگوں سے بلکہ اپنی ذات کی محبت سے بھی زیادہ نہ ہو کما فی مسند احمد ابن حنبل لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ کذافی کنز العمال اور مواہب لدنیہ میں بخاری شریف سے منقول ہے ان عمر بن الخطاب رضؓ قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لانت یا رسول اللہ احب الیّ من کل شئی الا من نفسی التی بین جنبی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لن یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ فقال عمر والذی انزل علیک الکتاب لانت احب الیّ من نفسی التی بین جنبیّ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الآن یا عمر ترجمہ ایک بار عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ سوائے اپنی ذات کے آپ کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہوں حضرت نے فرمایا جبتک میری محبت اپنے نفس سے زیادہ نہ ہو ایمان ہی نہیں تب عمر رضؓ نے عرض کی قسم ہے خدا کی جس نے آپ پر کتاب اتاری آپ کی محبت میرے نفس کی محبت سے بھی زیادہ ہے فرمایا اب

زیادتی وکمی ایمانی

ایمان کامل ہوا اے عمرؓ انتہٰی۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایمان والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان سے بھی زیادہ دوست رکھتے ہیں پھر جسکو یہ رتبہ حاصل ہو تو ظاہر ہے کہ کس قدر درود شریف میں وہ شخص اہتمام کرتا ہوگا۔ کیونکہ بظاہر درود شریف بھی ایک دعائے خاص کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی جاتی ہے اور قاعدہ ہے کہ آدمی جس کو زیادہ دوست رکھتا ہے اُس کے حق میں زیادہ دعا کیا کرتا ہے اسی وجہ سے ہر شخص پہلے اپنے واسطے دعا کرتا ہے اور پھر والدین وغیرہ کے واسطے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنی ذات سے بھی زیادہ ہو تو بحسب اقتضائے طبع درود شریف کو اپنی ذاتی دعا پر بھی مقدم کرنا لازم ہوگا اس سے تو یہ بات ثابت ہے کہ دُرود شریف کو اپنی ذاتی دعا پر مقدم کرنا صرف مقتضائے ایمان ہے اس میں امر الٰہی کو کچھ دخل نہیں۔ پھر جب ویسے لوگوں کو حکم الٰہی بھی ہو گیا تو غور کرنا چاہیئے کہ درود شریف کی کس درجہ وقعت ان کے نزدیک ہوگی۔

الحاصل خطاب یاایہا الذین آمنوا صلوا علیہ کے مخاطب اولاً و بالذات مومنین ہیں جن کے احوال کسی قدر ابھی مذکور ہوئے اور وہی لوگ اس خطاب اور درود شریف کی عظمت کو جانتے بھی ہیں اور اُن کے سوا عموماً اہل اسلام گویا ان کے طفیلی ہیں۔ اس تقریر سے فی الجملہ ایک شناخت بھی حاصل ہوگئی کہ جسکے نزدیک درود شریف کی عظمت نہ ہو تو سمجھ سکتے ہیں کہ اُسمیں اس خطاب کی قابلیت ہی نہیں شیخ ابو منصور ماتریدیؒ نے تفسیر میں لکھا ہے کہ جن آیات میں زیادت ایمان کا ذکر ہے مثل وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ

اِیْمَانًا مراد اس سے تفصیل ہے یعنے قبل نزول آیات کے ایمان اجمالی تھا کہ ماجاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سچ ہے پھر جب آیات بدفعات نازل ہوئیں اُسی کی تفصیل ہوئی اور اصل کیفیت ایمان میں کوئی زیادتی نہ ہوئی۔ بہر چند شارح عقاید نسفی وغیرہ نے اس تقریر پر بھی اعتراض کیا ہے کہ تفصیل میں بنظر اجمال کے زیادتی ہوتی ہے مگر ماتریدیؒ کے قول پر یہ اعتراض نہیں آسکتا اس لئے کہ اگر تفصیل میں زیادتی ہوئی تو مصدق بہ کی توضیح میں ہے نہ نفس اذعان و تصدیق میں کیونکہ کیفیت اذعانی دونوں وقت میں یکساں ہے جو ممتاز ہے ظن وغیرہ سے ہاں مصدق بہ اجمال کے وقت اور تھا اور تفصیل کے وقت اور ہوا توضیح اسکی اس مثال میں ہوجائیگی کہ جب کوئی دلیل بیان کی جاتی ہے اور اُسپر کوئی اعتراض کرتا ہے تو اکثر اعتراض ختم ہونے کے پیشتر مجیب کے ذہن میں جواب اُس کا خطور کر جاتا ہے اس خطور کرنے کے وقت جو چیز اُسکے ذہن میں ہے۔ وہ اجمال ہے پھر اسکو جو واضح کرکے بیان کرتا ہے وہ تفصیل ہے فرق دونوں میں ظاہر ہے کہ اجمال گویا ایک امر آنی ہے اور تفسیر دیر طلب لیکن باعتبار انکشاف جواب کے دونوں برابر ہیں اسی وجہ سے بمجرد اس خطور کے مجیب اپنی میں ایک کیفیت انشراح اور فرحت کی پاتا ہے جو جواب دینے پر مرتب ہوتی ہے پس اصل جواب جسکی تفصیل دیر تک کیجاتی ہے وہی ہے جو اجمال میں موجود تھا یعنے تفصیل کے وقت جواب کوئی دوسرا نہ ہوا جو اجمال میں تھا اسی طرح ماجاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق جب اجمالاً ہو گئی تو ہر ایک آیت سننے کے وقت اسی تصدیق اجمالی کا ظہور ہوگا کوئی تصدیق ایسی پیدا نہ ہوگی جو اس

اجمال سے خارج ہو کیونکہ ہر آیت ماجار یہ کے افراد سے ہے جسکی تصدیق پہلے ہو چکی ہاں تفصیل کے وقت ایک نئی بات یہ ہوتی ہے کہ علم اس آیت کے مضمون کا حاصل ہوتا ہے جو اجمال کے وقت نہ تھا مثلاً بعد تصدیق ماجار یہ کے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ سنا تو اس واقعہ کا علم نیا حاصل ہوا اور یہ بات دوسری ہے سوائے اسکے اور دلائل و توجیہات امام صاحب کے مذہب کے کتب مطولہ میں مذکور ہیں مگر یہاں دیکھنا چاہیئے کہ امام صاحب نے اس مسئلہ میں جو اسقدر تشدد کیا ہے اُس کا منشا کیا ہے اور کتاب و سنت بھی اسکی مساعد ہیں یا نہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مدار و مناط اقرار و عمل کا صرف تصدیق قلبی ہے یعنے جبتک تصدیق نہ ہو عند اللہ نہ اقرار مفید ہے نہ عمل کما قال تعالےٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ وقال تعالیٰ فی الکفار اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ اگرچہ یہ بھی مسلم ہے کہ صرف تصدیق باوجود مخالفت و انکار کے مفید نہیں جیسے بعض کفار خدائے تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق تو کرتے ہیں مگر امتثال سے انکار کرتے ہیں لیکن کلام اسمیں ہے کہ تصدیق کے ساتھ انقیاد ہو تو ضرور مدار اقرار و عمل کا تصدیق پر ہوگا اور مدار تصدیق کا واقع میں نہ اقرار پر ہوگا نہ عمل پر گو باعتبار استدلال کے معاملہ بالعکس ہو پس معلوم ہوا کہ عمدہ اور اصل شے دین میں تصدیق قلبی ہے اور سوائے اسکے دوسری اشیا شروط ہونگے یا لوازم فرع بس ضرور ہوا کہ جہانتک ہو سکے کمال درجہ کا اہتمام اصل ایمان یعنے تصدیق میں کیا جاوے تاکہ کوئی شخص اُسمیں مساہلت اور سہل انکاری نہ کرے اسلئے امام صاحب نے

فرمایا کہ ایمان کل کا یکساں ہے کچھ زیادتی نہیں اور اس قسم کا تشدد فتوی میں بلحاظ مصلحت خاص ماثور بھی ہے کما ورد فی الخبر قال شقیق بن سلمۃ کنت جالساً بین عبداللہ وابی موسیٰ فقال ابو موسیٰ یا ابا عبدالرحمٰن ارأیت لو ان رجلاً اجنب فلم یجد الماء شہراً ما کان تیمم فقال لا وان لم یجد الماء شہراً فقال ابو موسیٰ فکیف تصنعون بہذہ الآیۃ فی سورۃ المائدہ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فقال ہذا لاوشک اذا برد علیہم الماء ان تیمموا بالصعید الحدیث رواہ البخاری وابو داؤد واللفظ لہ **ترجمہ** شقیق کہتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا تھا عبداللہ بن مسعودؓ اور ابو موسیٰؓ کے بیچ میں پس کہا ابو موسیٰؓ نے عبداللہ سے اے ابا عبدالرحمٰن جب کوئی جنب ہوا اور پانی نہ پائے تو کیا تیمم نہ کرے کہا عبداللہ نے ہاں نہ کرے اگرچہ مہینا بھر پانی نہ پائے کہا ابو موسیٰؓ نے کیا کرو گے تم اس آیت میں جو سورۂ مائدہ میں ہے فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا پس کہا عبداللہ بن مسعودؓ نے اگر رخصت تیمم کی دی جائے تو یہ نوبت پہنچ جائیگی کہ پانی سرد ہوتے ہی لوگ مٹی سے تیمم کرنے لگ جائیں گے انتہیٰ اور عبداللہ بن مسعودؓ وہ شخص ہیں کہ جنکی ثقاہت کو جملہ صحابہ تسلیم کرتے تھے اور فضائل میں ان کے کئی احادیث وارد ہیں جسمیں ایک یہ ہے عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت مستخلفاً احداً من غیر مشورۃ لاستخلفت ابن ام عبد رواہ ابن ماجہ فی باب عبداللہ بن مسعود **ترجمہ** روایت ہے علی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر میں کسی کو بغیر مشورت کے خلیفہ بنا تا تو ابن ام عبد کو یعنے عبداللہ ابن مسعودؓ کو خلیفہ بنا تا انتہیٰ الغرض جبتک تصدیق قلبی پورے طور پر

نہ ہوا یمان کا وجود ہی نہیں ہوتا تا ہر مومن ترددات اور شکوک کو دل سے دور کرے برخلاف اس کے کمی و زیادتی ایمان کی صورت میں گنجائش مل سکتی ہے کہ مومن بہ میں اگرچہ شک ہوا یمان تصور کرے اور کہے کہ وجود ایمان کا تو ہو گیا کامل نہیں ناقص ہی سہی حالانکہ ایمان ہی نہیں کیونکہ شک تو کیا ظن بھی ایمان نہیں ہو سکتا کما فی البخاری قال ابن مسعودؓ الیقین الایمان کلہ اور کل محدثین کے نزدیک بھی یہی ہے کہ ایمان میں تصدیق قلبی ضرور چاہیئے۔ **الحاصل** مقصود امام صاحبؒ کا یہ ہے کہ بغیر تصدیق قلبی کے ایمان متحقق نہیں ہوتا اور یہی تصدیق و یقین ایمان ملائکہ وغیرہم کا ہے۔ رہی یہ بات کہ مراتب یقین کے متفاوت ہیں سو یہ امر آخر ہے کلام نفس یقین میں ہے۔ اسی وجہ سے امام فخر الدین رازیؒ نے کہا ہے کہ یہ نزاع لفظی ہے جن کے نزدیک ایمان نفس تصدیق کا نام ہے قابل زیادت و نقصان کے نہیں اور جن کے نزدیک اعمال داخل ایمان ہیں زاید و ناقص ہو گا کما مر آنفاً اس تقریر پر وہ اعتراض صاحب مواقف کا کہ نفس کیفیت تصدیق کم و زیادہ ہوتی ہے دفع ہو گیا کیونکہ امام رازیؒ کے نزدیک یہ بات محقق ہے کہ منشا اس اختلاف کا اختلاف تعریف ایمان ہے اور یہ بات ظاہر بھی ہے اسلئے کہ خود محدثین تعریف ایمان میں اقرار و عمل کو ظاہرا داخل کیا کرتے ہیں ہاں اگر محدثین تعریف ایمان میں مثل امام صاحب کے صرف تصدیق کو ایمان کہتے تو اعتراض امام رازیؒ پر وارد ہوتا **الحاصل** مقصود امام صاحب کا یہی ہے کہ یہ آدمی وہ تصدیق واقعی حاصل کرے جسکے ساتھ کسی قسم کا شک و شبہ نہ ہو

پھر اگر اس سے زیادہ کوئی درجہ پایا جاوے تو اُسکو اطمینان کہیں گے کما قال اللہ تعالیٰ
وَاِذْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ
قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ترجمہ اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام
نے اے رب میرے دکھا مجھ کو کہ کیسا زندہ کرتا ہے تو مُردہ کو فرمایا حق تعالیٰ نے
کیا ایمان نہیں لائے تم کہا کیوں نہیں یعنے ایمان تو لایا لاکن غرض یہ ہے کہ
دل میرا مطمئن ہو جائے انتہیٰ پس معلوم ہوا کہ ایمان کے بعد ایک درجہ اس سے
بڑھ کر ہے جسکو اطمینان کہتے ہیں البتہ اُسمیں عام مومنین کو حصّہ نہیں ہے اسی
طرح خواص کو ایک اور خصوصیت حاصل ہے جو عمل سے متعلق ہے وہ یہ ہے
کہ ہمیشہ منشا عمل کا وہاں نفس ایمان ہُوا کرتا ہے جسمیں کسی غرض نفسانی کو دخل
نہیں اور یہ بات عامیوں میں کمیاب ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ
ایمان تو وہی تصدیق خاص ہے جس کا متعلق توحید و رسالت وما جاء بہ النبی
صلّی اللہ علیہ وسلم ہے مگر اس کے مقارن کیفیت عملی ہو گی خواہ وہ عمل دل سے
متعلق ہو جیسے رضا و تسلیم و توکل وغیرہ خواہ جوارح سے مثل نماز و روزہ
وغیرہ اسلئے کہ ہر منشاء عمل کا دل ہوتا ہے پھر اگر وہ منشا درست ہے تو عمل جو
اُس پر متفرع ہے درست ہوگا ورنہ قابل قبولیت کے نہ ہوگا کما فی الحدیث عن عمر
بن الخطابؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات و
انما لامرئٍ ما نوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ و رسولہ فہجرتہ الی اللہ و الی رسولہ و من
کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او امراۃ تیزوجہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ متفق علیہ
کذا فی المشکوٰۃ ترجمہ روایت ہے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں معتبر ہوتے عمل مگر ساتھ نیتوں کے اور نہیں ہے
واسطے کسی کے مگر وہ چیز کہ نیت کی پس جو شخص کہ ہووے ہجرت اُسکی طرف اللہ
اور رسول اُس کے پس ہجرت اُسکی طرف اللہ اور رسول کے ہے اور جو شخص کہ
ہو ہجرت اُسکی طرف دنیا کے کہ پہنچے اُسکو یا طرف عورت کے کہ نکاح کرے اُس
سے پس ہجرت اُسکی طرف اُس چیز کی ہے کہ ہجرت کی طرف اُس کے روایت
کی یہ بخاری و مسلم نے انتہیٰ اسی وجہ سے جن اعمال کا منشا ریا و سمعہ وغیرہ
اغراض نفسانی ہوں مردود ہیں کما ورد فی الاحادیث الکثیرۃ پھر اگر منشا عمل
صرف ایمان ہو تو ایک نورانیت دل میں پیدا ہوتی ہے یا یوں کہیئے کہ اس نورانیت
کی وجہ سے اعمال صالحہ پیدا ہوتے ہیں **الحاصل** منشا اعمال صالحہ کے ساتھ
ایک نورانیت دل میں ہوتی ہے جسکی نسبت حق تعالیٰ فرماتا ہے اَفَمَنْ
شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَہُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ ترجمہ جس کا
سینہ اللہ تعالیٰ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے سو وہ نور میں ہے اپنے رب کی طرف سے اگر
یہاں اسلام بمعنی انقیاد ظاہری ہو جو مقابل ایمان ہے تو ظاہر ہے کہ مرتبہ نورانیت کا بعد
ایمان کے ہوگا اور اگر مطلق انقیاد مراد ہو جسمیں ایمان بھی شریک ہے جب بھی نورانیت
مقارن ایمان ہوگی نہ عین ایمان اسلئے کہ ایمان ظاہرا کسبی ہے جس کے سب مامور ہیں اور نورانیت

امر وہبی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے عن عائشہ رضی اللہ عنہا عن النبی

صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان ینظر من نور اللہ الایمان فی قلبہ فلینظر الی ابی
ہند الحدیث رواہ الدارقطنی فی سننہ المسمی بالمجتبی فی سنن المصطفی ترجمہ فرمایا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو خوش آوے یہ کہ دیکھے طرف اُس شخص کے

جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو نورانی کیا تو چاہیئے کہ دیکھے ابی ہناد کو انتہیٰ اب یہاں نظر تفصیلی میں کئی چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ ایک نفس ایمان دوسری نورانیت تیسری نیت جو منشا عمل اور مدار صلاحیت و عدم صلاحیت عمل ہے بحسب حدیث شریف انما الاعمال بالنیات کے یہ چوتھا عمل مگر جب عمل نفس ایمان ہو تو ان مراتب میں تقدیم و تاخیر ہو جائیگی اس لئے کہ ایمان لانے کے وقت نیت ایمان پر بھی مقدم ہو گی سوائے اس صورت کے سب صورتوں میں رتبہ ایمان کا نیت پر مقدم ہو گا پھر اگر عمل فعل جوارح سے ہو تو خود بنفسہ ممتاز ہے اور اگر فعل قلب سے ہو تو ان سب امور مدارج کا وجود دل میں ہو گا اگرچہ اجتماع ان کا محل واحد میں ہے مگر باہم فی نفسہ ممتاز ہیں اور باوجود امتیاز کے ارتباط و تعلق ہر ایک کا دوسرے سے کچھ ایسے طور پر ہے کہ گویا باہم شیر و شکر ہیں۔ پس اس مقارنت کی وجہ سے اطلاق ایک دوسرے پر ہو سکتا ہے جیسا کہ بجائے سال الماء کے سال المیزاب کہتے ہیں کما ہو مصرح فی المعانی۔ پس زنا و سرقہ کے وقت ایمان کا جدا ہونا جو اس حدیث شریف میں ہے عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا زنی العبد خرج منہ الایمان فکان فوق راسہ کالظلۃ فاذا خرج من ذالک العمل عاد الیہ الایمان رواہ الترمذی اُس کا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نورانیت جو مقارن ایمان ہے جدا ہو جاتی ہے کیونکہ بظاہر اُس فعل کے وقت اصل ایمان یعنے تصدیق سے اُس شخص کو کچھ تعرض نہیں ہوتا بلکہ منشا اس کا ایک غرض نفسانی ہوتی ہے پھر جب تصدیق سے اُسکو کچھ تعرض نہ ہو تو ایمان کا زایل ہونا

اس حدیث شریف سے ثابت ہے جسکو طبرانی نے روایت کیا ہے کما فی کنز العمال
عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یخرج احدکم من الایمان
الا بجحود ما دخل فیہ بطس - ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز نہ
نکلے گا کوئی تم میں کا ایمان سے مگر بہ سبب انکار کرنے اُس چیز کے جو اُس میں
داخل ہوئی انتہیٰ یعنے جحود جو منافی ایمان ہے جبتک نہ پایا جاوے ایمان نہیں
جاتا اور محدثین کے نزدیک بھی یہی بات ہے کہ اس قسم کا کفر جو احادیث
میں وارد ہے بنا بر تغلیظ ہے یعنے حقیقی نہیں جو ضد ایمان ہے جیسا کہ امام
ترمذیؒ نے اس حدیث شریف کے تحت میں لکھا ہے من اتی حایضاً او امراۃ فی
دبرہا او کاہناً فقد کفر بما انزل علی محمدؐ انتہیٰ وانما ہذا عند اہل العلم علی التغلیظ
اور امام ترمذیؒ نے جامع کے باب لا یزنی الزانی وہو مومن میں لکھا ہے
وہذا قول اہل العلم لا نعلم احداً کفر احداً بالزنا والسرقۃ وشرب الخمر وقال
صاحب المولف ومن وجوہ المعتزلۃ نحو قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا یزنی الزانی
وہو مومن ولا ایمان لمن لا امانۃ لہ قلنا مبالغۃ ثم انہا معارضۃ بالاحادیث الدالۃ
علی انہ مومن وانہ یدخل الجنۃ حتی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی ذر لما بالغ فی
السوال عنہ وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر انتہیٰ - پس معلوم ہوا
کہ حدیث زنا وسرقہ وغیرہ میں اطلاق ایمان کا اصل ایمان پر نہیں بلکہ نورانیت
پر ہے - اسی طرح اطلاق ایمان کا منشا عمل پر اس حدیث شریف میں معلوم ہوتا ہے
جو باب شفاعت میں وارد ہے کہ جو برابر ایمان اور حبہ برابر ایمان اسلئے کہ بخاری شریف میں
بجائے لفظ ایمان کے لفظ خیر کی بھی روایت ہے جیسا کہ قریب نقل کیجائے گی تو چاہیئے

ایمان سے کبھی مراد خیر ہی ہو نہ یہ کہ خیر سے مراد یہاں ایمان ہے جیسا کہ ابن تیمیہ نے
کتاب شرح الایمان میں لکھا ہے اسلئے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے جسکو بخاری
اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ قیامت میں حکم ہوگا شفاعت کرنے والوں کو کہ
جس کے دل میں دینار یا نصف دینار یا ذرہ برابر خیر ہو اسکو دوزخ سے
نکال لو پس نکالیں گے وہ اس قسم کے سب لوگوں کو پھر عرض کریں گے ربنا لم نذر
فیہا خیرا یعنے کوئی خیر ہمنے دوزخ میں نہیں چھوڑی یعنے سب اہل خیر کو نکال لیا پس
ارشاد ہوگا کہ انبیاء وغیرہم شفاعت کر چکے اور باقی نہ رہا کوئی سوائے ارحم الراحمین کے
پس نکالیگا حق تعالی ایک قبضہ جسمیں نکل آئیں گے وہ لوگ جنہوں نے کبھی
نیک کام نہیں کیا تھا اور وہ حدیث شریف یہ ہے فیقول ارجعوا فمن وجدتم
فی قلبہ مثقال دینار من خیر فاخرجوہ فیخرجون خلقا کثیرا ثم یقول ارجعوا فمن وجدتم
فی قلبہ مثقال نصف دینار من خیر فاخرجوہ فیخرجون خلقا کثیرا ثم یقول ارجعوا
فمن وجدتم فی قلبہ ذرۃ من خیر فاخرجوہ فیخرجون خلقا کثیرا ثم یقولون ربنا لم نذر
فیہا خیرا فیقول اللہ شفعت الملئکۃ وشفع النبیون وشفع المومنون ولم یبق
الا ارحم الراحمین فیقبض قبضۃ من النار فیخرج منہا قوما لم یعملوا خیرا قط الحدیث
رواہ البخاری ومسلم بطولہ کذا فی المشکوۃ تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث گویا تفسیر ہے
اس حدیث شریف کی جسمیں لفظ شعیرۃ من ایمان وحبۃ من ایمان وارد ہے
اور یہ حدیث بھی اسکی مؤید ہے فاقول رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا رب
ائذن لی فیمن قال لا الہ الا اللہ قال لیس لک ذلک ولکن وعزتی وجلالی و
کبریائی وعظمتی لاخرجن منہا من قال لا الہ الا اللہ متفق علیہ کذا فی المشکوۃ الحاصل

جملہ شفاعت کرنے والوں کی شفاعت اُن لوگوں کو ہوگی جنمیں کسی قدر منشا عمل پایا جاوے اگرچہ ذرہ برابر ہو اور حق تعالیٰ جنکو خود نکالے گا اُس میں سوائے ایمان کے کسی قدر بھی منشا عمل کا نہ ہوگا اگر کہا جائے کہ شاید وہ لوگ اہل فترۃ سے ہونگے تو یہ نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اُن کا اہل لا الہ الا اللہ ہونا ثابت نہیں اور سوائے اس کے حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب وہ عذر کریں گے تو ایک رسول بھیجا جائیگا جسکی امتثال سے جنت میں اور عدم امتثال سے دوزخ میں جائیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے جس کو امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اسود بن سریع اور ابی ہریرہ رضؓ سے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما الذی مات فی الفترۃ فیقول ما اتانی لک رسول فیاخذ مواثیقہم لیطیعوہ فیرسل الیہم ان ادخلوا النار فمن دخلہا کانت علیہ برداد سلاماً ومن لم یدخلہا سحب الیہا الحدیث کذا فی کنز العمال پس معلوم ہوا کہ مثقال ذرۃ من ایمان یعنی ایمان سے مراد منشا عمل ہے جو کم زیادہ ہوتا ہے نہ ایمان بمعنی تصدیق اور یہاں اطلاق عمل پر اس وجہ سے نہیں کیا گیا کہ تصریح من وجدتم فی قلبہ کی ہر جائے پر اس معنی سے آیا کرتی ہے اسی طرح اطلاق ایمان کا قول وعمل پر اس حدیث شریف میں معلوم ہوتا ہے اور کنز العمال میں ہے الایمان قول وعمل اور جو ابن ماجہ میں ہے۔ عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان معرفۃ بالقلب وقول باللسان وعمل بالارکان اس لئے کہ خود حدیث شریف سے ایمان وعمل میں مغایرت ثابت ہے۔ کما فی کنز العمال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان والعمل شریکان فی قرن لا یقبل

اللہ احد ہما الا بصاحبہ اب رہی وہ حدیث شریف جسمیں صراحۃ الایمان یزید و ینقص وارد ہے تو اسمیں بھی زیادتی و نقصان کا رجوع اسی کیفیت عملی کی طرف معلوم ہوتا ہے جیسا اوپر گذرا کیونکہ حدیث شریف میں مصرح ہے الایمان قول و عمل یزید و ینقص جب ایمان مجموع قول و عمل سے تعبیر کیا گیا تو زیادتی بھی راجع مجموع کی طرف ہوگی **الحاصل** امام صاحب انہیں وجوہات سے کہتے ہیں کہ کمی زیادتی نفس ایمان میں نہیں بلکہ مقارنات ایمان میں ہے پھر جسمیں مقارنات ایمانیہ علی وجہ الکمال پائے جاویں وہ شخص کامل الایمان اور منجملہ خواص کے ہوگا اور عامی برخلاف اُس کے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف عمل سے بھی کچھ نہیں ہوتا جبتک مقارنات ایمانیہ معتد بہا نہ ہوں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے عن ابی سعید الخدری رض قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو یقسم قسما اذ اتاہ ذو الخویصرۃ وہو رجل من بنی تمیم فقال یا رسول اللہ اعدل فقال ویلک ومن یعدل اذا لم اعدل قد خبت وخسرت ان لم اکن اعدل فقال عمر یا رسول اللہ ائذن لی فیہ فاضرب عنقہ فقال دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم صلاتہ مع صلاتہم وصیامہ مع صیامہم یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیہم یمرقون من الدین کما یمرق السہم من الرمیۃ الحدیث رواہ البخاری۔ ترجمہ روایت ہے ابی سعید خدری رض سے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ آیا ایک شخص قبیلہ بنی تمیم کا اور کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) عدل کیجئے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خرابی ہو تیری کون عدل کریگا جب میں عدل نہ کروں تو محروم و بے نصیب ہو جائے گا اور

نقصان پائیگا تو۔ عرض کیا عمرؓ نے یارسول اللہ حکم دیجئے کہ گردن ماروں میں اُسکی۔ فرمایا چھوڑدو اُسکو کہ اُسکے ساتھ والے ایسے لوگ ہیں کہ حقیر سمجھوگے تم لوگ اپنی نماز کو اُنکی نماز کے مقابلہ میں اور روزوں کو اپنے روزوں کے مقابلہ میں۔ پڑھتے ہیں وہ لوگ قرآن مگر حلق سے اُن کے تجاوز نہیں کرتا اور بھاگتے ہیں دین سے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے روایت کیا اُسکو بخاری نے انتہیٰ اب اس عمل کو دیکھئے کہ کس درجہ کا ہوگا جو صحابہ کا عمل اُن کے مقابلہ میں حقیر معلوم ہو پھر آخر کیا ہوا وہاں تو دین ہی کا ٹھکانا نہیں یہ تو ایسا ہوا جیسا کسی شخص کا قول ہے پیر ما ہمہ وارد و ایمان ندارد خلاصہ یہ ہے کہ صرف عمل مفید نہیں جبتک مقارنات ایمان جو متعلق عمل ہیں درست نہ ہوں اور قریب قریب اسی تقریر کے ہے وہ جو ابن بطالؒ نے شرح بخاری شریف میں نقل کیا ہے حیث قال قال المہلب الذرہ اقل الاشیاء الموزونات وہی فی ہذا الحدیث التصدیق الذی لا یجوز ان یدخلہ النقص وما فی البرۃ والشعیرۃ من الزیادۃ فانما ہی زیادۃ من الاعمال یکمل التصدیق بہا ولیست زیادۃ فی التصدیق بما قدمناہ انہ لا ینقص التصدیق فان قیل فانہ لما اضاف ہذہ الاجزاء التی فی الشعیرۃ والبرۃ الزائدۃ علی الذرۃ الی القلب دلت انہا زیادۃ من التصدیق لا من الاعمال فالجواب انہ لما کان الایمان التام انما ہو قول وعمل والعمل لا یکون الا بنیۃ واخلاص من القلب جاز ان نیسب العمل الی القلب اذا تمامہ بتصدیق القلب وقد عبر عن ہذہ الاجزاء من الایمان مرۃ بالخیر ومرۃ بالایمان وکل ذلک سائغ وامع وقولہ یخرج من النار قال لا الہ الا اللہ یدل ان ما ذکر بعدہا من الذرۃ

والبرۃ والشعیرۃ ہی من الاعمال والطاعات اذا متہ مجتمعۃ علی ان قول لا الہ الا اللہ ہو صریح الایمان والتصدیق الذی شبہ بالدرۃ عمل القلب ایضا انتہے ۔

فائدہ مواہب اللدنیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء رحمہم اللہ نے اختلاف کیا ہے کہ امر صلوا علیہ وجوب کے واسطے ہے یا نہیں اور اگر ہے تو درود شریف مثل کلمہ شہادت کے عمر بھر میں ایک بار پڑھنا فرض ہے۔ یا خاص خاص اوقات میں مثل نماز وغیرہ کے۔ یا عموماً جمیع اوقات میں بقدر امکان لیکن تفسیر احمدی میں لکھا ہے کہ نفس وجوب صلوٰۃ میں کسی کو خلاف نہیں بلکہ صرف اوقات میں اختلاف ہے کما قال ان الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واجبۃ لقولہ تعالیٰ ان اللہ وملئکتہ الآیۃ وہذہ الآیۃ التی تدل علی وجوب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہ لاخلاف للعلماء فی ان ہذا الامر للوجوب وانما الخلاف فی اوقاتہ اور قاضی عیاض ؒ نے شفا میں لکھا ہے اعلم ان الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرض علی الجملۃ غیر محدد بوقت لامر اللہ تعالیٰ بالصلوٰۃ وحمل الائمۃ والعلماء لہ علی الوجوب واجمعوا علیہ وحکی ابوجعفر الطبری ان محمل الآیہ عندہ علی الندب وادعی فیہ الاجماع ولعلہ فیما زاد علی مرۃ ظاہرا وجوب ہی کی دلیل ٹھیک معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ صلوا اور سلموا صیغے امر کے ہیں اور اصول فقہ میں بدلائل عقلیہ ونقلیہ ثابت ہے کہ امر خاص وجوب کے واسطے وضع کیا گیا ہے اسی وجہ سے عند الاطلاق اس سے وجوب ہی سمجھا جاتا ہے نہ استحباب وغیرہ چنانچہ توضیح میں لکھا ہے لا علم ان المطلق ینصرف الی الکامل لزم ان الامر المطلق یکون امرا کاملا بان یکون للایجاب

فان الامر الذی للاباحۃ والندب ناقص فی کونہ امراً اور جہاں امر اباحت وغیرہ کے واسطے ہوتا ہے وہاں قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے پھر اس آیہ شریف میں قطع نظر صیغہ امر کے اگر قراین دیکھے جائیں تو قرینے بھی وجوب ہی پر قائم ہیں اسلئے کہ حق تعالیٰ نے قبل امر کے تمہیداً اپنا اور ملائکہ کا ہمیشہ درود بھیجنا ظاہر فرمایا جس سے اعتنا بالشان درود شریف کا کمال درجہ پر ظاہر ہے جب عالم علوی میں اسقدر اہتمام ہو تو امت کو بطریق اولی اُسمیں مشغولی چاہیئے خصوصًا جب امر ہو گیا تو انتثال امر کی دو یالا ضرورت ہو گئی یہی قرینہ وجوب ہو سکتا ہے۔ ورنہ سیاق وسباق میں مناسبت نہ ہو گی حالانکہ مناسبت ضرور ہے کما فی التوضیح سیاق الآیۃ لایجاب اللہ تعالیٰ اقتداء المومنین باللہ وملائکتہ فی الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا بد من اتحاد معنی الصلوۃ من الجمیع لانہ لو قیل ان اللہ یرحم النبی صلی اللہ علیہ وسلم والملئکۃ یستغفرون یا ایہا الذین آمنوا ادعوا لہ کان ہذا الکلام فی غایۃ الرکاکۃ۔ مقصود اس استدلال سے اسی قدر ہے کہ سباق وسیاق میں مناسبت نہ ہونے سے کلام رکیک ہو جاتا ہے اب رہا یہ کہ جب استمرار صلوۃ ضروری ہو تو اوراضروریاتہ طبعیہ وشرعیہ کیونکر ادا ہوں سو اسکو یوں سمجھنا چاہیئے کہ اوقات اُن امور کے عقلاً وعادتہً مستثنےٰ ہیں۔ **الحاصل** اس آیہ شریفہ میں قرینہ استمرار و مداومت کا بھی وجود ہے پس صلوا علیہ اور اقیموا الصلوۃ جیسے نفس وجوب میں برابر ہیں اسی طرح استمرار میں برابر ہیں اور جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوقات نماز کے معین فرمائے ویسا ہی اوقات درود شریف کے بھی معین فرمائے ہاں فرق اتنا ہے کہ تعین اوقات نماز بتواتر ثابت ہے اور تعین اوقات درود شریف باخبار احاد مگر جب تمامی

حدیثیں دیکھی جائیں جن میں درود شریف پڑھنے کا امر اور ترغیبیں اور نہ پڑھنے پر ترہیبیں اور تہدیدیں اور اوقات کثیرہ مختلفہ کی تعیین اور ازمان و اماکن کی تعمیم بتصریح وارد ہے تو اتنا تو بتواتر معنوی ضرور ثابت ہوگا کہ درود شریف کی کثرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور ہے اور یہ تواتر ایسا ہوگا جیسے معجزات میں کہا جاتا ہے کہ ہر معجزہ میں اخبار احاد وارد ہیں اور ان احاد سے نفس معجزہ کا ثبوت بتواتر معنوی ہوتا ہے اس لئے کہ مجموعہ پر وہ احکام مرتب ہوتے ہیں جو اجزاء پر نہیں ہو سکتے مثلاً ظاہر ہے کہ ایک بال کسی مصرف کا نہیں ہوتا پھر اگر انہیں سو بالوں سے ایک رسی بنائی جائے تو نہایت مضبوط ہوگی دیکھئے مجموعہ میں ایک صفت جدیدہ ایسی قائم ہوئی جو کسی جز میں نہ تھی اسی طرح مجموعہ احادیث میں صفت تواتر قائم ہوئی جس سے مطلق معجزہ کا ثبوت بتواتر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ وجود مطلق کا بغیر افراد کے ممکن نہیں پس معلوم ہوا کہ وجود مطلق من حیث انہ وجد فی الافراد متصف بصفت تواتر ہے اور اسی مطلق کے معنی کثرت اجمالی ہیں۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مطلق معجزہ کا ثبوت بتواتر حقیقی ہے اس لئے کہ جتنے احادیث ہیں نفس خرق عادت و معجزہ پر متفق للفظ ہیں اسی کا نام تواتر حقیقی ہے کما قال شہاب الدین الخفاجیؒ فی شرح الشفا التواتر الحقیقی ان یخبر جماعۃ من جماعۃ الی آخرہ یوئس تواطؤہم علی الکذب فی خبر واحد متفق اللفظ و المعنی البتہ ثبوت کثرت کا اس طور پر نہیں بلکہ مجموعہ احاد سے کثرت اجمالی مستفاد ہوتی ہے اور یہ تواتر معنوی ہے کما قال الخفاجیؒ والتواتر المعنوی ہو حصول العلم القطعی من مجموع امور جزئیۃ واخبار واردۃ مستفیضۃ **خلاصہ** یہ ہوا کہ جیسے

کثرت احادیث احاد سے ثبوت مطلق معجزہ کا تواتر ہوتا ہے ویسا ہی کثرت اجمالی
معجزات کی بھی تواتر معنوی ثابت ہے کما فی الشفا قال بعض ائمتنا۔ یجری ہذا المجری
علی الجملہ انہ قد جری علی یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ایات وخوارق عادات ان لم
یبلغ واحد منہا بعینہا انقطع فیبلغہا بینعہا فلامریۃ فی جریان معانیہا علی یدیہ
ولا یختلف مومن ولا کافر انہ جرت علی یدیہ العجائب اب یہاں چند حدیثیں وہ ذکر
کی جاتی ہیں جسمیں درود شریف کے اوقات معین فرمائے ہیں منجملہ ان کے وقت
طہارت ہے کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا وضوٗ لمن لم یصل علی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود وفی روایۃ ابی عاصم عن سہل
بن سعد لا وضوٗ لمن لم یصل الحدیث ذکرہما القسطلانی فی مسالک الحنفا۔
ترجمہ روایت ہے ابن مسعودؓ اور سہل بن سعدؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ وضو اُس شخص کا نہیں ہوتا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ
پڑھا انتہیٰ اور سوائے اسکے اور روایات بھی اس باب میں وارد ہیں۔ اور نماز
میں چنانچہ امام فاکہانی نے الفجر المنیر فی الصلوٰۃ علی البشیر النذیر میں نقل کیا ہے۔
عن سہل بن سعد قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لا یصلی علی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث ترجمہ نہیں ہوتی نماز اُس شخص کی جس نے درود نہ
پڑھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہیٰ سوائے اسکے اور احادیث اس باب میں وارد
ہیں انشاء اللہ تعالیٰ الحسب موقع نقل کی جائیں گی اور بعد اذان کے جیسا کہ
ابن تیمیہ نے منتقی الاخبار میں نقل کیا ہے عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علیّ فانہ من

اوقات درود

صلی علی واحدۃً صلی اللہ علیہ بہا عشراً الحدیث رواہ الجماعۃ الا البخاری وابن ماجہ

ترجمہ روایت ہے عبداللہ بن عمرو سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مؤذن سے تم اذان سنو تو جیسا کہ کہتا ہے وہ کہو پھر پڑھو مجھ پر درود کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک درود پڑھتا ہے حق تعالیٰ اس پر دس صلوۃ بھیجتا ہے روایت کیا اسکو جملہ اہل صحاح نے سوائے بخاری اور ابن ماجہ کے انتہی۔ اور دعا کے وقت کمانیہ قال السخاوی فی القول البدیع عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہولاء الکلمات فی الوتر قال قل اللہم اہدنی فیمن ہدیت وعافنی فیمن عافیت وبارک لی فی ما اعطیت وتولنی فیمن تولیت وقنی شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک انہ لا یذل من والیت تبارکت وتعالیت وصلی اللہ علی النبی اخرجہ النسائی وسندہ صحیح کما قال قالہ النووی یعنے بروایت صحیح ثابت ہے کہ دعائے قنوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف کو داخل فرمایا۔ اور اثنائے تکبیرات عیدین میں ومنہا اثناء تکبیرات العیدین لماوردی اسمعیل القاضی ان ابن مسعود وابا موسی وحذیفہ رضی اللہ عنہم خرج علیہم الولید بن عقبۃ فقال ان ہذا العید قد دنی فکیف التکبیر فیہ فقال عبداللہ تبدا فتکبر تکبیرۃ تفتتح بہا الصلوۃ وتحمد ربک وتصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم تدعو وتکبر وتفعل مثل ذلک ثم تفعل مثل ذلک ثم تکبر وتفعل مثل ذلک ثم تقرأ ثم تکبر وترکع ثم تقوم فتکبر وتحمد ربک وتصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم تدعو وتکبر وتفعل مثل ذلک ای الذی فعلتہ فی الرکعۃ الاولی قالہ الزرقانی فقال حذیفۃ وابو موسی صدق ابو عبدالرحمن قال ابن کثیر اسنادہ صحیح کذا فی المواہب اللدنیہ قال السخاوی فی القول البدیع واسنادہ صحیح وہو عند ابن ابی الدنیا فی کتاب العید من حدیث علقمہ عن ابن مسعود

قال تکبر تکبیرۃ تدخل بہا فی الصلوۃ وتحمد ربک وتصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتدعو ثم
تکبر تفعل مثل ذلک وبہ تمسک ابو حنیفہ واحمد فی احدی الروایتین منہ فی الموالاتین
القرائتین وابو حنیفہؒ فقط فی تکبیرات العید الزوائد ثلثا والشافعی واحمد فی حمد اللہ
والصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین التکبیرات واما مالک لم یاخذ بہ اصلاً وافق
ابو حنیفہ علی استحباب سرد التکبیرات من ذکر بینہما رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین حاصل
یہ کہ درود شریف اثنائے تکبیرات عیدین میں پڑھنے کے واسطے بھی ارشاد ہوا ہے اور
اول واوسط وآخر دعا میں کما فی المواہب اللدنیہ عن جابرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال لا تجعلونی کقدح الراکب فان الراکب یملا قدحہ ثم یضعہ ویرفع متاعہ فان احتاج
الی شرب شی شربہ او الوضوء توضا والا اہراقہ ولکن اجعلونی فی اول الدعاء واوسطہ وآخرہ
رواہ احمد **ترجمہ** روایت ہے جابرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مت
بناؤ مجھ کو مثل پیالہ سوار کے جو اسمیں پانی بھر رکھتا ہے اور اٹھا تا ہے اسباب پھر اگر احتیاج
ہوتی ہے تو پی لیتا ہے یا وضو کر لیتا ہے ورنہ پھینک دیتا ہے بلکہ ذکر میرا اول اوسط و
آخر دعا میں کیا کرو زرقانیؒ نے لکھا ہے کہ مراد اس سے درود شریف ہے اور انشاء اللہ تعالی
بحث تفصیلی اسکی آیندہ آویگی اور ہر مجلس میں کما فی الزرقانی عن ابی سعیدؓ عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال لا یجلس قوم مجلسا ثم لا یصلون فیہ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الا کان علیہم حسرۃ وان دخلوا الجنۃ لما یرون من الثواب رواہ النسائی **ترجمہ** روایت ہے
ابو سعید خدریؓ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور رسول اللہ
علیہ وسلم پر درود نہ پڑھیں تو ضرور انکو حسرت ہوگی اگرچہ جنت جاویں اسلئے کہ وہاں اسکے ثواب کا
حال دیکھیں گے روایت کیا اسکو نسائی نے اور وقت ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چنانچہ کنز العمال

میں ہے عن ابی ہریرۃ رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رغم انف رجل
ذکرت عندہ فلم یصل علی الحدیث ت ک ترجمہ ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاک آلودہ ہوناک اس شخص کی یعنے ذلیل و
خوار ہو وہ شخص کہ جس کے نزدیک میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔
روایت کیا اسکو ترمذی نے اور حاکم نے مستدرک میں انتہی۔ سوائے اسکے اس
باب میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں انشاء اللہ تعالی قریب میں نقل کی جائیگی
اور اللہ تعالی کے ذکر کے ساتھ جیسا کہ کنز العمال میں ہے عن ابی ہریرۃ رضی قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما جلس قوم یذکرون اللہ عز وجل لم یصلوا علی
بینہم الا کان ذلک المجلس علیہم ترۃ الحدیث ک ترجمہ روایت ہے ابو ہریرہ رضی
سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لوگ خدائے تعالی کے ذکر کے
واسطے بیٹھیں اور اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود نہ پڑھیں تو وہ مجلس
ضرور انکے واسطے باعث نقصان ہوگی روایت کیا اسکو حاکم نے مستدرک میں
انتہی اور کان میں سنسناہٹ کی آواز نے کے وقت چنانچہ روایت ہے ابی رافع سے
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا طنت اذن احدکم فلیذکرنی ولیصل علی ولیقل
ذکر اللہ من ذکرنی بخیر ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی شخص کے
کان میں آواز ہونے لگے تو چاہیئے کہ مجھ کو یاد کرے اور مجھ پر درود پڑھے اور کہے
کہ خدائے تعالی ذکر خیر کرے انکا جنہوں نے یاد کیا ہے مجھ کو انتہی الشیخ یعقوب
جلوتی رح نے وسیلہ عظمی الی حضرۃ المجتبی میں لکھا ہے کہ روایت کیا اس حدیث
کو طبرانی نے اور کہا امام سیوطی رح نے جامع صغیر میں کہ روایت کیا اسکو عقیلی نے

ضعفا میں اور ابن عدی نے کامل میں اور طبرانی اور ابن سنی نے اور زرقانی نے
کہاہے کہ روایت کیا اسکو طبرانی نے اپنے تینوں کتابوں میں اور خرایطی اور
حکیم ترمذی نے بھی ہر چند سخاوی نے اس حدیث کو ضعیف اور ابن جوزیؒ
نے موضوع کہاہے لیکن اسکا تعقّب کیا گیاہے کہ حافظ نور ہیثمی نے لکھاہے
کہ اسناد طبرانی کی کبیر میں حسن ہے اور روایت کیاہے اس کو ابن خزیمہ نے
حالانکہ انہوں نے تخریج احادیث صحیحہ کا التزام کیاہے اور اُسی طرح جمع الجوامع
کے دیباچہ میں امام سیوطیؒ نے لکھاہے کہ جو حدیث ابن خزیمہ کی طرف منسوب
ہو وہ صحیح ہے انتہیٰ - اور جب کسی چیز کو بھول جاوے چنانچہ مواہب اللدنیہ
اور وسیلہ عظمیٰ میں ہے عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نسیتم
شیئاً فصلوا علی تذکرہ انشاءاللہ رواہ ابو موسی المدینی **ترجمہ** روایت ہے انسؓ
سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بھول جاؤ تم کسی چیز کو
تو مجھ پر درود پڑھ لو جس سے وہ چیز انشاءاللہ تعالیٰ یاد آجائیگی روایت کیا اس
کو ابو موسیٰ مدینی نے انتہیٰ - اور ہر مکان میں جیسا کہ زرقانیؒ نے نقل کیاہے عن الحسن
بن علیؓ عن علیؓ رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیثما کنتم
فصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی رواہ الطبرانی وغیرہ **ترجمہ** روایت ہے حسنؓ بن علیؓ
رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں رہو مجھ پر درود
پڑھو کہ پہنچ جائیگا وہ مجھ کو روایت کیا اُسکو طبرانی وغیرہ نے انتہیٰ - اور روز جمعہ
چنانچہ ابن قیم نے زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں نقل کیاہے عن اوس بن اوس
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض

وفیہ الصعقۃ فاکثروا علی من الصلوٰۃ فیہ فان صلوٰتکم معروضۃ علی قالوا یا رسول اللہ

وکیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت یعنے قد بلیت قال ان اللہ عز وجل حرم

علی الارض اجساد الانبیاء رواہ الحاکم وابن حبان فی صحیحہا ترجمہ روایت ہے

اوس بن اوس رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے دنوں میں افضل

جمعہ کا دن ہے اسی روز آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی روز انتقال کیا

اسی روز نفخ صور ہوگا اور اسی روز صعقہ ہوگا اس لئے اس روز زیادہ مجھ پر

درود پڑھا کرو تمہارا درود مجھ پر عرض کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ

کیونکر درود آپ پر عرض کیا جائیگا جس حالت میں کہ جسد مبارک آپ کا بوسیدہ

ہوگیا ہوگا فرمایا حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے زمین پر کہ انبیاء کے اجساد کو کھاوے

روایت کیا اسکو حاکم اور ابن حبان نے اپنے صحیحوں میں انتہیٰ انشاء اللہ تعالیٰ

اور مباحث جو اس حدیث شریف سے متعلق ہیں آیندہ ذکر کئے جائیں گے۔

سوائے ان احادیث کے تعیین اوقات درود شریف میں بہت حدیثیں وارد

ہیں چنانچہ امام سخاویؒ نے قول بدیع میں ایک باب صرف اوقات و مواقع

درود شریف میں مدون کیا ہے اور ہر بات کو باحادیث و آثار ثابت کیا ہے

چنانچہ اس باب کے عنوان کا ترجمہ یہ ہے۔ پانچواں باب درود شریف کے

اوقات مخصوصہ میں جیسے بعد وضو۔ تیمّم اور غسل جنابت کے۔ اور نماز میں۔

اور بعد نماز کے۔ اور اقامت کے وقت۔ اور بعد صبح۔ اور مغرب۔ اور تشہد

میں۔ اور قنوت میں۔ اور تہجد کے واسطے اٹھنے کے وقت۔ اور بعد تہجد کے۔ اور

جب کسی مسجد میں گزر ہو۔ اور مسجد کو دیکھنے۔ اور داخل ہونے۔ اور نکلنے کے وقت

اور بعد جواب دینے مؤذن کے - اور جمعہ کے روز اور اُس کی رات میں - اور ہفتہ
اور اتوار - اور پیر - اور منگل کے دن - اور خطبہ میں جمعہ - اور عیدین - اور استسقا
اور کسوف - و خسوف کے - اور اثنائے تکبیرات عیدین - و جنازہ میں - اور
میت کو قبر میں اُتارنے کے وقت - اور رجب - و شعبان میں - اور جب کعبہ شریف
کو دیکھے اور صفا اور مروہ پر - اور تلبیہ سے فارغ ہو کر - اور حجر اسود کے بوسہ کے
وقت اور ملتزم کے پاس - اور عرفہ کی دوپہر کے بعد - اور مسجد خیف میں - اور
مدینہ منورہ کو دیکھنے - اور قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کے وقت اور
جب کبھی آثار شریفہ اور اماکن متبرکہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما
ہوئے ہیں نظر پڑ جائیں - اور ذبح اور بیع اور کتابت وصیت کے وقت اور
نکاح کے خطبہ میں - اور صبح و شام - اور جب ارادہ سونے کا ہو - اور سفر کا
کرے اور سواری پر سوار ہونے کے وقت - اور جب نیند اُچٹ جاوے - اور
بازار یا دعوت میں جانے کے وقت - اور جب گھر میں داخل ہو - اور خط میں
بعد بسم اللہ کے اور جب کوئی غم - یا مصیبت - یا سختی آپڑے - یا محتاج و
فقیر ہو جاوے اور ڈوبنے کے وقت - اور طاعون میں - اور دعا کے شروع
اور درمیان - اور آخر میں - اور جب کان میں آواز ہونے لگے اور جب پاؤں
سُن ہو جائیں اور چھینکنے کے وقت اور جب کسی چیز کو بھول جاوے اس کے
یاد آنیکے لئے - اور جب کوئی چیز اچھی معلوم ہو - اور مولی کھانے کے وقت اور
جب گدھے کی آواز سنے - اور گناہ سے توبہ کرتے کے وقت - اور جب کوئی حاجت
پیش آوے - اور تمامی احوال میں - اور جب کسی شخص پر تہمت لگائی جاوے -

اور وہ اُس سے بری ہو اور دوستوں سے ملنے کے وقت۔ اور جب چند آدمی مجلس
سے اُٹھنے لگیں۔ اور قرآن شریف ختم کرنے اور حفظ کرنے کے وقت۔ اور جب مجلس سے
اُٹھنے لگے۔ اور جس مجلس میں خدائے تعالیٰ کے ذکر کے واسطے جمع ہوں اور بات
کرنیکے وقت اور علم پڑھنے اور پڑھانے۔ اور وعظ کرنے۔ اور فتوی دینے۔ اور
حکم کرنیکے وقت اور جب نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھے انتہیٰ۔
الحاصل ان احادیث و آثار سے اوقات مخصوصہ مختلفہ درود شریف کے
لئے ثابت ہیں اور ضمناً یہ بھی معلوم ہوا کہ مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا کثرت درود شریف ہے بلکہ صراحۃً بھی اس کا امر فرمایا ہے۔ چنانچہ کنز العمال
اور وسیلہ عظمیٰ میں ہے عن الحسن بن علی و ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوٰۃ علیّ فانّ صلوتکم علیّ مغفرۃ
لذنوبکم الحدیث ابن عساکر عن الحسن بن علی ت ک عن ابی ہریرہ **ترجمہ**
روایت ہے حسنؓ بن علیؓ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ زیادہ درود مجھ پر پڑھا کرو جس سے تمہارے گناہوں
کی مغفرت ہو روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حاکم نے مستدرک میں ابی ہریرہ
رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے۔ انتہیٰ۔ اور
وسیلہ عظمیٰ میں ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا من الصلوٰۃ علیّ لانّ اول
ما تسالون فی القبر عنی رواہ السخاوی ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ زیادہ مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ سب سے پہلے قبر میں تم لوگوں سے میرے
ہی بارہ میں سوال ہوگا۔ روایت کیا اُس کو سخاویؒ نے۔ اور سوائے اس کے

انشاءاللہ تعالیٰ بحسب موقع اکثر حدیثیں نقل کی جائینگی جس سے یہ بات بتواتر معنوی ثابت ہوجائیگی کہ اُمتیوں کا بہ کثرت درود شریف پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور ہے۔ اسی وجہ سے کثرت درود شریف علامت اہل سُنّت و جماعت کی ٹھہرائی گئی ہے چنانچہ امام سخاویؒ نے قول بدیع میں روایت کی ہے روی ابو القاسم التیمی فی الترغیب لہ من طریق علی بن الحسین قال علامۃ اہل السنۃ کثرۃ الصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ظاہر ہے کہ کلام سعادت پیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود وحی ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی تو معلوم ہوا کہ کثرت درود شریف کی حق تعالیٰ کو بھی منظور ہے۔ اور یہ دوسرا قرینہ ہے اس پر کہ امر صلوا علیہ استمرار کے لئے ہے الحاصل صرف ایک دو بار درود شریف اسقاط فرضیت کے خیال سے پڑھ لینا اور ایسی تقریریں بنانا کہ جس سے مسلمانوں کی رغبت کم ہوجائے خلاف مسلک اہل سنت وجماعت کے ہے اور خلاف مرضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلکہ خلاف مرضی حق تعالیٰ کے بھی ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک **فائدہ** متعلق وسلموا تسلیما سلام اسم ہے تسلیم کا اور کئی معنی میں مستعمل ہے صلح۔ انقیاد و فرماں برداری و بذل الرضا بالحکم وغیرہ قال القاضی عیاض فی الشفا فی معنی السلام علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ۔ اوجہ احدہا السلامۃ لک و معک و یکون السلامۃ مصدرا کاللذاذ واللذاذۃ الثانی السلام علی حفظک و رعایتک متول لہ و کفیل و یکون ہہنا السلام اسم اللہ الثالث ان السلام بمعنی المسالمۃ والانقیاد کما قال اللہ تعالیٰ

کثرت درود شریف اہل سنت کی علامت ہے

سلام

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ اور معنی بذل الرضا صحاح میں مذکور ہیں پس معنی السلام علیکم کے یہ ہوئے کہ تم سلامت رہو یا ہم تمہارے فرمانبردار اور تمہارے حکم پر راضی ہیں بہر حال دونوں صورتوں میں اظہار اخلاص اور دعا گوئے سلام سے مقصود ہے پیشتر اہل عرب ملاقات کے وقت انعم اللہ علینا وغیرہ الفاظ کہا کرتے تھے بجائے اُس کے ان الفاظ کے مقرر ہونے میں بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جب کوئی ان الفاظ کے ساتھ کسی کو خطاب کرتا ہے۔ تو مخاطب کو تصریح سلامتی کی وجہ سے اطمینان اُس شخص سے ہو جاتا ہے اسی سبب سے مخاطب پر جواب بھی اسی قسم کا واجب ہو گیا تا اُس کو بھی اس شخص سے اطمینان ہو جاوے۔ چنانچہ ابتک کل اہل عرب میں بدویوں تک یہ بات جاری ہے کہ جب سلام کرتے ہیں یا جواب سلام کا دیتے ہیں تو پھر کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچاتے اور جب ضرر پہنچانا منظور ہو گا تو نہ سلام کریں گے نہ اُس کا جواب دیں گے۔ پس معلوم ہوا کہ سلام صداقت واخلاص کی دلیل ہے اور اس سے یہ بات جتائی جاتی ہے کہ ہم آپ کے دُعا گو اور خیر خواہ ہیں اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے جملہ اہل ایمان کو بمنطوق لازم وفوق وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا بتاکید امر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ سلام عرض کیا کریں تا ہر وقت اخلاص عقیدت کا اظہار بارگاہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوا کرے اسی واسطے ہر نماز میں خواہ فرض یا نفل ایک دو بار سلام عرض کرنا ضروری ٹھہرایا گیا۔ اس تکرار میں نکتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو بسبب مشاغل ضروری کے جو لازمہ بشری ہیں ہر وقت

حضوری تصیب نہیں ہو سکتی اسلئے نماز کے واسطے جو افضل عبادات ہے چند اوقات خاص خاص مقرر کئے گئے پھر جب توجہ اُسکی حق تعالیٰ کے طرف ہوئی تو ضرور ہُوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی متوجہ ہو کیونکہ حضرت کی ذات مبارک مخلوق وخالق کے درمیان میں واسطہ جمیع فیوضات کا ہے پس یہ متوجہ ہونا گویا بہ نسبت اُس شخص کے حضوری ہے اور ظاہر ہے کہ ہر حضوری کے وقت سلام عرض کرنیکی ضرورت ہے۔ اب یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ جب کوئی شخص بار بار سلام عرض کرکے اپنی عقیدت وخیر خواہی جتاتا جاوے اور ہر وقت اعتراف کیا کرے کہ مجھ سے کسی قسم کی اذیت نہ پہنچے گی باوجود اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسے کلمات ناشائستہ اور غیر مہذب کہے جس سے سننے والوں کو اذیت پہنچے تو اس اظہار اخلاص کو کیا سمجھنا چاہیئے بجز اس کے اور کیا کہا جاوے کہ حق تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو توفیق ادب عطا فرماوے **الحاصل** پھر نماز میں سلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مقرر ہونا دلیل ہے اس بات پر کہ کثرت اس سلام کی حق تعالیٰ کو نہایت پسند ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرے حق تعالیٰ اُس پر سلام کرتا ہے کما فی المشکوٰۃ عن عبدالرحمن بن عوفؓ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتیٰ دخل نخلاً فسجد فاطال السجود حتیٰ اخشیت ان یکون اللہ تعالیٰ قد توفاہ قال فجئت انظر فرفع راسہ فقال مالک فذکرت ذٰلک لہ قال فقال ان جبرئیل علیہ السلام قال لی الا ابشرک ان اللہ عزوجل یقول لک من صلی علیک صلوٰۃ صلیت علیہ ومن سلم علیک سلمت علیہ رواہ احمد۔ ترجمہ

روایت ہے عبدالرحمن بن عوفؓ سے کہ نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک
روز اور داخل ہوئے کسی نخلستان میں پھر سجدہ کیا آپ نے اور دراز کیا سجدہ
یہانتک کہ خوف ہوا مجھ کو کہ شاید انتقال ہو گیا ہو پس قریب آیا کہ دیکھوں
کیا حال ہے پس اٹھایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اور فرمایا کہ کیا
ہوا تم کو جو گھبرائے ہو پس عرض کیا میں نے سرگذشت کو۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ خوشخبری دیتا ہوں۔ میں
آپ کو حق تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے جو شخص آپ پر درود پڑھے صلوٰۃ بھیجتا
ہوں میں اس پر اور جو شخص آپ پر سلام کرے سلام کرتا ہوں میں اس پر روایت
کی اسکو امام احمد نے انتہیٰ اور در منضود میں حجر ہیثمیؒ نے اسی مضمون کی
روایت نقل کی اور کہا کہ صحیح کہا اس کو حاکم نے۔ اور ایسا ہی کہا قسطلانیؒ
نے مسالک الحنفا میں کہ عبد بن حمید نے بھی روایت کی ہے اس کو اپنے مسند
میں وفی الوسیلۃ العظمیٰ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی رایت جبرئیل فبشرنی
وقال ان ربک یقول من صلی علیک صلیت علیہ و من سلم علیک سلمت
علیہ فسجدت اللہ شکرا رواہ احمد والحاکم ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
دیکھا میں نے جبرئیل کو پس خوشخبری دی انہوں نے مجھ کو اور کہا کہ فرماتا ہے
رب آپ کا جو شخص آپ پر درود بھیجے میں اُس پر صلوٰۃ بھیجتا ہوں اور جو شخص سلام
عرض کرے آپ پر میں اُس پر سلام کرتا ہوں پس سجدہ شکر بجا لایا میں اللہ تعالےٰ
کا روایت کیا اُسکو امام احمد اور حاکم نے انتہیٰ بعد اس کے رحمت الٰہی نے اور
ترقی کی اور ایک سلام کے بدلے دس کی بشارت دیگئی کما ورد عن ابی طلحہ

الانصاری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء ذات یوم والبشری تری فی وجہہ
فقال انہ جاءنی جبرئیل علیہ السلام فقال اما یرضیک یا محمد ان لایصلی علیک
احد من امتک الاصلیت علیہ عشراً ولایسلم علیک احد من امتک الا سلمت
علیہ عشراً رواہ النسائی والحاکم فی صحیحہ وابن حبان والدارمی کذافی مسالک الحنفا
وقال السخاوی فی القول البدیع رواہ احمد **ترجمہ** روایت ہے ابی طلحہ انصاری سے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز برآمد ہوئے اور چہرہ مبارک سے
خوشی نمایاں تھی پس فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ کیا
آپ راضی نہیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو امتی آپ کا ایک درود
آپ پر بھیجے میں دس صلوۃ اس پر بھیجوں اور جو ایک سلام آپ پر کرے میں دس
بار اس پر سلام کروں۔ انتہیٰ۔ جائز ہے کہ یہ قول جبرئیل علیہ السلام کا ہو اپنی سے
یا بر سبیل پیام ہو حق تعالیٰ کی طرف سے۔ یہاں سمجھنا چاہیئے کہ جب کوئی شخص
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرے تو اُس کے جواب کا حق حضرت
پر ہے حق تعالیٰ جو جواب ارشاد فرماتا ہے اس سے کس قدر خوشنودی حق تعالےٰ
کی اس سلام سے ثابت ہوتی ہے۔ اس موقع میں یہ خیال نہ کرنا چاہیئے۔ کہ
شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جواب ارشاد نہ فرماتے ہوں اس لئے حق
تعالےٰ آپ کی طرف سے جواب دیتا ہو۔ کیونکہ احادیث میں مصرح ہے۔
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس جواب سلام کا ادا فرماتے ہیں کما روی
الامام القرطبیؒ فی تفسیرہ عن عبدالرحمٰن بن عوف ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال مامنکم من احد یسلم علی اذا مت الاجاءنی سلامہ مع جبرئیل ویقول

یا محمد ہذا فلاں ابن فلاں یقرء ک السلام فاقول وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
ترجمہ روایت ہے عبدالرحمن بن عوف رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے جب کوئی شخص تم میں کا سلام کرے مجھ پر میرے انتقال کے بعد تو پہنچے گا۔
سلام اُسکا مجھ کو جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ اور کہینگے وہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
یہ شخص فلاں بن فلاں سلام عرض کرتا ہے آپ پر کہونگا میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ انتہی۔ اور سوائے اسکے کئی فرشتہ سلام پہنچانے پر مقرر ہیں جیساکہ گذرا
الحاصل جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرتا ہے تو حضرت سے بھی
جواب پاتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے بھی اس سے ظاہر ہے کہ اس سلام میں خدا
اور رسول کی کمال درجہ کی خوشنودی ہے اسی وجہ سے فرشتوں سے لے کر جھاڑ
پہاڑ تک بکمال شوق سلام عرض کیا کرتے تھے کمافی مسالک الحنفا عن علیؓ قال کنا
بمکۃ فخرج فی بعض نواحیہا فما استقبلہ ولا شجر ولا مدر ولا جبل الا قال لہ السلام علیک
یا رسول اللہ رواہ الدارمی والترمذی وحسنہ والحاکم وصححہ والطبرانی وابونعیم
والبیہقی **ترجمہ** روایت ہے علی کرم اللہ وجہہ سے کہ ہم لوگ مکہ میں آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس نکلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرف پھر
جو جھاڑ یا ٹیلا یا پہاڑ سامنے آتا السلام علیک یا رسول اللہ کہتا تھا انتہی۔
وفی المواہب اللدنیہ۔ وفی حدیث یعلی بن مرۃ الثقفی رض قال ثم سرنا حتی نزلنا
منزلا فنام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاءت شجرۃ تشق الارض حتی غشیتہ ثم رجعت
الی مکانہا فلما استیقظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکرت لہ فقال ہی شجرۃ
استاذنت ربہا فی ان تسلم علی فاذن لہا الحدیث رواہ البغوی فی شرح السنہ

وقال الزرقانی رواه احمد والطبرانی والبیہقی **ترجمہ** روایت ہے یعلی بن مرہ ثقفی سے کہ پھر چلے ہم یہانتک کہ اترے کسی منزل میں پس آرام فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پس آیا ایک جھاڑ زمین شق کرتا ہوا یہانتک کہ ڈھانپ لیا حضرتؐ کو پھر لوٹ گیا اپنے مقام پر پس جب بیدار ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کیا میں نے قصہ اُس جھاڑ کا فرمایا اجازت چاہی اُس نے اپنے رب سے کہ سلام کرے مجھ پر پس اجازت دی گئی اُس کو انتہیٰ - اور مسالک الحنفا میں قسطلانیؒ نے نقل کیا ہے عن ابی بکر الصدیقؓ قال الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم امحق للخطا من الماء البارد للنار والسلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من عتق الرقاب وحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل من مہج الانفس او قال افضل من ضرب السیف فی سبیل اللہ رواہ النمیری وابن بشکوال موقوفاً **ترجمہ** فرمایا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہ درود جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا جاوے مٹانے والا گناہوں کا ہے زیادہ اس سے کہ پانی آگ کو نابود کر دے - اور سلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عرض کیا جاتا ہے غلام آزاد کرنے سے زیادہ افضل ہے اور محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضل ہے خون دل کو بہنے سے یعنے جاں بازی سے یا کہا افضل ہے تلوار مارنے سے راہ خدا میں انتہیٰ کہا قسطلانیؒ نے مسالک الحنفا میں کہ ذکر کیا امام فاکہانیؒ نے کہ یہ سلام غلام آزاد کرنے سے بہتر اس لئے ہے کہ عتق رقبہ کا مقابلہ عتق نار کے ساتھ ہے یعنے جو شخص غلام آزاد کرتا ہے تو ہر عضو اُس شخص کا مقابلہ میں اعضائے غلام کے دوزخ سے آزاد ہوتا ہے

نماز میں سلام ضروری ٹھہرانا

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرنیکے مقابل اور عوض اللہ تعالیٰ کا سلام ہے اور اللہ تعالیٰ کا سلام لاکھ جنتوں سے بہتر ہے انتہیٰ۔ اسکے سوا اور بہت حدیثیں سلام کی فضیلت میں وارد ہیں انشاء اللہ تعالیٰ بحسب موقع لکھی جائینگی اب یہاں یہ امر پیش نظر ہے کہ اس سلام کی کس قدر وقعت ہے جو عین نماز میں ضروری ٹھہرایا گیا۔ حالانکہ نماز عبادت محضہ ہے اور ظاہر ہے کہ عبادت توجہ صرف معبود حقیقی کی طرف چاہیئے۔ اگر کہا جاوے کہ وہ سلام جو التحیات میں پڑھا جاتا ہے یعنے السلام علیک ایہا النبی اس سے خطاب مقصود نہیں بلکہ حکایت ہے شب معراج کی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں التحیات کا کچھ مطلب ہی نہ ہوا صرف الفاظ ہی رہ گئے۔ نہ التحیات للہ سے تمام تحیات اللہ تعالیٰ کے لئے ہونے کا اعتراف ہوا نہ اشہد ان لا الہ الا اللہ سے توحید پر شہادت ہوئی حالانکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے التحیات کی تعلیم فرمائی یہ نہ کہا کہ شب معراج اس قسم کا مخاطبہ ہوا تھا۔ اور بطور حکایت اسکو پڑھنا چاہیئے۔ حدیث تعلیم التحیات کی یہ ہے جس کو ابن تیمیہ نے منتقی الاخبار میں روایت کی ہے عن ابی مسعودؓ قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التشہد کفی بین کفیہ کما یعلمنی السورۃ من القران التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ رواہ الجماعۃ وفی لفظ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قعد احدکم فی الصلوٰۃ فلیقل التحیات للہ وذکرہ وفیہ عند قولہ وعلی عباد اللہ الصالحین فانکم اذا فعلتم

ذلک فقد سلمتم علی کل عبد للہ صالح فی السماء والارض وفی آخرہ ثم تیخیر من المسالہ ماشاء متفق علیہ وعن ابن مسعودؓ قال کنا نقول قبل ان یفرض علینا التشہد السلام علی اللہ السلام علی جبرئیل ومیکائیل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتقولوا ہکذا ولکن قولوا التحیات للہ ذکرہ الدارقطنی وقال اسنادہ صحیح وہذا یدل علی انہ فرض علیہم ترجمہ خلاصہ ان تینوں روایتوں کا یہ ہے کہ روایت ہے ابن مسعودؓ سے کہا انہوں نے کہ تشہد فرض ہوتے کے پیشتر ہم لوگ السلام علی اللہ السلام علی جبرئیل ومیکائیل کہا کرتے تھے پس فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا مت کہو بلکہ جب کوئی نماز میں بیٹھے تو چاہیئے کہ کہے التحیات للہ آخر تک اور سکھایا مجھ کو حضرت نے یہ التحیات میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر جیسا کہ کوئی سورہ قرآن کا تعلیم فرماتے تھے۔ اور فرمایا کہ جب تم نے وعلی عباد اللہ الصالحین کہا تو گویا سلام کیا تم نے ہر بندہ صالح پر خواہ آسمان میں ہو وہ یا زمین میں روایت کیا اسکو اہل صحاح ستہ اور امام احمد بن حنبل اور دارقطنی نے بہ حسب تفصیل مذکور پھر کہا ابن تیمیہ نے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ التحیات صحابہ پر فرض تھی انتہی۔

مخلصاً ہر چند الفاظ التحیات کے مختلف طور پر وارد ہیں مگر جن میں السلام علیک ایہا النبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اُن احادیث کو بخاری مسلم ابوداؤد وترمذی نسائی ابن ماجہ امام احمد ابن حبان ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے روایت کی ہے کما فی کنز العمال ان روایات سے کسی میں یہ بات نہیں ہے۔ کہ وہ سلام بطور حکایت پڑھا جاوے پھر جب حکایت ہونا اُسکا ثابت نہ ہوا تو معنی مقصود بالذات ہوئے جس سے ثابت ہوا کہ بطور انشا کہا جاوے جیسا کہ شیخ

غایۃ مستا ہی نے طوالع الانوار شرح در مختار میں اسکی تصریح کی ہے کما سیجئی
دوسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ السلام علی جبرئیل و میکائیل اور بروایت امام احمد
بن حنبل السلام علی فلاں و فلاں کہا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس
سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ جب تم السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین
کہو گے تو تمہارا سلام تمام مقربین و مرسلین و صالحین کو پہنچ جائیگا اس سے
ظاہر ہے کہ یہ سلام بطور انشا ہے نہ بطور حکایت - اگرچہ کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو بھی اسی تعمیم میں سلام پہنچ سکتا تھا لیکن چونکہ اس میں کوئی خصوصیت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں رہتی تھی اس لئے ضرور ہوا کہ بحسب مرتبہ
پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر خطاب کے ساتھ سلام
عرض کرے اور تکمیل تحیت کے واسطے و رحمۃ اللہ و برکاتہ بھی زیادہ کرے
جس سے اعتنا بالشان اس سلام کا ظاہر ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جیسا
السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین انشا ہے ویسا ہی السلام علیک بھی انشا ہے
تیسری دلیل یہ ہے السلام علیک ایہا النبی جسمیں خطاب ہے متواتر ہے تو اتر
لفظی اگر معنی اس کے مرادانہ لئے جائیں تو ایک قسم کا نسخ لازم آئیگا پھر دلیل نسخ
کو چاہیئے کہ ویسی ہی قطعی ہو اور مخاطبہ شب معراج کا احادیث صحیحہ سے اگر ثابت
ہو جائے جب بھی اس متواتر کا نسخ اس سے نہ ہو سکے گا اسلئے کہ ان تو وہ
احادیث احاد ہونگی جسمیں قطعیت نہیں - دوسرا یہ کہ اس التحیات کو اُس کے
ساتھ کچھ نسبت نہیں غایۃ الامر یہ ہے کہ ہیئت دونوں کی ایک ہو گئی لیکن اس سے
یہ لازم نہیں آتا کہ یہ اُسکی حکایت ہو بلکہ وہاں جیسا حق تعالیٰ نے بطور انشا

فرمایا تھا ویسا ہی یہاں مصلی بطور انشا عرض کرتا ہے **الحاصل** بعد تصحیح ان
احادیث کے اس متواتر کے نسخ کے لئے یہ بات ضرور ہے کہ بطور حکایت پڑھنے کا
امر بتواتر ثابت کیا جاوے واذلیس فلیس۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ جب آیہ شریفہ اِنَّ
اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ نازل ہوئی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ سلام کا طریقہ تو ہم نے
جان لیا صلوٰۃ کا طور ارشاد فرمائیے چنانچہ در منثور میں امام سیوطیؒ نے روایت
کی ہے واخرج ابن ابی شیبۃ و احمد ابن حمید و البخاری و النسائی و ابن ماجہ و ابن
مردویہ عن ابی سعید الخدری قال قلنا یا رسول اللہ ہذا السلام علیک قد علمناہ
فکیف الصلوٰۃ قال قولوا اللہم صل علی محمد الحدیث امام بخاریؒ نے قول بدیع
میں لکھا ہے کہ مراد اس سلام سے جسکی نسبت صحابہ نے اپنا علم ظاہر کیا سلام
تشہد ہے یعنے السلام علیک ایہا النبی حیث قال والمراد بقولہم السلام علیک
فقد عرفناہ فکیف الصلوٰۃ علیک فاعلمہم ایاہ فی التشہد من قولہم السلام علیک
ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فیکون المراد بقولہم فکیف نصلی علیک ای بعد التشہد
قالہ البیہقی اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ کے نزدیک یہ سلام انشائے تحیت تھا اس
لئے کہ سلموا کے امتثال میں اسکو قرار دیا تھا اور امتثال کے لئے انشا کی ضرورت
ہے حکایت مفید نہیں ہو سکتی۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ امام سخاویؒ نے لکھا ہے۔ کہ
سلام عرض کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی مواقع میں واجب ہے۔ ایک
تشہد اخیر میں امام شافعیؒ کے نزدیک دوسرا نام مبارک آپ کا سنکر تیسرا جب
قبر شریف کے پاس حاضر ہووے حیث قال فی القول البدیع ولیعلم انہ یرتقی
درجۃ التسلیم علیہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الوجوب فی مواضع الاول فی التشہد

الاخير نص عليہ الشافعی الثانی مانقلہ الحلیمی انہ یجب التسلیم علی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم کلما ذکر وفی الشفاء نقلاً عن القاضی ابی بکر بن بکر نزلت ہذہ الآیۃ
علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامر اللہ اصحابہ ان یسلموا علیہ وکذ لکس من بعدہم
امروا ان یسلموا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند حضورہم قبرہ وعند ذکرہ
چھٹی دلیل شیخ عابد سندھی نے طوالع الانوار شرح درمختار میں لکھا ہے۔ کہ
السلام علیک ایہا النبی کے معنی کو مقصود بالذات سمجھے اور بطور انشا سلام
عرض کرے کما قال ویقصد بالفاظ التشہد معانیہا حال کون تلک الالفاظ مراۃ
لہ ای مقصودۃ لنفسہ علی وجہ الانشاء کانہ یحیی اللہ تعالیٰ ویسلم علی نبیہ صلی اللہ
علیہ وسلم بقولہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فان قیل کیف شرع
ہذا اللفظ وہو خطاب بشر مع کونہ منہیا فی الصلوٰۃ اجیب عن ذلک باجوبۃ انتہیٰ
ساتویں دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری شریف میں ہے عن عبداللہ بن شجرۃ ابو معمر
قال سمعت ابن مسعودؓ یقول علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکفی بین کفیہ کما
یعلمنی السورۃ من القرآن التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات السلام علیک
ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین اشہد ان
لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ وہو بین ظہرانینا فلما قبض قلنا السلام
یعنی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترجمہ روایت ہے ابو معمر سے کہ ابن مسعودؓ سے
میں نے سُنا ہے کہ کہتے تھے سکھایا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے التحیات
مذکور اپنے دونوں ہاتھوں میں میرا ہاتھ لے کر جیسا کہ کوئی سورہ قرآن کا
سکھاتے ہیں اس حالت میں کہ حضرت ہم میں تشریف رکھتے تھے پھر جب حضرت

نے انتقال فرمایا تو کہا ہم نے السلام یعنے علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہیٰ ابن حجر رحمہ نے
فتح الباری میں لکھا ہے ورد فی بعض طرق حدیث ابن مسعود رضؓ ما یقتضی المغایرۃ
بین زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم وما بعدہ فی الخطاب ففی الاستیذان من صحیح البخاری
من طریق ابی معمر عنہ بعد ان ساق حدیث التشہد قال وہو بین اظہرنا فلما قبض
قلنا السلام یعنی علی النبی واخرجہ ابو عوانۃ فی صحیحہ وابو نعیم والبیہقی من طرق
متعددۃ بلفظ فلما قبض قلنا السلام علی النبی وکذلک رواہ ابو بکر بن ابی شیبۃ قال
السبکی فی شرح المنہاج بعد ان ساقہ مسندا الی ابی عوانۃ وحدہ ان صح عن الصحابۃ
ہذا دل علی ان الخطاب فی السلام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر واجب انتہیٰ
قلت قد صح بلا ریب وقد وجدت لہ متابعا قویا قال عبد الرزاق اما ابن جریج اخبر
فی عطاء ان الصحابۃ کانوا یقولون والنبی صلی اللہ علیہ وسلم حی السلام علیک
ایہا النبی فلما مات قالوا السلام علی النبی واسنادہ صحیح واما ما روی سعید
بن منصور من طریق ابی عبیدۃ بن عبد اللہ بن مسعود عن ابیہ ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم علمہ التشہد فذکرہ قال فقال ابن عباس انما کنا نقول السلام علیک
اذا کان حیا فقال ابن مسعود ہکذا علمناہ وہکذا نعلم فظاہرہ ان ابن عباس
قالہ بحثا وان ابن مسعود رضؓ لم یرجع الیہ روایۃ ابی معمر اصح لان ابا عبیدۃ لم
یسمع عن ابیہ والاسناد مع ذلک ضعیف - اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صحابہ
رضی اللہ عنہم اس سلام کو بطور انشا کہا کرتے تھے اسی وجہ سے بعض صحابہ نے
اپنے اجتہاد سے لفظ خطاب وندا کو بدل دیا اور السلام علی النبی کہنا شروع کیا
کیونکہ اگر یہ سلام بطور حکایت ہوتا تو بدلنے کی کچھ ضرورت نہ تھی پس ثابت ہوا

کہ یہ سلام انشا ہے نہ حکایت - اب یہاں یہ بات معلوم کرنا چاہیئے کہ بعد وفات شریف کے اگر صحابہ کا خطاب ونداکو بدلنا ثابت ہو تو سبب اُس کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرمائے عالم ابدی ہوئے اور صحابہ نے مسند خلافت الٰہی کو وجود عنصری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خالی پایا عالم آنکھوں میں تیرہ وتاریک ہو گیا غم والم کی یہانتک نوبت پہنچی - کہ بعضوں سے دیوانوں کے سے حرکات صادر ہونے لگے - بات بات پر یاد اشفاق ومراحم مربیانہ ایک مصیبت برپا کئے دیتے تھے باوجودیکہ بلالؓ اذان کے ثوابوں سے خوب واقف تھے اور اسی کام پر مامور تھے - مگر اس صدمہ نے اُنکو اس فضیلت عظمیٰ سے باز رکھا تھا کیونکہ جب نام مبارک زبان پر آجاتا تو نقشہ حضوری کا آنکھوں کے سامنے پھر جاتا تھا پھر اس حالت جانکاہ کا بیان کیا ہو سکے کہ جسکی وجہ سے ایسی فضیلت عظمیٰ کے طرف مبادرت نہیں کر سکتے تھے ہرچند صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنہوں نے انہیں آزاد کیا تھا حکم بھی فرمایا مگر جب بھی نہ ہو سکا حالانکہ امتثال امر ان کا انہیں دو طور سے ضرور تھا ایک بحیثیت آقائی دوسرے خلافت کہ کسی مسلمان کو انحراف اُن کے امر سے جائز نہ تھا لیکن کیا کر سکتے غم کا تسلط کچھ اس قدر ہو گیا تھا کہ دل ہی قابو میں نہ تھا اور یہی وجہ تھی کہ آخر معذور رکھے گئے چنانچہ کنز العمال میں منقول ہے عن

محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی قال لما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن بلال ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یقبر فکان اذا قال اشہد ان محمدا رسول اللہ انتحب الناس فی المسجد فلما دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابو بکر اذن فقال

ان کنت انما اعتقتنی للہ فخلنی ومن اعتقتنی لہ فقال انما اعتقتک للہ فقال انی لا اوذن لاحد بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فذاک الیک فاقام حتی خرجت بعوث الشام فسار معہم حتی انتہی الیہا ابن سعد **ترجمہ** روایت ہے۔ محمد ابن ابراہیم سے کہ جب وفات فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذان کہی بلالؓ نے اس وقت کہ ہنوز حضرت دفن نہیں کئے گئے تھے جب اُنہوں نے اشہد ان محمداً رسول اللہ کہا مسجد شریف میں کہرام مچ گیا کسی سے ضبط گریہ نہ ہوسکا اور بے اختیار آوازیں بلند ہوگئیں۔ پھر بعد دفن کے جب صدیق اکبرؓ نے بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ عرض کیا کہ اگر آپ نے اللہ کے واسطے مجھے آزاد کیا ہے تو مجھے اللہ کے حوالہ کر دیجئے فرمایا میں نے صرف اللہ واسطے تمہیں آزاد کیا ہے کہا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اب کسی کا مؤذن نہ ہوں گا فرمایا تمہیں اختیار ہے پھر اقامت کی مدینہ منورہ میں چند روز اور جب شام کی طرف لشکر روانہ ہوا تو اس کے ہمراہ چلے گئے اور وہیں رہے انتہیٰ اور بعض صحابہ نے وفات شریف کی خبر سنتے ہی دُعا کی۔ کہ الٰہی اب ہمیں نابینا کر دے۔ کہ بعد اپنے حبیب کے کسی کی صُورت نہ دیکھیں۔ کما فی المواہب اللدنیہ وذکر ابن المظفر ایضاً ان عبداللہ بن زید ہذا کان یعمل فی جنتہ لہ فاتاہ ابنہ فاخبرہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توفی فقال اللہم اذہب بصری لا اری بعد حبیبی محمداً ابداً فکف بصرہ اے عمی۔

واقع میں اس مصیبت کی کچھ انتہا نہیں سواری مبارک کے جانور پر اس صدمہ کا وہ اثر ہوا کہ متحمل نہ ہوسکا آخر خودکشی کی چنانچہ محدثین رح نے اس کی تصریح کی ہے جب جانور کا یہ حال ہو تو اُن جانثاران خستہ جگر کا کیا حال ہوا ہوگا۔

جن کو محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عالم سے اور جان سے زیادہ تر تھی مگر ہر آسودہ حال کو اس حالت کی کیا خبر اُس کو تو وہی لوگ جانیں جو مذاق محبت سے واقف اور فراق کے صدمے اٹھا چکے ہوں **الحاصل** کمال غم والم کے سبب سے اوائل میں بعض صحابہ نے خطاب کو ترک کر دیا پھر جب وہ حالت بسبب امتداد زمانہ کے فرد ہوگئی بحسب تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر اُسی طور پر بصیغہ خطاب و ندا پڑھنا شروع کیا۔ چنانچہ صحابہ و تابعین کا عمل اسی پر رہا اور آجتک وہی جاری ہے اثبات اس دعوی کا کئی وجوہ سے ہو سکتا ہے۔

وجہ اول یہ ہے کہ بروایت متعددہ ثابت ہے کہ حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم برسر منبر علی رؤس الاشہاد اپنے خلافتوں میں تعلیم التحیات کی بلفظ السلام علیک ایہا النبی کیا کرتے تھے اور یہ تعلیم کچھ ایسی نہ تھی کہ کسی پر پوشیدہ رہ سکے پھر اگر کسی کو ندا و خطاب میں کلام ہوتا ضرور کہہ دیتے کیونکہ صحابہ کی شان سے بعید ہے کہ کسی مسئلہ کو خلاف واقع سُن کر خاموش رہ جائیں خصوصًا ایسا مسئلہ کہ جسمیں آخری زمانہ والوں کے خیال کے مطابق شرک کا اندیشہ ہے امام زیلعی نے شرح کنز میں لکھا ہے وعن جماعۃ من اہل النقل ان تشہد ابن مسعود رض اصح ما یروی وعلیہ عمل اکثر اہل العلم من الصحابۃ والتابعین حتی قال ابن عمر کان ابو بکر الصدیق یعلمنا التشہد علی المنبر کما یعلم الصبیان فی الکتاب فذکر تشہد ابن مسعود رض یعنے بروایت ابن عمر رض ثابت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ برسر منبر تعلیم تشہد ابن مسعود رض کی کیا کرتے تھے جیسا کہ مکتبوں میں لڑکوں کو تعلیم کیا کرتے ہیں یہ تشہد وہ ہے جس میں السلام علیک ایہا النبی موجود ہے۔

اسلیے کہ محدثین و فقہا جب تشہد ابن مسعودؓ کی کہتے ہیں تو مراد اُس سے وہ تشہد ہوتی
ہے جو مرفوع ہے یعنے جسکی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے کما ہو الظاہر
عند اہل العلم وعن عبد الرحمن بن القاری انہ سمع عمر بن الخطابؓ وہو علی المنبر
وہو یعلم الناس التشہد یقول قولوا التحیات الزاکیات للہ الطیبات الصلوات
للہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد
ان محمداً عبدہ ورسولہ مالک والشافعی عب والطحاوی کذا فی کنز العمال ترجمہ
روایت ہے عبد الرحمن ابن القاریؒ سے کہ عمر بن خطابؓ سے میں نے سنا ہے کہ التحیات
مذکور بر سر منبر تعلیم کرتے تھے روایت کیا اسکو امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار
میں عن سعید بن جبیر وطاؤس عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یعلمنا التشہد کما یعلمنا القرآن فکان یقول التحیات المبارکات الصلوات
الطیبات للہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الحدیث وعن ابن
جریج قال سئل عطاء وانا اسمع عن التشہد فقال التحیات المبارکات الصلوۃ
للہ ثم ذکر مثلہ قال لقد سمعت عبد اللہ بن الزبیر یقولہن علی المنبر یعلمہن للناس ولقد
سمعت عبد اللہ بن عباس یقول مثل ما سمعت ابن الزبیر یقول قلت فلم یختلفا ابن
الزبیر وابن عباس فقال لا یعنے کہا عطاءؒ نے کہ سُنا میں نے عبد اللہؓ بن زبیر سے کہ
بر سر منبر التحیات مذکور کی تعلیم کیا کرتے تھے اور وہی التحیات عبد اللہ بن عباسؓ
سے بھی سُنی ہے انتہیٰ ملخصاً جب اس قسم کے مجمعوں میں جس میں ہزارہا صحابہ
ہوتے تھے خلفائے تشہد بصیغہ خطاب تعلیم کیا اور کسی نے اُس کا انکار نہ کیا
تو ثابت ہوا کہ صحابہ کا اجماع اسی پر تھا۔ اب بعد ثبوت اجماع کے ضرورت

نہ رہی کہ افراد صحابہ کا بھی عمل بیان کیا جاوے مگر تبرعًا چند اکابر صحابہ کا عمل بھی بیان کیا جاتا ہے تا طالبین حق کو کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے۔ ابن عباسؓ کا عمل اور تعلیم کرنا بصیغہ خطاب ابھی معلوم ہوا اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی قسم کی التحیات ثابت ہے کما فی الموطا لامام محمدؒ قال مالکؒ اخبرنا عبدالرحمٰن بن قاسم عن امہ عن عائشہؓ انہا کانت تتشہد فتقول التحیات الصلوات الزاکیات للہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین السلام علیکم اسی طرح ابن عمرؓ سے مروی ہے کما فی الموطا لامام محمد قال مالک اخبرنا نافع عن ابن عمرؓ انہ کان تتشہد فیقول بسم اللہ التحیات للہ والصلوات للہ والزاکیات للہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین الحدیث اور شرح معانی الآثار میں امام طحاویؒ نے روایت کی ہے عن مجاہد قال کنت اطوف مع ابن عمرؓ بالبیت وہو یعلمنی التشہد یقول التحیات للہ الصلوات الطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ قال ابن عمر و زدت فیہا وبرکاتہ یعنے مجاہد کہتے ہیں کہ سکھایا مجھ کو ابن عمرؓ نے حالت طواف کعبہ میں تشہد مذکور۔ اسی طرح معاویہ اور سلمان فارسی اور ابوحمید رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ مولوی محمد عبدالحی صاحب لکھنوی نے تعلیق الممجد میں لکھا ہے ومنہم معاویۃ اخرج الطبرانی فی الکبیر مثل تشہد ابن مسعود ومنہم سلمان اخرج الطبرانی والبزاز مثل تشہد ابن مسعودؓ وقال فی آخرہ قلہا ولا تزد فیہا حرفًا ولا تنقص منہا حرفًا واسنادہ ضعیف ومنہم

ابو حمید اخرج الطبرانی عنہ مرفوعاً مثلہ یعنے یہ حضرات ابن مسعودؓ کی تشہد پڑھا کرتے
اور روایت کیا کرتے تھے اور کہا سلمان فارسیؓ نے نہ اس سے زیادہ کرو نہ کم ۔
اور ایسا ہی ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے عن ابی المتوکل قال سالت ابا سعید
عن التشہد فقال التحیات الصلوات الطیبات للہ السلام علیک ایہا النبی
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ و
اشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ وقال ابو سعید کنا لا نکتب شیئاً الا القرآن والتشہد
ش کذا فی کنز العمال ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ خود ابن مسعودؓ تابعین کو اسی التحیات
کی تعلیم کیا کرتے تھے جس کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی کما روی ابن
الہمام فی فتح القدیر ۔ قال ابو حنیفہؒ اخذ حماد بن سلیمان بیدی وعلمنی التشہد
وقال حماد اخذ ابراہیم بیدی وعلمنی التشہد وقال ابراہیم اخذ علقمۃ بیدی و
علمنی التشہد وقال علقمۃ اخذ عبد اللہ بن مسعودؓ بیدی وعلمنی التشہد وقال
عبد اللہ اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی وعلمنی التشہد کما یعلمنی السورۃ
من القرآن وکان یاخذ علینا بالواو واللام یعنے سکھایا ابن مسعودؓ نے علقمہ کو
التحیات ہاتھ پکڑ کر جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو سکھایا تھا اس سے ظاہر ہے
کہ صرف چند روز صیغہ خطاب وندا کو انہوں نے بدلا تھا تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر
اس تعبیر میں لحاظ خطاب وندا کا تھا تو یہ سبب قبل انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے بھی موجود تھا اس لیئے کہ صحابہ اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غائب
بھی ہوتے تھے پس اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ حالت غیبت میں بصیغہ خطاب
وندا نہ پڑھتے ہوں حالانکہ یہ بات کسی سے مروی نہیں بلکہ خود اس حدیث میں

مصرح ہے کہ بعد وفات شریف کے خطاب بدلا گیا۔ پس معلوم ہوا کہ علت تغیر کی ندا و خطاب نہ تھا بلکہ صدمہ وفات شریف کا تھا۔ پس ان وجوہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اوّل تو جملہ صحابہ رضؓ نے صیغہ ندا کو بدلا ہی نہیں اور بعضوں نے جو بدلا سبب اُس کا یہ نہ تھا کہ بعد وفات شریف کے خطاب وندا جائز نہیں۔ اور بعد چند روز کے بدلنے والے بھی بحسب تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بصیغہ خطاب پڑھتے اور تعلیم کیا کرتے تھے۔ شیخ عابد سندھیؒ نے المواہب اللطیفہ فی شرح مسند ابی حنیفہؒ میں اس مسئلہ میں نہایت ہی لطیف و چسپت بحث کی ہے۔ چونکہ مناسب مقام ہے اس لئے بعینہ اُن کی عبارت نقل کی جاتی ہے وہی ہذہ لاشک ان الشارع صلی اللہ علیہ وسلم علمہم لفظ التشہد وقد اشتمل علی الخطاب ولم یقل لہم انہم یخالفون بذلک اللفظ بعد وفاتہ مع ان الموجب فی الاتیان بلفظ الغیبۃ کان موجودا فی زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم لغیبتہم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الاسفار والمغازی والسرایا وغیر ذلک ولم ینقل عن احد منہم انہ کان تشہد بلفظ الغیبۃ فی تلک الحالات علی ان عمر رضی اللہ عنہ علم الناس التشہد علی المنبر فی ایام خلافتہ فعلمہم بلفظ الخطاب کما اخرجہ مالک فی الموطا عن عبد الرحمن بن عبد القاری وکذلک رواہ القاسم بن محمدؒ عن تشہد عائشۃ الذی کانت تتشہد بہ وذلک لاشک فیہ انہ بعد وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکذلک ما رواہ نافع ان ابن عمر رضؓ کان یتشہد وفیہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وکل ہذا عند مالک فی الموطا وکان ابو موسی یعلم بہذا ایضاً کما اخرجہ النسائی وعلم ابن عمر عبید اللہ بن ناطی بذلک عند ابی داؤد وعلم سلمان ابا راشد کذلک کما اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والبزار

لہذا کلہ صریح فی انہم حملوا الفاظ التشہد علی سبیل التعبد ولم یجعلوہ مخصوصا بزمان دون
زمان فغایۃ مایفہم من فعل ابن مسعودؓ فیما اخرجہ البخاری وغیرہ وفی فعل الصحابۃ
الذین حکی عنہم عطاء ان یکون اجتہاداً منہم لانہ بتوقیف من الشارع صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم مع انہ لا مجال للاجتہاد فی مقابلۃ ما عینہ الشارع صلی اللہ تعالی
علیہ وسلم علی ان خبر عطاء لا یفہم من سمع من الصحابۃ بلفظ الغیبۃ وغالب مایروی
عن عطاء عن ہولاء المذکورین من الصحابۃ وقد اسمعناک من امرہم وما کانوا
یتشہدون الا بلفظ الخطاب واللہ اعلم ومن وقف علی خلاف ما حررتہ مویدا
ببرہان فلیفد جزاہ اللہ خیرا خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اسمیں کچھ شک نہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ التحیات تعلیم فرمائی تھی جسمیں صیغہ خطاب ہے اور
یہ نہ فرمایا کہ بعد وفات شریف کے وہ لفظ بدل دیا جاوے اور سبب صیغہ
غایب کا خود حضرت کے زمانہ میں موجود تھا کیونکہ صحابہ سفر وغیرہ کی وجہ سے
غائب ہوا ہی کرتے تھے ۔ پھر کسی سے یہ منقول نہیں کہ اُس حالت میں صیغہ
خطاب کو ترک کیا ہو اور عمر فاروق اور عائشہ صدیقہ اور ابن عمر اور ابو موسیٰ
اشعری رضی اللہ عنہم کا تعلیم کرنا اور پڑھنا بصیغہ خطاب بعد وفات شریف
کے ثابت ہے پس اس سے ظاہر ہے کہ الفاظ تشہد صحابہ کے نزدیک تعبدی تھے
کہ خصوصیت اس کو کسی زمانہ کے ساتھ نہیں اور بعض صحابہ نے جو اسکو بدل
دیا تھا تو وہ اُن کا اجتہاد تھا شارع علیہ السّلام کا اس میں امر نہیں باوجودیکہ
مقابلہ میں تعیین شارع کے اجتہاد کو دخل نہیں پھر کہا شیخ عابد رحمۃ اللہ
علیہ نے اگر کوئی شخص اس تحریر کے خلاف پر مطلع ہو تو چاہیئے کہ پیش

کرے بشرطیکہ موید بالبرہان ہو انتہی - احادیث مذکورہ بالا سے یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ کبار بعد وفات شریف کے التحیات بصیغۂ ندا وخطاب پڑھا کرتے اور علی رؤس الاشہاد تعلیم کیا کرتے تھے اور خاص ابن مسعودؓ کو اس التحیات کی تعلیم میں نہایت اہتمام تھا کہ ایک ایک حرف کی کمی وزیادتی پر مواخذہ کیا کرتے تھے چنانچہ قریب میں معلوم ہوگا - اور امام ترمذی نے بعد حدیث التحیات ابن مسعودؓ کے لکھا ہے کہ عامہ اہل علم صحابہ وتابعین کا اسی پر عمل تھا اور یہی قول سفیان ثوری اور ابن مبارک اور امام احمد وغیرہم کا ہے - اور کہا کہ امام شافعیؒ نے تشہد ابن عباسؓ کو اختیار کیا ہے اسمیں بھی صیغہ خطاب وندا کا موجود ہے اور یہ بھی مضمون سابق سے مستفاد ہوا کہ ائمہ اربعہؒ کی معمول بہ وہ التحیات ہے جس میں صیغہ خطاب وندا کا ہے اور علمائے مذاہب اربعہؒ کا عمل الی یومنا ہذا اسی پر جاری ہے چنانچہ حنابلہ سے ابن تیمیہؒ نے منتقی الاخبار میں ندا وخطاب والی تشہد کو ذکر کیا اور ابومعمر کی روایت سے اغماض کیا بلکہ کتاب المحرر میں جو فقہ میں لکھی ہے اسی تشہد کا امر کیا ہے جسمیں خطاب موجود ہے حیث قال ویتشہد فیقول التحیات للہ الصلوات الطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الخ حتی کہ خود امام بخاریؒ نے ترک خطاب کو پسند نہیں کیا اسلئے کہ التحیات کے ابواب میں ابن مسعودؓ کی اس حدیث پر استدلال کیا جس میں اُن کا وہ قول نہیں اور جسمیں وہ قول ہے اُسکو کتاب الاستیذان میں مصافحہ کے باب میں ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ قول ابن مسعودؓ کا امام بخاریؒ کے

نزدیک بھی معمول بہ نہیں اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ مقصود ابن مسعودؓ کا اس قول سے کیا ہے جو بخاریؒ میں بروایت ابی معمر مذکور ہے علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکفی بین کفیہ کما یعلمنی السورۃ من القرآن التحیات للہ الخ وہو بین ظہرانینا فلما قبض قلنا السلام یعنی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات ظاہر کرنا مقصود ہے کہ بعد وفات شریف کے بھی صحابہ التحیات میں حضرت پر وہی سلام عرض کیا کرتے تھے جو سابق سے معین تھا یعنی السلام علیک ایہا النبی۔ تا خدشہ حاضرین کا ندا وغیرہ کے باب میں بنظر فعل صحابہ کے دفع ہو جاوے اور یہ بات مطابق واقع کے ہے کہ صحابہ کا فعل ایسا ہی تھا کما مر انفاً اس توجیہ پر الف لام قلنا السلام میں عہد کا ہوگا پس مطلب یہ ہوا کہ جب انتقال فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہم نے التحیات میں وہی سلام جو اوپر مذکور ہے اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ فلما قبض کے جواب میں صرف السلام پر اکتفا کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس سلام کی خبر مخاطب کو دینا منظور ہے اور اگر خطاب بدلنے کا اخبار منظور ہوتا۔ تو صرف السلام پر اکتفا نہ کرتے بلکہ غیبت کی تصریح کر دیتے اور اگر لفظ السلام کو مقولہ قلنا کا بتائیے تو لازم آتا ہے کہ صرف السلام کہتے ہوں بغیر ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ظاہر البطلان ہے۔ پھر مزید توضیح اور تعیین کے لئے سلام کی تفسیر کی باعتبار مسلم علیہ کے حیث قال قلنا السلام یعنی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے کہ التحیات میں مسلم علیہ تین ہیں۔ پس مطلب اس کا یہ ہوا کہ بعد وفات شریف کے ترک نہیں کیا ہم نے سلام کو بلکہ ہم نے وہ سلام

یعنے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بلفظ السلام علیک ایہا النبی کہا کرتے تھے اور
اسی کی موید ہے وہ روایت جو عبارت فتح الباری میں اُوپر مذکور ہوئی - کہ
کہا عبداللہ بن عباسؓ نے ابن مسعودؓ سے کہ السلام علیک ایہا النبی ہم اُس
وقت کہتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے مقصود یہ کہ بعد
وفات شریف کے سلام کیسا کہنا چاہیئے کہا ابن مسعودؓ نے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہمکو اور ویسا ہی تعلیم کیا کرتے ہیں ہم انتہیٰ اس تقریر
سے ابن عباسؓ کو سکوت حاصل ہو گیا اسی وجہ سے آپ کا بصیغۂ خطاب
پڑھنا اور تعلیم کرنا روایات مذکور بالا سے ثابت ہے - اگرچہ ابن حجرؒ
نے کہا ہے کہ روایت ابو معمر کی (جس میں قول عبداللہ بن مسعود فلما قبض
قلنا السلام ہے) اصح ہے اور یہ روایت مناظرہ ضعیف ہے مقصود اس
سے یہ کہ معارضہ کی وجہ سے روایت ابی معمر کو جو بخاری میں ہے ترجیح
ہو گی - مگر اس وجہ سے کہ اس کی معارض نہیں بلکہ معاضد ہے جیسا کہ ابھی
معلوم ہوا تو ضعف اس کا کچھ مضر نہ ہو گا بلکہ احد الاحتمالین کی ترجیح جو دوسرے
قرائن سے ہو چکی ہے اسکی تائید کے لئے کافی ہو سکتی ہے کیونکہ قطعاً موضوع
نہیں جو بالکل بیکار کی جاوے غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ یہ روایت ایک احتمال
کے معارض ہے پھر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ معارضہ ضعیف کا صحیح کے ساتھ
ہو کیونکہ اگر صحیح وقوی ہے تو اسناد ہے نہ وہ احتمال - اور اسی طرح یہ
روایت بھی اسکی موید ہے عن الاسود قال کان عبداللہ یعلمنا التشہد کما
یعلمنا السورۃ من القرآن فیاخذ علینا الالف والواو رواہ ابن النجار

کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے اسود سے کہ ابن مسعودؓ تشہد ہم کو ایسا
سکھاتے تھے جیسا کہ سورہ قرآن کا سکھاتے ہیں کہ الف و واؤ میں گرفت و گیر کیا
کرتے تھے اور ابھی علقمہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ الف ولام میں مواخذہ کرتے تھے
اور امام محمدؒ نے موطا میں لکھا ہے قال محمد وکان عبداللہ بن مسعودؓ یکرہ ان
یزاد فیہ حرف او ینقص منہ حرف ترجمہ مکروہ سمجھتے تھے ابن مسعودؓ تشہد
کے ایک حرف کی کمی و زیادتی کو وجہ اس اہتمام کی یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی التحیات کی تعلیم کا اُن کو امر فرمایا جس کو
بکمال اہتمام مثل بیعت لینے کے ہاتھ میں ہاتھ لیکر سکھاتے تھے کما قال الشیخ
عابد السندھیؒ فی طوالع الانوار قال الزیلعی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر ابن مسعود
ان یعلمہ الناس فیما رواہ احمد والامر للوجوب ولا ینزل من الاستحباب
اور بروایت متفق علیہ جو منتقی الاخبار سے لکھی گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے انکو فرمایا اذا قعد احدکم فی الصلوٰۃ فلیقل التحیات للہ الحدیث
اس سے ظاہر ہے کہ ہمیشہ کے لئے یہ التحیات ہے اب رہی یہ بات کہ ابو عوانہ اور
ابو نعیم اور بیہقی اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے قول ابن مسعودؓ کو بغیر لفظ یعنی کے
روایت کیا ہے اس طور پر فلما قبض قلنا السلام علی النبی تو جائز ہے۔ کہ
کوئی راوی لفظ یعنی کو بھول گیا ہو یا زائد سمجھ کر ترک کر دیا ہو۔ کیونکہ
روایت بالمعنی محدثین کے نزدیک درست ہے امام سیوطیؒ نے مسالک
الحنفا میں لکھا ہے وقد وقع فی الصحیحین روایات کثیرۃ من ہذا النمط فیہا
لفظ تصرف فیہ الراوی وغیرہ اثبت منہ کحدیث مسلم عن انس فی نفی قراءۃ

التسمیۃ وقد اعلہ الامام الشافعی رضی اللہ عنہ بذلک وقال ان الثابت

من طریق آخر ینفی سماعہا فقہم منہ الراوی نفی قرأتہا فرواہ بالمعنی علی ما فہمہ

فاخطأ اور یہ ظاہر ہے اس لئے کہ جب یہی روایت بخاری شریف میں موجود

ہے تو ضرور ہے کہ فضیلت بخاری کی ملحوظ رہے اور سوائے اس کے قاعدہ

مسلمہ ہے کہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے کما قال النووی فی مقدمۃ مسلم زیادات

الثقۃ مقبولۃ مطلقاً عند الجماہیر من اہل الحدیث والفقہ والاصول

اس اعتبار سے بھی لفظ یعنی معتبر ہوا۔ اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ لفظ

یعنی غلط ہے جب بھی کچھ نقصان نہیں۔ کیونکہ وجوہات مذکورہ بالا سے

جب الف ولام السلام کا عہدی ٹھیرا تو علی النبی مع متعلق صفت اسکی

ہوجائیگی اور مطلب اس عبارت کا یہ ہوگا کہ بعد انتقال کے کہا ہم نے وہی

سلام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تاویل ہے مفہوم

ظاہر عبارت یہ ہے کہ جملہ السلام علی النبی مقولہ قلنا کا ہے تو ہم کہیں گے۔ کہ یہ

تاویل کچھ نئی بات نہیں جس سے استبعاد ہو ظاہر ہے کہ جب نصوص آپس

میں معارض ہوتے ہیں تو حتی الامکان کسی ایک میں تاویل کی جاتی ہے اور

یہاں بھی یہی ہوا اس لئے کہ اگر یہ مؤدل ظاہر پر چھوڑا جائے تو کئی قباحتیں لازم

آتی ہیں ایک بلادلیل نسخ عموم اوقات کا جو باحادیث صحیحہ ثابت ہے۔ دوسری

ترجیح اجتہاد کی مقابلہ میں نص کے جو جائز نہیں کما قال الشیخ عابدؒ فی المواہب

اللطیفہ ولا مجال للاجتہاد فی مقابلۃ ما عینہ الشارع صلی اللہ علیہ وسلم اسے

فی التشہد۔ تیسرا تناقص اس لئے کہ خود ابن مسعودؓ سے خلاف اس کے

مروی ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا الحاصل ان اسباب سے یہاں تاویل کی
ضرورت ہے۔ اب رہا قول ابن عطا کا جس کو فتح الباری میں نقل کیا ہے۔
کہ صحابہ بعد وفات شریف کے السلام علی النبی کہا کرتے تھے سو اسکا جواب
یہ ہے صحابہ کا فعل اور تعلیم احادیث مذکورۂ بالا سے ثابت ہے کہ کسی نے
خطاب و ندا کو ترک نہیں کیا مگر بات یہ ہے کہ عطاؒ نے ابن مسعودؓ کے ظاہر
قول کا مطلب بیان کر دیا جو بروایت ابی عوانہ مروی ہے ورنہ کسی اور
صحابی سے اس قسم کی بات مروی نہیں الحاصل قطعًا یہ بات ثابت نہیں ہو
سکتی کہ تمام صحابہ تو کیا خود عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی خطاب و ندا کو بعد
وفات شریف کے ترک کیا ہو ہذا ما تیسر لی و ہو ولی التوفیق والتوفیف

نادرہ ندائے غائب کے مسئلہ میں جب استدلال السلام علیک ایہا النبی
کے ساتھ کیا جائے تو بعض لوگ اس کا جواب دیتے ہیں۔ کہ یہاں ندا
مقصود نہیں بلکہ یہ حکایت ہے مخاطبہ شب معراج کی پھر جو ان سے پوچھا
جاوے کہ کیا اس حدیث کو مانتے ہو تو کہتے ہیں اگر وہ حدیث مانی جاوے
تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عرش پر جانا ثابت ہوتا ہے حالانکہ
سدرۃ المنتہیٰ سے اس طرف جانے میں کوئی حدیث صحیح یا حسن محدثین کے
پاس ثابت نہیں۔ یہ عجیب بات ہے اگر نماز کی التحیات کو حکایت اس کی
قرار دیں تو چاہیئے کہ محکی عنہ کو اپنے قواعد کے موافق ثابت کریں یا مان لیں
اور اگر محکی عنہ کا انکار ہے تو حکایت کا نام نہ لیں اس کے کیا معنی کہ حکایت
میں تو وہ زور و شور اور محکی عنہ سے بالکل انکار کیا۔ اس کو الف لیلہ کی

قیام وقت سلام

حکایت سمجھی ہے جسمیں محکی عنہ سے کچھ بحث نہیں الحاصل ہر مسلمان کو چاہیئے
کہ نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف متوجہ ہو کر سلام عرض کرے اور
شک نہ کرے کہ اس میں شرک فی العبادۃ ہوگا۔ کیونکہ جب شارع کی طرف
سے اس کا امر ہو گیا تو اب جتنے خیالات اسکے خلاف میں ہوں وہ سب بیہودہ اور
فاسد سمجھے جائیں گے اور اسمیں تعلل ایسا ہوگا جیسے ابلیس نے آدم علیہ السلام
کے سجدہ میں تعلل کیا تھا۔ اب یہ بات معلوم کرنا چاہیئے کہ جب اس سلام کا یہ
رُتبہ ہوا کہ ایک حصہ عبادت محضہ یعنے نماز کا اس کے لئے خاص کیا گیا تو دوسرے
اوقات میں ہم لوگوں کو کس قدر اہتمام و ادب چاہیئے۔ ہر چند عوام النّاس
اس قسم کے اُمور سے مرفوع القلم ہیں کیونکہ انکو تو اسی قدر کافی ہے کہ جتنا شارع
نے ضروری بتایا اتنا کر دیا۔ مگر اہل عقل و تمیز کو چاہیئے کہ ایسے اُمور میں غور و فکر
کریں اور ادب سیکھیں۔ العاقل تکفیہ الاشارہ الغرض جب کسی وقت خاص
میں سلام عرض کرے تو چاہیئے کہ کمال ادب کے ساتھ کھڑا ہوا اور دست بستہ
ہو کر السلام علیک یا سیّدنا رسول اللہ السّلام علیک یا سیدنا سید الاولین و الآخرین
وغیرہ صیغہ جنمیں حضرت کی عظمت معلوم ہو عرض کرے اب یہاں شاید کوئی
شخص یہ اعتراض کرے کہ قیام میں تشبیہ بالعبادت ہے اور وہ جائز نہیں
تو جواب اُسکا یہ ہے کہ جب عین عبادت میں یہ سلام جائز ہوا تو تشبیہ بالعبادت
میں کیوں نہو۔ اگر کہا جاوے کہ قوموا للہ قانتین سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام
خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے چاہیئے تو ہم کہیں گے کہ بیشک نماز کا قیام خاص
اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اور اگر مطلق قیام کی اسمیں تخصیص ہوتی تو لفظ اللہ

کی ضرورت نہ تھی خلاصہ یہ کہ اس آیۃ شریفہ سے نماز کا قیام فرض ہوا نہ یہ کہ انکھا
قیام کا اسمیں ثابت ہوا اگر یہی بات ہوتی تو کوئی قیام درست ہی نہ ہوتا حالانکہ
جمہور محدثین وفقہا کے نزدیک علاوہ اور مقاموں کے کسی کے اکرام کے واسطے
کھڑا رہنا بھی درست ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے
فتح الباری میں بشرح وبسیط لکھا ہے۔ ماحصل اُس کا یہ ہے احکام قیام کے
مختلف ہیں۔ ایک وہ کہ جیسے امرا و سلاطین مثلاً بیٹھے ہوتے ہیں اور خدام و
اتباع اُن کے تعظیماً روبرو کھڑے رہتے ہیں یہ بالاتفاق ناجائز ہے دُوسرا
وہ کہ جیسے کوئی سفر سے آوے یا کوئی خوشخبری یا تہنیت آنے والے کو دینا
ہو ایسے مواقع میں قیام بالاتفاق جائز ہے۔ تیسرا کسی کے اکرام کیواسطے
کھڑا رہنا جسکو ہمارے محاورہ میں تعظیم کہتے ہیں یہ صورت مختلف فیہ ہے
ابن قیم اور ابو عبداللہ ابن الحاج کے پاس ناجائز ہے اور امام مالک اور
عمر بن عبدالعزیز اور امام بخاری اور مسلم ابوداؤد بیہقی طبرانی ابن بطال
خطابی منذری تورپشتی اور امام نودی رحمہم اللہ کے اقوال سے اس کا جواز
ثابت ہے۔ مانعین کے دلائل یہ ہیں (۱) عن معاویہؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم من احب ان یتمثل لہ الرجال امتثالا وجبت لہ النار ترجمہ فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص دوست رکھے اس بات کو کہ لوگ اُسکے لئے
کھڑے رہا کریں تو واجب ہے اسکے واسطے دوزخ (۲) بخاری اور ابوداؤد
اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ابن زبیر اور ابن عامر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ
نکلے معاویہؓ پس قیام کیا ابن عامرؓ نے اور بیٹھے رہے ابن زبیرؓ کہا معاویہؓ نے

ابن عامر سے بیٹھ جاؤ کہ سنا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے
من احب ان تیمثل لہ الرجال قیاماً فلیتبوء مقعدہ من النار یعنے جو شخص دوست رکھے
کہ لوگ کھڑے رہا کریں اس کے لئے تو چاہیئے۔ کہ وہ شخص گھر اپنا دوزخ میں بنا
لے انتہی (۳) عن انس رضؓ قال انما ہلک من کان قبلکم باہم عظموا ملوکہم بان
قاموا وہم قعود رواہ الطبرانی **ترجمہ** روایت ہے انس رضؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے ہلاک ہوئے اسی وجہ سے کہ
تعظیم کی انہوں نے بادشاہوں کی اس طور سے کہ کھڑے رہتے تھے وہ اور سلاطین
بیٹھے رہتے تھے انتہی ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قیام اکرام درست نہیں امام
نووی رحؒ نے اسکا جواب دیا ہے کہ مقصود اس سے زجر ہے ان لوگوں کو جو کہ
کبر و نخوت کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ لوگ انکے واسطے کھڑے رہیں پھر خواہ لوگ
کھڑے ہوں یا نہ ہوں صرف یہ دوست رکھنا قیام کا ممنوع ہے اور اس سے
قیام کی ممانعت نہیں معلوم ہوتی۔ ابن الحاج رحؒ نے اس جواب کو رد کیا ہے۔ کہ
معاویہ رضؓ کا قیام سے منع کرنا دلیل بین ہے نفس قیام کے منع ہونے پر۔ ابن
حجر رحؒ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ حالانکہ امام نووی رحؒ کی طرف سے اس کا
بھی جواب ہو سکتا ہے۔ کہ معاویہ رضؓ نے اس موقع میں جو حدیث من احب ان
تیمثل لہ الرجال قیاماً پڑھی مقصود اس سے یہ نہ تھا کہ نفس قیام کی ممانعت
ظاہر کریں بلکہ معلوم کرانا اس بات کا منظور تھا کہ مثل سلاطین امم سابقہ کے
لوگوں کا قیام مجھ کو پسند نہیں اس لئے کہ لغت میں شول کے معنی دیر تک کھڑے
رہنے کے ہیں نہ صرف اٹھنا چنانچہ صحاح جوہری میں ہے مثل بین یدیہ شولاً ای

انتصب قائماً اس موقع میں اس حدیث کے ساتھ استدلال کرنا دلیل ہے اسپر
کہ اپنا ابرائے ذمّہ انہیں مقصود تھا۔ کیونکہ اس حدیث میں وعید اُس شخص کے
واسطے ہے جس کو لوگوں کا کھڑا رہنا اچھا معلوم ہو۔ اگر نفس قیام سے منع کرنا
منظور ہوتا تو کوئی ایسی دلیل لاتے۔ جس سے اس فعل کی ممانعت معلوم ہو
مثل لاتقوموا کما یقوم الاعاجم کے۔ اور طبرانی کی حدیث مذکور میں اسی قسم
کا قیام ہے جو بالاتفاق ممنوع ہے۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے خود اپنے لئے قیام کو منع فرمایا۔ امام نودیؒ نے اُس کا جواب یہ دیا ہے کہ
یہ منع کرنا فتنہ کے خوف سے تھا کہ کہیں تعظیم میں شدہ شدہ افراط نہ
ہو جائے اسی واسطے لاتطرونی بھی فرمایا ہے ورنہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے بعض وقت قیام فرمایا اور کبھی جو بعضوں نے قیام بھی کیا ہے اُس
سے منع نہیں فرمایا۔ اور کسی موقع میں قیام کا امر فرمانا بھی ثابت ہے اور
سوائے اسکے اس منع میں یہ بھی ملحوظ ہوگا۔ کہ بعد رسوخ محبت و عقیدت کے
تکلّفات عرفیہ کی ضرورت نہیں۔ پانچویں دلیل یہ ہے۔ کہ امام مالکؒ سے اس کا
انکار منقول ہے کہ کسی شخص کے واسطے کوئی اُٹھے اور کھڑے رہے جب تک
کہ وہ نہ بیٹھے اگرچہ آنے والا کسی کام میں مشغول رہے۔ اگرچہ ابن حجرؒ نے
اس کا جواب نہیں دیا مگر ظاہر ہے کہ نفس قیام کا انکار اس سے ثابت نہیں
ہوتا۔ چھٹی دلیل عن ابی امامۃؓ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوکیا
علی عصی فقمنا لہ فقال لاتقوموا کما یقوم الاعاجم بعضھم لبعض۔ ترجمہ روایت
ہے ابی امامۃؓ سے کہ برآمد ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس

حالت میں کہ ٹیکا دئے ہوئے تھے عصا پر پس کھڑے ہو گئے ہم لوگ فرمایا کہ مت
کھڑے ہو جیسے عجمی ایک دوسرے کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں انتہیٰ طبرانیؒ نے
اس استدلال کا جواب دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب السند ہے
اور اسمیں ایک راوی غیر معروف ہے اور مجوزین قیام کی دلیلیں یہ ہیں (۱) یہ
حدیث جو بخاری شریف میں ہے۔ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت بنو قریظة
علی حکم سعد بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہ و کان قریبا منہ فجاء علی حمار
فلما دنی من المسجد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للانصار قوموا الی سیدکم ترجمہ
روایت ہے ابی سعیدؓ سے کہ جب اترے بنی قریظہ حکم پر سعدؓ کے بھیجا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کسی شخص کو سعد بن معاذ کی طرف جو قریب تھے پس حاضر ہوئے وہ
سوار ہو کر جب مسجد کے نزدیک پہنچے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
انصار سے کہ کھڑے رہو اور جاؤ اپنے سردار کی طرف انتہیٰ ابن الحاج نے اسپر
اعتراض کیا ہے۔ کہ سعد مجروح تھے جب بحسب طلب حاضر ہوئے فرمایا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہ اٹھو مقصود یہ کہ سواری سے اُن کو اُتار
لو جیسا کہ لفظ الی سیدکم سے معلوم ہوتا ہے اگر اکرام مقصود ہوتا السیدکم
فرماتے۔ تورپشتیؒ نے اس کا جواب دیا کہ الی میں لام سے زیادہ مقصود پر
دلالت ہے اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اٹھو اور جاؤ اُنکی طرف جس سے
کمال درجہ کا اکرام ظاہر ہوا اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ قوموا الی سیدکم ارشاد ہوا
اور یہ ایسا ہے جیسا ترتب حکم کا کسی وصف پر ہوتا ہے جو مشعر بعلیت ہو۔
پس یہ ارشاد گویا اس معنی میں ہوا کہ سیادت کی وجہ سے اُن کا اکرام کرو اگر

اُن کو اُتارنا مقصود ہوتا تو کسی ایک دو کو مامور فرماتے۔ اور تخصیص انصار سے شاید یہ معلوم کرانا منظور ہو کہ ہر شخص اپنے سردار کے ساتھ بتکریم پیش آئے

دُوسری دلیل یہ حدیث ہے جس کو ابوداؤد رضؔ نے روایت کیا ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان جالساً یوماً فاقبل ابوہ من الرضاعۃ فوضع لہ بعض ثوبہ مجلس علیہ ثم اقبلت امہ فوضع لہا ثوبہ من الجانب الاخر ثم اقبل اخوہ من الرضاعۃ فقام فاجلسہ بین یدیہ ترجمہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے کہ والد رضاعی آپ کے حاضر ہوئے آپ نے اپنی چادر مبارک اُن کے لئے بچھائی پھر حاضر ہوئیں والدہ آپ نے چادر مبارک کی دوسری جانب اُن کے لئے بچھائی پھر حاضر ہوئے آپ کے رضاعی بھائی بس اُٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بٹھایا انکو رُوبرو اپنے انتہی۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام بھی ثابت ہے ابن الحاج نے کہا کہ اس سے قیام متنازع فیہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اگر اکرام مقصود ہوتا۔ تو والدین بطریق اولی مستحق تھے۔ بلکہ یہ اُٹھنا توسیع محل کے لئے تھا۔ اگرچہ ابن حجر رحؔ نے اس کا جواب نہیں دیا۔ مگر بادنی تامل معلوم ہو سکتا ہے کہ لفظ حدیث سے قام فاجلس بین یدیہ ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہی جائے پر تشریف رکھے اور اُن کو رُوبرو بٹھلایا اس صورت میں توسیع محل کی کچھ ضرورت ہی نہ تھی اور اگر ضرورت بھی تھی تو ہٹ جانا کافی تھا قیام کی ضرورت نہ تھی۔ رہا یہ کہ والدین کے واسطے قیام نہ فرمانا۔ اوّل تو نفی قیام کی تصریح نہیں جائز ہے کہ قیام بھی فرمایا ہو اور اگر نفی ثابت بھی ہو جائے۔ جب بھی انہیں کا

اکرام بڑھا رہے گا اس لئے کہ خاص چادر مبارک انکے لئے خلاف عادت بچھانے
میں کمال درجہ کی خصوصیت و اکرام ظاہر ہے اور برادر رضاعی کے لئے صرف
قیام فرمایا **الحاصل** قیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے آنے کے وقت
ثابت ہے اور ظاہر الفاظ سے یہ بات بھی قابل تسلیم ہے کہ قیام صرف ان کے
آنے پر مرتب ہوا۔ نہ تنگی محل پر کیونکہ حدیث میں اقبل اخوہ فقام ہے۔ اگر
تنگی محل کی وجہ سے ہوتا تو اقبل اخوہ وکان المکان ضیقا فقام کہا جاتا
وہذا القدر یکفی للمناظر۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ فتح مکہ کے روز عکرمہ یمن کی طرف
بھاگ گئے تھے انکی بی بی نے انہیں مسلمان کر کے خدمت میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے حاضر کیا حضرتؐ ان کو دیکھتے ہی کمال خوشی سے اٹھ کھڑے
ہوئے۔ اسی طرح جب جعفرؓ حبشہ سے حاضر ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ جعفرؓ کے آنے سے
مجھ کو زیادہ خوشی ہوئی یا فتح خیبر سے اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ زید بن
حارثہ جب مدینہ منورہ میں آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف
رکھتے تھے انہوں نے دروازہ ٹھوکا اور حضرتؐ کھڑے ہو گئے اور گلے لگایا۔
ابن الحاج نے ان دلائل کا جواب دیا ہے کہ یہ قیام متنازع فیہ نہیں اس لئے
کہ قدوم کے وقت یا تہنیت وغیرہ کے واسطے قیام بالاتفاق درست ہے
چوتھی دلیل عن ابی ہریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحدثنا فاذا قام
قمنا قیاما حتی نراہ قد دخل رواہ ابو داؤد ترجمہ روایت ہے ابو ہریرہؓ
سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ باتیں کیا کرتے تھے۔

پھر جب اُٹھتے تو ہم لوگ سب اُٹھ کھڑے ہوتے اور ٹھہرے رہتے یہانتک کہ حضرت محل مبارک میں داخل ہو جاتے انتہی ابن الحاج نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ اُٹھنا اکرام کے واسطے نہ تھا بلکہ اس غرض سے تھا کہ ہر شخص جانیوالا چلا جائے۔ ابن حجرؒ نے کہا کہ ٹھہرنے کی وجہ یہ تھی کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرمالیں تو حاضر ہونے میں توقف نہ ہو۔ پانچویں دلیل امام نوویؒ نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے جنمیں مہمانوں کا اکرام اور بڑوں کی توقیر کی تاکید ہے۔ اور تنزیل الناس منازلہم یعنے ہر ایک کے ساتھ اُس کے مرتبہ کے موافق سابقہ کرنے کا امر وارد ہے **الحاصل** ان عمومات سے بھی قیام کا جواز ثابت ہو سکتا ہے۔ ابن الحاجؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ اگرچہ کہ ان عمومات میں قیام داخل تھا مگر جب صراحۃً اسکی نہی ہوگئی تو اب اسکے حکم سے خارج ہو گیا۔ ابن حجرؒ نے اُس کا کچھ جواب نہیں دیا لیکن ظاہر ہے کہ قیام متنازع فیہ کی نہی کا ثبوت غیر مسلم ہے اور جس قیام کی نہی ثابت ہوئی وہ متنازع فیہ نہیں کما عرفت آنفاً۔ چھٹی دلیل ابن بطالؒ نے اس حدیث کے ساتھ استدلال کیا ہے۔ عن عائشۃ رضؓ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رای فاطمۃ رضؓ ابنتہ قد اقبلت رحب بہا ثم قام الیہا فقبلہا ثم اخذ بیدہا حتے یجلسہا فی مکانہ رواہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ وصححہ وابن حبان والحاکم **ترجمہ** روایت ہے عائشہ رضؓ سے کہ جب دیکھتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضؓ رضی اللہ عنہا کو کہ آتی ہیں مرحبا فرماتے پھر کھڑے ہوتے اُن کی طرف اور اور بوسہ لیتے پھر ہاتھ پکڑ کے اپنی جائے پر اُن کو بٹھلاتے۔ ابن الحاجؒ نے

کہا کہ شاید اپنی جائے پر بٹھلانے کے واسطے حضرت اُٹھتے ہوں خصوصًا اس موقع میں کہ جہاں تنگی مکان بھی ہوا ور معلوم ہے کہ اس زمانہ میں مکانات نہایت تنگ تھے اس صورت میں یہ قیام متنازع فیہ نہ ہوگا۔ اگرچہ ابن حجرؒ نے اس کا جواب نہیں دیا مگر ظاہر ہے کہ اپنی جائے پر بٹھانے کے واسطے قیام کی ضرورت نہیں صرف ہٹ جانا کافی ہے اور اگر تنگی مکان کی وجہ سے یہ اُٹھنا تھا تو لازم آتا ہے کہ اُنکو بٹھلاکر حضرت کہیں اور تشریف لے جاتے ہوں حالانکہ یہ بالکل خلاف واقع ہے۔ قطع نظر اسکے لفظ قام الیہا سے قیام اکرام سمجھا جاتا ہے ورنہ لفظ الیہا کی ضرورت نہ تھی ابن حجرؒ نے اس بحث کو امام غزالیؒ کے قول پر ختم کیا اور اسی کو پسند کیا کہ قیام علی سبیل الاعظام مکروہ ہے اور علی سبیل الاکرام جائز حیث قال و قال الغزالیؒ القیام علی سبیل الاعظام مکروہ وعلی سبیل الاکرام لایکرہ وہذا تفصیل حسن انتہی ما قال ابن حجرؒ فی الفتح ملخصًا مع زیادۃ بعض الاجوبۃ۔ یہاں یہ بھی سمجھ رکھنا چاہیئے کہ مستحق اکرام کیلئے قیام درست ہے مگر جس شخص کیلئے قیام کیا جائے اسکو چاہیئے کہ عجب اور کبر سے بچے اور اپنے کو مستحق اس کا نہ سمجھے جیسا کہ امام بیہقیؒ نے لکھا ہے القیام علی وجہ الاکرام جائز کقیام الانصار لسعد و طلحۃ لکعب ولاینبغی لمن یقام لہ ان یعتقد استحقاقہ لذلک ذکرہ فی فتح الباری ساتویں دلیل عن عائشۃؓ قالت ما رایت احدًا کان اشبہ سمتًا وہدیا ودلا وفی روایۃ حدیثًا وکلامًا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فاطمۃ کانت اذا دخلت علیہ قام الیہا فاخذ بیدہا واجلسہا فی مجلسہ وکان اذا دخل علیہا قامت الیہ فاخذت بیدہ فقبلتہ واجلستہ فی مجلسہا رواہ ابوداؤد کذا فی المشکوٰۃ ترجمہ روایت ہے حضرت عائشہؓ سے کہ کہا نہیں دیکھا میں نے

کسی کو جو زیادہ تر مشابہ ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طریقہ میں اور روش میں اور نیک خصلتی میں اور ایک روایت میں ہے بات کرنے اور کلام کرنے میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یعنے (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان امور میں بہت ہی مشابہ تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) جس وقت داخل ہوتی تھیں فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت کے پاس کھڑے ہو جاتے اور متوجہ ہوتے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی طرف اور بوسہ لیتے اُن کا یعنے دونوں آنکھوں کے درمیان میں اور بٹھاتے اُن کو اپنی جگہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب جاتے اُنکے وہاں کھڑی ہو جاتیں اور بوسہ لیتیں دست مبارک کا اور بٹھلاتیں اپنی جگہ روایت کی اس کو ابوداؤد نے انتہیٰ اس حدیث سے قیام فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے ثابت ہے۔ آٹھویں دلیل ذکر السہمی فی الفضائل وکذا روی الطبرانی بسند حسن عن ابن عباس عن امہ ام الفضل ان العباس اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما راٰہ قام الیہ وقبل ما بین عینیہ ثم اقعدہ عن یمینہ ثم قال ہذا عمی فمن شاء فلیباہ بعمہ فقال العباس نعم القول یا رسول اللہ قال ولم لا اقول ہذا انت عمی وصنو ابی وبقیۃ آبائی ووارثی وخیر من اخلف من اہلی کذا فی المواہب والزرقانی ترجمہ عباس رضی اللہ عنہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت اُن کو دیکھتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں آنکھوں کے ما بین بوسہ دیکر اپنے سیدھے طرف اُنکو بٹھلایا عن ابی امامۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقوم الرجل من مجلسہ الا لبنی ہاشم رواہ الخطیب کذا فی کنز العمال

ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ اُٹھے کوئی شخص اپنی جائے سے کسی کے واسطے سوائے بنی ہاشم کے انتہیٰ یعنے اکرام بنی ہاشم اور سادات کا ضروری ہے اگرچہ اوروں کے واسطے اُٹھنا بظاہر اس سے ممنوع معلوم ہوتا ہے لیکن اتنا تو ضروری ثابت ہوا کہ جو لوگ مستحق اکرام فقط بنی ہاشم ہی کیوں نہ ہوں ان کے واسطے اُٹھنا دُرست ہے۔ دسویں دلیل عن ابان عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقومن احدکم من مجلسہ الا للحسن والحسین او ذریتہما رواہ ابن عساکر ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اُٹھے کوئی تمہارا اپنی جائے سے کسی کے واسطے سوائے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اور انکی اولاد کے انتہی۔ گیارویں دلیل عن ابی امامہ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقوم الرجل من مجلسہ لاخیہ الا بنی ہاشم لا یقوموں لاحد رواہ الطبرانی والخطیب کذا فی کنز العمال ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اُٹھے ہر شخص اپنی جائے سے اپنے بھائی کے واسطے مگر بنی ہاشم کہ کسی کے واسطے نہ اٹھیں انتہیٰ اس سے تو پوری تصریح جواز کی ہو گئی۔ بلکہ استحباب ثابت ہوا کیوں کہ درجہ یہ ہے کہ امر سے استحباب ثابت ہو کما قال الشیخ عابد السندھیؒ فی طوالع الانوار الامر للوجوب فلا تنزل عن الاستحباب ابن حجر ہیثمیؒ نے فتاوائے حدیثیہ میں لکھا ہے کہ قیام نہ کرنا ان دنوں میں سبب عداوت اور فتنہ کا ہے اس لئے اب وہ واجب ہے کما قال بعض ائمتنا فی القیام قال ان ترکہ الآن صار علما علی القطعیۃ وقوع الفتنۃ۔ فیجب دفعاً لذلک سوائے اس قیام کے جنازہ کو دیکھ کر قیام کرنا بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

جنازہ کے لئے قیام

کماورد عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم اذا رایتم الجنازۃ
فقوموا لہا الحدیث رواہ الجماعۃ الا ابن ماجہ ترجمہ روایت ہے ابی سعیدؓ
سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھو تم جنازہ کو تو اٹھ
کھڑے رہو روایت کی اسکو بخاری مسلم امام احمد بن حنبل نسائی ابو داؤد
اور ترمذیؒ نے انتہیٰ وعن عمر عن عامر ابن ربیعۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال اذا رایتم الجنازۃ فقوموا لہا حتیٰ یخلفکم او یوضع رواہ الجماعۃ
ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھو تم کسی جنازہ کو تو کھڑے
ہو جاؤ اس کے لئے یہانتک تمہارے پیچھے ہو جاوے وہ یا رکھا جائے۔
روایت کی اسکو بخاری مسلم امام احمد ابو داؤد نسائی ترمذی ابن ماجہ نے انتہیٰ
وعن سہل بن حنیف وقیس ابن سعد انہما کانا قاعدین بالقادسیۃ فمروا علیہما
بجنازۃ فقاما فقیل لہما انہما من اہل الارض ای من اہل الذمۃ فقالا ان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرت بجنازۃ فقام فقیل لہ انہا جنازۃ
یہودی فقال الیست نفسًا متفق ترجمہ روایت ہے کہ سہل بن حنیف اور
قیس بن سعد قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ چند لوگ جنازہ لے کر اُدھر
سے گزرے پس وہ دونوں اُس کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے لوگوں نے کہا کہ
یہ جنازہ ذمی کا ہے اُنہوں نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے روبرو سے ایک جنازہ گزرا آپ کھڑے ہو گئے کسی نے عرض کیا کہ یہ
جنازہ یہودی کا ہے فرمایا کیا نہیں ہے وہ نفس روایت کی اُسکو بخاری
اور مسلم اور امام احمد بن حنبلؒ نے انتہیٰ۔ ذکر کیا ان تینوں حدیثوں کو

ابن تیمیہ رح نے منتقی الاخبار میں وعن ابی موسیٰ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا مرت بکم جنازۃ فقوموا لہا فانما تقومون لمن معہا من الملٰئکۃ
طب کذا فی کنز العمال ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب گذرے
تم پر سے کوئی جنازہ تو کھڑے ہو جاؤ اسلئے کہ کھڑے ہوتے ہو تم ان فرشتوں
کے لئے جو اُس کے ساتھ ہیں روایت کی اسکو طبرانی نے انتہیٰ وعن ابی موسی
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مرت علیکم جنازۃ مسلم او یہودی
او نصرانی فقوموا لہا فانا لیس لہا نقوم انما نقوم لمن معہا من الملٰئکۃ حم طب
کذا فی کنز العمال فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کبھی گذرے تمہارے
رُوبرو سے جنازہ مسلمان کا یا یہودی و نصرانی کا تو کھڑے ہو جاؤ اس کے لئے
کیونکہ ہم اس کے واسطے نہیں کھڑے ہوتے بلکہ اُن فرشتوں کے لئے کھڑے
ہوتے ہیں جو اس کے ساتھ ہیں روایت کیا اس کو امام احمد نے اور طبرانی
نے ابن قیم رح نے زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا قیام اور ترک قیام دونوں ثابت ہیں اسلئے بعضوں نے کہا ہے کہ قیام
منسوخ ہے اور بعضوں نے کہا کہ قیام سے یہاں استحباب قیام اور اُسکے ترک سے
جواز ترک مقصود تھا اور یہی قول بہتر ہے ادعائے نسخ سے حیث قال وصح
انہ صلی اللہ علیہ وسلم قام للجنازۃ لما مرت بہ وامر بالقیام لہا وصح عنہ انہ قعد
فاختلف فی ذلک فقیل القیام منسوخ والقعود آخر الامرین وقیل بل الامران
جایزان وفعلہ بیان للاستحباب وترکہ بیان للجواز وہذا اولی من ادعاء النسخ انتہیٰ
الحاصل ان احادیث سے جنازہ کے واسطے بھی قیام ثابت ہو گیا خواہ

ادب

جنازہ کا اکرام اسمیں ملحوظ ہو یا فرشتوں کا اور لام والی کا جھگڑا بھی یہاں طے
ہوگیا جو ابن الحاج نے قوموا الی سیدکم میں کیا تھا اس لئے کہ ان احادیث میں
صراحۃً قوموا لہا وارد ہے اسی طرح قیام فرمانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
زیارت قبور کے وقت ثابت ہے چنانچہ میاں شیخ مظہر صاحب نقشبندی دہلوی
مہاجر نے الدر المعلم فی القیام تجاہ قبر المکرم میں لکھا ہے اخرج الحافظ الحجۃ ابو زید
عمر بن شعبۃ عن الحسن قال اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بقیع
الغرقد فقام فقال السلام علیکم یا اہل القبور الحدیث وعنہ ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قام علی اہل البقیع فقال السلام علیکم یا اہل القبور من المومنین
الحدیث ترجمہ روایت ہے حسنؓ سے کہ تشریف لے گئے۔ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم بقیع میں اور کھڑے ہوئے اہل بقیع پر اور فرمایا السلام علیکم
یا اہل القبور انتہیٰ ملخصاً الحمد للہ اس تقریر سے کئی قیام شرعاً ثابت ہو گئے اب
یہ نہیں کہنا ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے کے
وقت کھڑے رہنے میں تشبہ بالعبادت ہے اور وہ جائز نہیں بلکہ جب جنازہ
وغیرہ کے واسطے عموماً قیام ضرور ہوا تو یہاں بطریق اولیٰ ضرور ہوگا۔ خصوصاً
مواجہ شریف وغیرہ میں کہ نہایت ادب کے ساتھ قیام چاہیئے۔ چونکہ یہ موقع
ادب کا ہے اس لئے چند آیات واحادیث وآثار یہاں لکھے جاتے ہیں تا معلوم
ہو کہ دین میں ادب کی کس قدر ضرورت ہے۔ پہلے یہ بات معلوم کرنا چاہیئے۔
کہ جبتک کسی کی عظمت دل میں نہیں ہوتی اُس سے ادب نہیں کیا جاتا اسلئے
حق تعالیٰ نے عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور تعظیم عموماً لازم فرمائی

فائدہ تعظیم و توقیر حضرت

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِتُؤْمِنُوا
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ترجمہ البتہ بھیجا ہم نے آپکو اے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم شاہد کہ (اپنی امت کے احوال اور جملہ انبیا کی تبلیغ رسالت
پر قیامت کے روز گواہی دیں) اور خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے
تاتم لوگ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مدد
کرو اور شریف و مفخم سمجھو اور تعظیم و توقیر کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہے۔
تفسیر در منثور میں لکھا ہے قولہ تعالیٰ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ الآیہ اخرج عبد بن حمید
وابن جریر عن قتادة إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا قال شاہدا علی امتہ وشاہدا
علی الانبیاء انہم قد بلغوا ومبشرا یبشر بالجنة من اطاع اللہ ونذیرا ینذر
النار من عصاہ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ قال بوعدہ وبالحساب وبالبعث بعد
الموت وَتُعَزِّرُوهُ قال تنصروه وَتُوَقِّرُوهُ قال امر اللہ تعالیٰ بتسویدہ وتفخیمہ و
تشریفہ وتعظیمہ وکان فی بعض القراءة ویسبحوا اللہ بکرة واصیلا واخرج عبد الرزاق
وعبد بن حمید وابن جریر عن قتادة وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ای لتعظموه واخرج
ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ وتعزروہ
وتوقروہ یعنی التعظیم یعنے محمدا صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسی طرح امام بغوی نے تفسیر میں
لکھا ہے وتعزروہ تعینوه وتنصروه وتوقروہ ای تعظموه وتفخموه وہذہ الکنایات
راجعة الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر اسیاق آیۃ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے
کہ مبعوث کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعظیم و توقیر آپ کی ایک مقصود
اصلی ہے جسکو حق تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ لام کے تحت میں بیان فرمایا اور

دوسرے مقام میں فرمایا فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ترجمہ پس جو لوگ ایمان لائے اُن پر یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تعظیم کی اُنکی اور مدد دی اُن کو اور پیروی کی اُس نور کی کہ اتارا گیا ہے اُن کے ساتھ یہی لوگ نجات پانے والے ہیں انتہٰی اس سے صاف ظاہر ہے کہ بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے نجات بھی ممکن نہیں کیونکہ اہل بلاغت جانتے ہیں کہ ترکیب اُولٰٓئِكَ هم المفلحون حصر کے لئے ہے یعنی رستگاری اور نجات خاص انہیں لوگوں کو ہے جنمیں یہ سب صفات موجود ہوں اسی وجہ سے عظمت اور ہیبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کے دلوں پر کچھ ایسی مستولی تھی کہ باوجود اس خلق عظیم کے جس سے جانی دشمن حلقہ بگوش اور وحشی صفت بیگانے مانوس ہو جاتے تھے اور باوجود اس کمال عشق و محبّت کے صحابہ آنکھ بھر کے چہرۂ مبارک کو نہیں دیکھ سکتے تھے اور کسی میں یہ جرأت نہ تھی کہ کوئی بات یا مسئلہ بے تکلّف پوچھ لے ۔ اجنبی جہاں دیدہ لوگ صحابہ کی تعظیم و توقیر اور خدمت گزاری کو جب دیکھتے بلا تصنع آپس میں کہتے کہ اس قسم کی تعظیم نہ کسی بادشاہ کی ہوتی دیکھی نہ کسی اور کی چنانچہ مواہب اللدنیہ میں مذکور ہے ۔ قال عروۃ ای قوم واللہ لقد وفدت علی الملوک ووفدت علی قیصر وکسری والنجاشی واللہ ان رایت ملکا قط یعظمہ اصحابہ ما یعظم اصحاب محمد محمدا (صلی اللہ علیہ وسلم) واللہ ان تنخم نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منہم فدلک بہا وجہہ وجلدہ واذا امرہم ابتدروا امرہ واذا توضأ کادوا

یقتلون علی وضوئہ واذا تکلم خفضوا اصواتہم عندہ ومایحدون النظر الیہ تعظیما لہ

ترجمہ کہا عروہ نے اے قوم قسم ہے خدا تعالیٰ کی کہ میں نے بہت پادشاہوں
کے دربار دیکھے اور قیصر و کسریٰ اور نجاشی کی پیشگاہ میں گیا۔ مگر جس قدر کہ
اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اُنکی تعظیم کرتے ہیں کسی بادشاہ کی تعظیم ہوتی
نہیں دیکھی۔ خدا کی قسم جب وہ ناک چھینکتے ہیں آب بینی لوگوں کی ہتھیلیوں
میں گرتا ہے جسکو وہ لوگ اپنے مُنہ اور جسم پر ملتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے
ہیں تو اُس پانی پر جو گرتا ہے اصحاب کا اسقدر ہجوم ہوتا ہے کہ شاید نوبت جدال
قتال کی پہنچ جائے اور جب وہ کسی کام کا حکم کرتے ہیں تو امتثال کے لئے ہر شخص
پیش قدمی کرتا ہے اور جب وہ بات کرتے ہیں تو آواز اُن لوگوں کی پست ہو
جاتی ہیں اور بوجہ تعظیم کے کوئی نگاہ جما کے اُن کو دیکھ نہیں سکتا انتہے۔

اور زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے قال عمر بن العاص ماکان احد احب
الی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا اجل فی عینی منہ وما کنت اطیق ان
املاء عینی منہ اجلالا لہ حتی لو قیل لی صفہ ما استطعت ان اصفہ اخرجہ مسلم
فی حدیث طویل **ترجمہ** عمر بن عاص کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے زیادہ کسی سے مجھ کو محبت نہ تھی اور نہ کسی کی عظمت اور بزرگی حضرت
سے زیادہ میری آنکھوں میں تھی اجلال کی وجہ سے آنکھ بھر کے حضرت کو
دیکھ نہیں سکتا اگر حلیہ مبارک کوئی مجھ سے پُوچھے تو میں بیان نہ کر سکونگا روایت
کیا اسکو مسلم نے وفی الشفا للقاضی عیاض وفی حدیث طلحۃ رضی اللہ عنہ ان اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا الاعرابی جاہل سلہ عمن قضی نحبہ وکانوا یہابونہ

ولیو فرونہ فسالہ فاعرض عنہ اذ طلع طلحۃ رضی اللہ عنہ فقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہذا ممن قضی نحبہ قال علی القاری فی شرحہ رواہ الترمذی وحسنہ
عن طلحۃ ترجمہ روایت ہے طلحہ رضؓ سے کہ صحابہ نے ایک جاہل اعرابی سے
کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھ کہ من قضی نحبہ سے کون مُراد ہے۔
اعرابی کے واسطے کی یہ وجہ تھی کہ صحابہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبتؔ
وقار کا ایسا غلبہ تھا۔ کہ آپؐ سے بات خود پُوچھ نہیں سکتے تھے اُس نے پُوچھا
لیکن حضرتؐ نے کچھ جواب نہ دیا اسی عرصہ میں طلحہ رضؓ حاضر ہوئے حضرتؐ نے
فرمایا یہ انہیں لوگوں سے ہیں یعنے جنہوں نے اپنی موت کو پوری کر چکا انتہےٰ
واقع میں مقربان بارگاہ نبوی ہی کے دل اس عظمت کو جانتے تھے جس سے
نگاہیں پست ہوئی جاتی تھیں اور لبوں تک بات نہیں آسکتی تھی بیچارے
جنگلیوں کو اس سے کیا علاقہ وہاں تو سادگی کچھ اس بلاکی ہے کہ جو بات دل
میں آگئی زبان پر آہی گئی ادب اور بے ادبی کو کون پوچھتا ہے قال البراء
بن عازبؓ کما روی ابویعلی لقد کنت ارید ان اسال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم عن الامر فاوخر سنتین من ہیبتہ کذا فی الشفا ترجمہ براء کہتے ہیں کہ کوئی
بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں پوچھنا چاہتا تو ہیبت مجھ پر کچھ
اس قدر غالب ہوتی کہ دو سال تک نہ پوچھ سکتا انتہیٰ اس سے یہ بھی معلوم
ہوا کہ سوائے تعظیم اختیاری کے جس کا امر حق تعالیٰ نے کیا ہے من جانب اللہ
بھی عظمت وہیبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلوں پر صحابہ کے مستولی
تھی اور کیوں نہ ہو یہ عظمت وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جماد ونبات

پہچانے اور سجدے کرنے لگے اسی طرح جانور بھی سجدہ کیا کرتے تھے کما فی المواہب اللدنیہ
والزرقانی عن انس رض قال کان اہل بیت من الانصار لہم جمل یستنون علیہ وانہ استصعب
علیہم فمنعہم ظہرہ وان الانصار جاؤا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا انہ
کان لنا جمل نسنی علیہ وانہ استصعب علینا ومنعنا ظہرہ وقد عطش النخل والزرع
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ قوموا فقاموا فدخل الحائط والجمل
فی ناحیتہ فمشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ فقالت الانصار یا رسول اللہ
قد صار مثل الکلب الکلب وانا نخاف علیک صولتہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لیس علی منہ باس فلما نظر الجمل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل نحوہ حتی
خر ساجدا بین یدیہ فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بناصیتہ اذل ما کان
قط الحدیث رواہ احمد والنسائی باسناد جید ترجمہ روایت ہے انس رض
سے کہ کسی انصاری کے یہاں ایک اونٹ تھا جس سے زراعت کو پانی
دیا کرتے تھے ایک بار وہ سرکش ہو گیا اور ایسا بگڑا کہ کوئی شخص اس کے
پاس نہیں جا سکتا تھا وہ انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور واقعات بیان کر کے عرض کیا کہ زراعت اور نخلستان
سوکھ جا رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ اس باغ میں تشریف
لے گئے جہاں وہ اونٹ تھا اسکی طرف بڑھے۔ انصاری نے عرض کیا یا رسول
اللہ یہ اونٹ مثل دیوانہ کتے کے ہو گیا ہے ہمیں خوف ہے کہ کہیں آپ پر حملہ
نہ کرے فرمایا مجھے اس سے کچھ اندیشہ نہیں۔ جب اونٹ نے حضرت
کو دیکھا خود آگے بڑھ کر سجدہ میں گرا حضرت نے اسکی پیشانی کے بال

پکڑ لئے اور وہ ایسا مسخر و مطیع ہو گیا کہ شاید ہی کبھی ہوا ہو انتہیٰ۔ وایضا فی المواہب

عن جابرؓ ان جملا جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما کان قریبا منہ خر الجمل

ساجدًا الحدیث وفی آخرہ فقالوا یا رسول اللہ نحن احق ان نسجد لک من البہایم

فقال لاینبغی لبشر ان یسجد البشر رواہ الدارمی والبزار والبیہقی واللفظ لہ۔

ترجمہ روایت ہے جابرؓ سے کہ ایک اونٹ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس آکر حضرت کو سجدہ کیا۔ جب دیکھا صحابہ نے کہ جانور آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کو سجدہ کیا کرتے ہیں تو عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو ان سے زیادہ تر مستحق

ہیں کہ یہ خدمت و تعظیم بجا لائیں اور آپ کو سجدہ کیا کریں فرمایا کسی بشر کو

سزاوار نہیں کہ بشر کو سجدہ کرے انتہیٰ۔ ان احادیث سے ظاہر ہے کہ عظمت آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی حیوانات کے دل میں بھی اس قدر تھی کہ آپ کو سجدہ کیا

کرتے تھے اور فرشتوں نے جو آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اسمیں بھی تعظیم آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی ملحوظ تھی۔ کہ نور مبارک آپ کا ان کی پیشانی میں تھا چنانچہ

ابن حجر ہیتمیؒ نے درمنضود میں لکھا ہے امر ہم بالسجود لادم انما ہو لاجل

ماکان بجبہتہ من نور نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم قالہ الرازی اور مواہب اللدنیہ

میں لکھا ہے وقد کان حظ آدم من رحمتہ سجود الملئکۃ لہ تعظیما لہ اذ کان فی صلبہ

ونوح خروجہ من السفینۃ لما لما وابراہیم کانت النار علیہ بردًا وسلامًا اذ کان

فی صلبہ کما افاد عباسؓ فی قصیدتہ ترجمہ آدم علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کی رحمت سے یہ حصہ پہنچا کہ فرشتوں نے اُن کو سجدہ کیا اس لئے کہ حضرت

ان کی صلب میں تھے اور نوح علیہ السلام جو کشتی سے صحیح وسالم اُترے

اور ابراہیم علیہ السلام پر آگ جو سرد ہو گئی حضرت ہی کی رحمت کا اثر تھا اسلئے کہ حضرت ان حضرات کے صلب میں تھے یہ بات عباسؓ کے اس قصیدہ سے معلوم ہوتی ہے جسکو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا اور حضرت سن کر خوش ہوئے۔ یہ قصیدہ اس کتاب کے شروع میں لکھا گیا ہے۔ اور بروایت انس بن مالک اور نبیط بن شریط یہ بات بھی بہ احادیث مرفوعہ ثابت ہو گئی کہ ہمنام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوزخ میں نہ جائیگا جس سے تمام اہل محشر پر عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بخوبی ظاہر ہو جائے گی اور آدم علیہ السلام کے بیان سے اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ فرشتوں کے پاس حضرت کی وہ عظمت ہے کہ ہمیشہ ذکر آپ کا کیا کرتے ہیں اس قسم کی کئی حدیثیں مذکور ہوئیں اور بہت سی انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ لکھی جائینگی **خلاصہ** ان سب کا یہ ہوا کہ عناصر سے لیکر اجسام اور جمادات سے لیکر ملکوت اور زمین سے لیکر آسمان اور ازل سے لیکر ابد تک ہر چیز عظمت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہی دے رہی ہے اب رہے جن وانس۔ یہ بیچارے معرض امتحان میں کچھ ایسے پڑے ہیں کہ نہ انکو اس قسم کے امور کا مشاہدہ ہے کہ جسکی بدولت واقعی حالات پر مطلع ہوں نہ ایسی عقل رسا کہ جس سے حقائق اشیا اور مدارج وجود کو معلوم کر سکیں اگر غافل ہیں تو یہی دو ہیں سوائے انکے ہر چیز یاد الٰہی میں مصروف ہے کما قال تعالےٰ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ یعنے ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد میں مصروف ہے تم نہیں اسکو سمجھتے ہو۔ جب خود اپنے پروردگار سے غفلت کرتے اور مالک حقیقی کے حقوق کو ضائع کرنے میں انہوں نے

کوتاہی نہ کی تو دوسرے ابواب کس شمار ہیں۔ یا این ہمہ انکو جس ذریعہ سے توحید پہنچائی گئی۔ اسی ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی معلوم کرائی گئی۔ چنانچہ ابتدائً ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے فرزند شیث علیہ السلام کو اسکی خبر دی پھر یہ خبر وراثتہً بنی آدم میں شائع ہوتی رہی اور اگر کبھی بے دینی نے اسکو چھپا دیا تو انبیا علیہم السلام اسکی تجدید کرتے رہے جس کا حال انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ معلوم ہوگا یہانتک کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت نے بھی ارشاد حق تعالیٰ کا لِیُؤْمِنُوا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ وغیرہ عموماً پہنچایا اب اگر اسپر بھی کوئی شخص نہ مانے مختار ہے کسی کا جبر نہیں کہ خواہ مخواہ مان ہی لے مگر عاقل کو چاہیئے کہ پہلے اس اختیار کے انجام کو سوچ لے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ شَاءَ فَلْیُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْیَکْفُرْ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ترجمہ پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو چاہے نہ مانے۔ ہم نے رکھی ہے ظالموں کے واسطے آگ موجود انتہیٰ۔ تمام قرآن کو نہ ماننا اور ایک آیت کو نہ ماننا سزا میں دونوں برابر ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ترجمہ کیا ایمان لاتے ہو تم تھوڑی آیتوں پر اور نہیں مانتے تھوڑی آیتیں پھر کچھ سزا نہیں ہے اسکی جو کوئی تم میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن پہنچائے جاویں سخت سے سخت عذاب میں اور

اللہ تعالیٰ بیخبر نہیں ہے تمہارے کام سے انتہیٰ **الحاصل** اگر عام جن و انس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو نہ مانیں تو انہیں نقصان ہوگا اس سے عظمت میں حضرت کے کسی قسم کا دھبہ نہیں آسکتا۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ باوجود اتنے معجزات اور کھلی کھلی دلیلوں کے کیا سبب تھا کہ کفار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت میں کلام رہا کیا۔ بات یہ ہے کہ ہر نفس کی جبلت میں یہ بات رکھی ہوئی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے ہمجنس پر اپنی تعلی اور بڑائی ہو۔ چنانچہ لڑکوں تک یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ اگر ان کی ہمجنس کسی لڑکے سے انہیں اچھا کہئے تو خوش اور بُرا کہئے تو ناخوش ہوتے ہیں بلکہ رونے لگتے ہیں۔ چونکہ مرتبہ رسالت کا کفار کے ذہنوں میں نہایت جلیل القدر تھا اور تصدیق رسالت میں انبیا کی ہر طرح اُن پر فضیلت ثابت ہوتی تھی۔ جس سے وہ اپنی کسر شان سمجھے تھے اس لئے نفوس پر اُن کے یہ امر نہایت شاق ہوا اور کہنے لگے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا یعنے تم تو ہم جیسے بشر ہی کچھ فرشتہ نہیں جو فضیلت تمہاری مانی جائے حالانکہ ابتدائے دعوت انبیا کی صرف توحید کی طرف تھی جس کے کفار بھی مقر تھے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ **ترجمہ** اگر پوچھیں آپ کہ کون پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تو البتہ کہیں اللہ۔ وقال اللہ تعالیٰ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ **ترجمہ** اگر پوچھیں آپ ان سے کہ کون پیدا کیا انکو البتہ کہیں اللہ۔ وقال تعالےٰ قُلْ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ **ترجمہ** کہئے کہ آؤ طرف ایک بات کے جو برابر ہے تم میں اور ہم میں کہ نہ عبادت

مقاصد الاسلام

کرین ہم سوائے اللہ تعالیٰ کے انتہیٰ - خلاصہ یہ کہ جو بات اُن کے مسلمات سے تھی۔
اُسکو ماننا بھی اُنکے نفوس پر شاق تھا کیونکہ اس سے رسالت کی تصدیق سمجھی
جاتی تھی - پھر اگر کوئی طالب حق عاقبت اندیش انبیا کی طرف مائل ہوتا تو
اسکو بھی عار دلاتے کہ یہ تو مثل تمہارے کھانا کھاتے ہیں پانی پیتے ہیں بازاروں
میں چلتے پھرتے ہیں کچھ فرشتے نہیں جو انکی تم پر فضیلت ہو اپنے ہمجنس کی اطاعت
کرنا بڑی ذلت کی بات ہے کما قال تعالیٰ حکایۃً قَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ
يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ترجمہ اور کہنے لگے یہ کیا رسول ہے
کہ کھانا کھاتا ہے اور پھرتا ہے بازاروں میں انتہیٰ ایضاً فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ
وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ترجمہ تب بولے سردار جو منکر تھے اس قوم
کے یہ کیا ہے ایک آدمی ہے جیسے تم - چاہتا ہے کہ بڑائی کرے تم پر اور اگر اللہ تعالےٰ
چاہتا تو اُتارتا فرشتے انتہیٰ ایضاً وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
وَكَذَّبُوْا بِلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ٥ وَلَئِنْ
اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ٥ ترجمہ اور بولے سردار اُن کی
قوم کے جو منکر تھے اور جھٹلاتے تھے آخرت کی ملاقات کو جنکو آرام دیا تھا ہم نے
دُنیا کی زندگی میں اور کچھ نہیں یہ ایک آدمی ہے جیسے تم - کھانا کھاتا ہے -
جس قسم سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جس قسم سے تم پیتے ہو - اور اگر اطاعت کی تم
نے اپنے برابر کے آدمی کی تو تم بیشک خراب ہوئے انتہیٰ - **الحاصل** خود بینی

اور خودسری نے انہیں اندھا بنا دیا تھا۔ کسی نے یہ نہ سمجھا کہ اگر خدائے تعالےٰ
کسی خاص بشر کو اپنے فضل سے سب پر فضیلت دیدے تو کونسا نقصان لازم
آجائیگا چنانچہ خود انبیا نے اس قسم کا جواب بھی دیا کما قال تعالیٰ قَالَتْ لَهُمْ
رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ
مِنْ عِبَادِهٖ ترجمہ کہا اُن کو اُنکے پیغمبروں نے کہ ہم بھی بشر ہیں جیسے تم لیکن اللہ تعالےٰ
فضل کرتا ہے جس پر چاہتا ہے مگر یہ جواب کب مفید ہوسکتا تھا وہاں تو مہار
اختیار کی نفس امارہ کے ہاتھ تھی۔ پھر اُسکو کون ضرورت تھی جو خواہ مخواہ
اپنی خاص صفت تعلی کو چھوڑ کر ذلت اختیار کرے۔ یہ تو اُنہیں کا کام تھا۔
جنہوں نے پہلے پہل نفس پر ایک ایسا حملہ کیا کہ زمام اختیار کو اس کے ہاتھ
سے چھین لیا۔ پھر اُسکی اصلاح کے درپے ہوئے اور ماشاء اللہ خُوب ہی
اصلاح کی۔ یا تو وہ تھا کہ نبی کے مقابلہ میں اُسکو ذلت ناگوار ہوتی تھی یا یہ
حالت ہوئی کہ اپنے جنس والے ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے مقابلہ میں ہمسری کا دعوےٰ
نہیں چنانچہ حق تعالیٰ اُنکی صفت میں فرماتا ہے اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
جب عموماً مومنین کے ساتھ یہ حالت ہو تو خیال کرنا چاہیئے کہ خود آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُن کا کس قسم کا معاملہ ہوگا۔ ایک بات تو ابھی
معلوم ہوئی کہ سب صحابہ حضرت کو سجدہ کرنے پر آمادہ ہوگئے تھے اگر کسی کو عقل
سلیم اور فہم مستقیم حاصل ہو تو سمجھ سکتا ہے کہ کس قدر عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی صحابہ کے پیش نظر ہوگی جس نے اس کمال تذلل کو جو سجدہ کرنے میں ہے آسان
کر دیا تھا اب سمجھنا چاہیئے کہ اسقدر عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کے

دلوں میں کیونکر متمکن ہوئی حالانکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بموجب ارشاد حق تعالیٰ فرمایا قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان حضرت نے جب دیکھا کہ کفار کو آیۂ شریفہ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ کے مضمون کی طرف بالکل توجہ نہیں اور صرف دعویٰ ہمسری میں خراب ہوئے جاتے ہیں اسلئے برخلاف انکے اس آیت کے مضمون کو اپنا پیش رو بنایا اور اسمیں اسقدر استغراق حاصل کیا کہ گویا اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کو سُنا ہی نہیں یہی وجہ تھی کہ انہوں نے سجدہ پر آمادگی ظاہر کی اور حضرت کو پھر بشریت کا مضمون یاد دلانے کی گویا ضرورت ہوئی چنانچہ فرمایا کہ بشر کو بشر کا سجدہ کرنا مناسب نہیں۔ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

شاہ دیں را منگر اے ناداں بطیں	کیں نظر کردہ است ابلیس لعیں
نیست ترکیب محمد لحم و پوست	گرچہ در ترکیب ہر تن جنس اوست
گوشت دارد پوست دارد استخواں	ہیچ ایں ترکیب را باشد ہماں
کاندراں ترکیب باشد معجزات	کہ ہمہ ترکیب ہا گشتند مات

اس قسم کی عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی صحابہ کے دلوں میں تھی۔ ایک مدت تک مسلمانوں کے دلمیں رہی جس کا حال انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ لکھا جائے گا۔ مگر افسوس ہے کہ چند روز سے پھر وہی مساوات کا خیال آخری زمانہ کے بعض مسلمانوں کے سروں میں سمایا۔ اور گویا یہ فکر شروع ہوئی۔ کہ وہ سب باتیں تازہ ہو جائیں۔ کبھی اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ میں خوش ہوتا ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ ہم لوگوں کو حضرت نے بھائی کہا ہے اس لئے

حضرت بڑے بھائی ہیں۔ اب اس خیال نے یہانتک پہنچایا کہ وہ آیات و احادیث
منتخب کی جاتی ہیں جس سے ان کے زعم میں منقصت شان ہو۔ اور وہ احادیث
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے براہ تواضع کچھ فرمایا ہے۔ اپنی دانست
میں ان کو کسر شان کے باب میں قرار دیکر شائع کیجاتی ہیں۔ ہمنے مانا کہ نقلاً اور عقلاً
ہر طرح سے اس مسئلہ میں زور لگایا جائیگا لیکن یہ دیکھنا چاہیئے کہ انتہا اسکی کہاں
ہو گی ہم یقین سمجھتے ہیں کہ آخر یہ حضرات بھی مسلمان ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے مرتبہ کو اس سے تو ہرگز کم نہ بیان کرینگے کہ جس قدر کفار سمجھے تھے یعنی بَشَرٌ
مِثْلُنَا مگر معلوم نہیں اس سعی کا کیا نتیجہ ہوگا اتنی بات تو کافروں سے پوچھنے میں
حاصل ہو جاتی ہے اسمیں نہ قرآن کی ضرورت ہے نہ حدیث کی۔ اب اسکے ساتھ
یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ ہم لوگ جو آیات و احادیث سے استدلال کرکے بیان عظمت
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبالغہ کرتے ہیں انتہا اس کی کہاں ہو گی۔
یہ بات ہر جاہل سے جاہل جانتا ہے کہ حضرت مخلوق اور بشر ہیں اور حق تعالیٰ
خالق ہے اب انتہا اس مبالغہ کی یہی ہو گی کہ حضرت کا مرتبہ قریب مرتبہ مسجودیت
کے سمجھا جائیگا وہ بھی اس وجہ سے کہ ایک عالم آپ کو سجدہ کیا کرتا تھا اور صحابہ رضی بھی
سجدہ کرنے کیلئے مستعد ہو گئے تھے۔ غرض اس مبالغہ کی حد وہ ہو گی جو صحابہ رضی کی
حسن عقیدت تھی۔ اب ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ جس راہ کو صحابہ رضی مدت العمر
طے کیا کئے اور جس مقام پر عمر بھر سر لگائے رہے جہاں سے انہیں فتحیاب ہوا
اس مقام کو چھوڑ دیں اور اس راہ میں رجعت القہقری کرکے وہ راستہ چلیں جو
کفار کی حد اعتقاد کو یعنی اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا کو پہنچادے جہاں سے

کفار پڑھ نہیں سکتے شعر ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی، کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است
کسی بزرگ نے ہم لوگوں کے اعتقاد کی شرح ایک چھوٹے سے جملہ میں نہایت ہی بسوط
کی ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ یقین ہے کہ اس تقریر سے اہل
انصاف پر دونوں راستے اور اُن کی انتہا اور حسن و قبح ہر ایک کی منکشف ہو گئی
ہو گی۔ طالب راہ حق کو چاہیئے کہ جب کسی کو اپنا راہبر بنائے تو پہلے اس امر
کی بخوبی تحقیق کرے کہ کونسی راہ لے جائیگا۔ اگر بیچارے جاہل کوتاہی نظر سے
دریافت نہ کر سکیں تو معذور ہیں مگر اہل انتباہ زانداز کلام اور طرز بیان سے
معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ شخص کس راہ کی آمادگی کر رہا ہے مثلاً کسی نے وہ حدیث
پڑھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متاخرین کو اپنا بھائی فرمایا ہے یہاں
ایک تو وہ شخص ہو گا کہ مارے شرم کے سر نہ اُٹھا سکے گا۔ کیونکہ اگر کوئی اچھی
طرح آنکھیں ملکے اپنی حالت کو دیکھے تو معلوم ہو کہ کسقدر آلودۂ عصیان ہے
اسی کتاب میں بخاری شریف کی روایت سے ثابت ہو چکا ہے کہ صحابہ جب کبھی
اپنے احوال پر نظر ڈالتے نفاق کا خوف آجاتا معلوم نہیں کہ باوجود ان سچی
بشارتوں کے کس چیز نے انہیں اس خوف میں ڈال رکھا تھا جب ان حضرات کا یہ
حال ہو تو پھر کس کا منہ ہے جو کچھ دعوے کر سکے غرض کہ بھائی سمجھنا تو کہاں ایسے
خیالات کبھی تو نسبت غلامی سے بھی خجالت پیدا کئے دیتے ہیں چنانچہ کسی بزرگ نے
کہا ہے ع نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم۔ منشا اُس کا اگر دیکھئے تو صرف یہی ہے
کہ نقشہ اپنے سارے اعمال کا آنکھوں کے سامنے کھنچ گیا ہے جس سے ندامت کے
پورے پورے آثار دل میں نمایاں ہیں اور قریب ہے کہ دروازہ توبہ کا کھل جائے

اور کبھی اشفاق و مراحم شفیع المذنبین کا تصور ادائی شکریہ میں مصروف کر دیتا ہے کہ ہر چند ہم میں قابلیت نہیں ۔ مگر شان رحمۃ للعالمینی ہے کہ اس درجہ قدر افزائی کی ایسے آقائے مہربان پر قربان ہونا چاہیئے کہ ہم جیسے غلاموں کو بھی یاد کیا اور اس سرفرازی کے ساتھ جو دوسروں کو نصیب نہیں الحاصل اس حدیث شریف کے ذکر کے وقت اُس شخص کی کچھ کیفیت ہی اور رہے اور وہ نورانیت کے آثار مُرتّب ہیں جو عموماً اعمال پر غالباً مرتّب ہوسکیں اس قسم کے قدر افزائیوں کا لطف وہی لوگ جانتے ہیں جنکو بارگاہ نبوی کے ساتھ خاص قسم کی نسبت ہے ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ ادا کرنے کے لئے اجازت چاہی حضرت نے اجازت دیکر فرمایا اے بھائی اپنی دُعا میں ہمیں نہ بھولیو وہ کہتے ہیں کہ یہ ارشاد مجھ میں اسقدر اثر کیا کہ اگر تمام رُوئے زمین میری ملک ہوجائے تو ان الفاظ کے مقابلہ میں میرے پاس وہ کچھ چیز نہیں کما فی کنز العمال عن عمر رضی اللہ عنہ قال استاذنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی العمرۃ فاذن لی وقال لاتنسنا اخی من دعائک او قال اشرکنا یا اخی فی دعائک کلمۃ ما احب ان لی بہا ما طلعت علیہ الشمس ط وابن سعد حم د ت حسن صحیح ہ ع والشاشی ص ق بظاہر یہ ارشاد حضرت کا کوئی ایسی بڑی بات نہیں صرف دعا کرنے کو فرمایا تھا مگر اُس کی وقعت کا اندازہ عمر رضی اللہ عنہ کا ہی دل کر سکتا تھا کہ تمام روئے زمین کی سلطنت ایک طرف تھی اور اُس مختصر سی کلمہ کی شان دلربائی ایک طرف غرض کہ اُس حدیث مذکورۂ بالا کو سُنکر ایک شخص کے دل کی وہ حالت ہوگی جو

خارج از بیان ہے اور ایک شخص وہ ہوگا کہ اسی حدیث شریف سے یہ بات نکالیگا کہ اخوۃ امر اضافی ہے تقدم و تاخر زمانہ کے اعتبار سے اگر فرق ہے تو بڑے چھوٹے کا ہے یعنی حضرت بڑے بھائی ہوئے اور ہم چھوٹے بھائی نعوذ باللہ من ذالک ایسے شخص کو اس حدیث شریف سے اسی قدر حصہ ملا کہ سرمیں ہمسری سمائی اور یہ خیال بڑھتا چلا یہانتک کہ رفتہ رفتہ اِنْ کُنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ تک پہنچا دیا اب یہ شخص اس دہن میں ہوگا کہ جہان خود پہنچا ہے اوروں کو بھی وہیں پہنچا دے۔ شاید اسکے خیال میں یہ کبھی نہ آیا ہوگا کہ ہم کہاں اور شان رحمۃ للعالمین و سید المرسلین کہاں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اکثر اکابر و سلاطین خادموں اور غلاموں کو بھائی کہہ دیا کرتے ہیں۔ بلکہ خود احادیث میں وارد ہے کہ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔

اگر بادشاہ کے کہنے سے یا اُس حدیث سے خدام اور غلام اپنے آقا کو بھائی کہنے لگیں تو ظاہر ہے کہ نہایت بے ادب اور احمق سمجھے جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ نے باوجود اس قرابت کے جو اظہر من الشمس ہے اپنے کو حضرت کی غلامی کے ساتھ منسوب کیا ہے چنانچہ مستدرک میں حاکم نے روایت کیا ہے عن سعید بن المسیب قال لما ولی عمر بن الخطاب رضؓ خطب الناس علی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ایہا الناس انی قد علمت انکم تونسون منی شدۃ وغلظۃ وذلک انی کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکنت عبدہ وخادمہ وکان کما قال اللہ تعالے بالمومنین رحیما فکنت بین یدیہ کالسیف المسلول الا ان یغمدنی او ینہانی عن امر فاکف والا اقدمت علی الناس لمکان لینہ ہذا حدیث صحیح الاسناد ترجمہ روایت ہے

عمر کا عبدہ کہنا

سعید بن مسیبؓ سے کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسند نشین خلافت ہوئے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ پڑھا کہ آپ لوگ جو مجھ میں شدت اور
سختی دیکھتے ہو اس کا سبب یہ ہے کہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
غلام اور خادم تھا چونکہ حضرت رحیم تھے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ
رَحِيْمًا اور لوگ حضرت کی نرمی کی وجہ سے جرأت کرتے تھے اس سبب سے میں حضرت کے
روبرو مثل شمشیر برہنہ کے رہتا اگر میان کرتے اور منع فرما دیتے تو باز رہتا تھا ورنہ
پیشقدمی کرتا کہا حاکم نے کہ یہ حدیث صحیح ہے انتہیٰ۔ اگر کسی قرابت کا اطلاق آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر درست ہوتا تو البتہ والد اور پدر بزرگوار کہنے کے لئے
ایک وجہ تھی کیونکہ ازواج مطہرات کو حق تعالیٰ نے امہات المومنین فرمایا ہے۔
کما قال اللہ تعالیٰ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ اس صورت میں حضرت سب کے والد
ٹھہرے جسکی وجہ سے یہ شرافت ازواج مطہرات کو حاصل ہوئی باوجود اس کے
حق تعالیٰ نے اس قرابت کی بھی نفی فرما دی کما قال اللہ تعالےٰ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ
اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ
اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ترجمہ نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم باپ کسی کے
تمہارے مردوں میں لیکن رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے اور ختم کرنے والے ہیں
تمام نبیوں کے انتہیٰ۔ دیکھئے باوجود قرینہ قطعیہ کے حضرت کا والد ہونا گوارا ہے
تو اخوۃ کی تساوی کیونکر گوارا ہوگی۔ ارباب بصیرت سمجھتے ہونگے کہ وَكَانَ اللّٰهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا میں حضرت کے علوشان کی طرف کیسا لطیف اشارہ ہے اس
وجہ سے کہ لٰكِنْ جو استدراک کے لئے آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوۃ

کی نفی میں کسی قسم کا توہم پیدا ہوتا تھا جو اس سے دور کیا گیا اور یہ تو ظاہر ہے کہ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے باپ نہ تھے یہاں توہم کا کوئی محل نہیں رہا کسی متبنیٰ
کے باپ ہونا تو اس میں بھی کوئی توہم نہیں ہو سکتا کیونکہ متبنیٰ لینے والے کو بھی عرف
میں باپ کہا کرتے تھے پھر جب صراحۃً اسکی نفی ہوگئی تو معلوم ہو گیا کہ یہ اطلاق
شریعت میں درست نہیں اسمیں توہم کو کیا دخل جو وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ
سے دفع کیا جا رہا ہے اور ان صفات کی تصریح سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ
توہم حضرت کے منصب رسالت سے متعلق ہے تا ابوۃ و رسالت میں مناسبت
ہو ورنہ اسکی یہ مثال ہوگی مَا كَانَ زَيْدٌ اَبَا عَمْرٍو وَلٰكِنَّهٗ كَاتِبٌ بات یہ
معلوم ہوتی ہے کہ ہر شخص کے نزدیک اپنے باپ کی وہ وقعت ہوا کرتی ہے کہ
عالی سے عالی اسی کا مرتبہ سمجھا کرتا ہے اس سبب سے یا اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ
وغیرہ اسباب سے صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بجائے والد سمجھتے ہوں گے۔
جب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت کسی کے باپ نہیں تو اب ایک قسم کا توہم
پیدا ہوا کہ پھر کیا سمجھنا چاہیئے ارشاد ہوا لکن اللہ کے رسول اور خاتم انبیا
ہیں پھر یہاں یہ شبہ پیدا ہوا کہ مخلوقات میں باپ سے زیادہ اور کیا رتبہ ہوگا
تو گویا اسکے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے کہ باپ کا
کس قدر رتبہ ہے اور رسول اللہ کا کس قدر مطلب یہ ہوا کہ ان دونوں مرتبوں
میں کوئی نسبت نہیں۔ پہلے خیال کو چھوڑ دو اور حضرت کو انہیں مراتب کے
ساتھ متصف سمجھو اور فرق مراتب کو اللہ تعالیٰ پر سونپ دو۔ وہی ہر چیز کو جانتا
ہے تمہاری عقلیں ان اُمور میں نہیں پہنچ سکتیں۔ ہذا ما ظہر لی واللہ اعلم

برادہ۔ ابن قیم رح نے مسئلہ مساوات میں جو تقریر لکھی ہے وہ قابل دید ہے

انہوں نے زاد المعاد میں لکھا ہے فہذہ خلقہ وہذا اختیارہ ربک تخلق ما یشاد

ویختار وما ابین بطلان رائے یقینی بان مکان البیت الحرام مساو لسائر الامکنۃ

وذات الحجر الاسود مساوتہ لسائر حجارۃ الارض وذات رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم مساوتیہ لذات غیرہ انما التفضیل فی ذلک بامور خارجۃ عن الذات

والصفات القائمۃ بہا وہذہ الاقاویل وامثالہا من الجنایات التی جناہا المتکلمون

علی الشریعۃ ونسوہا الیہا وہی بریۃ ولیس معہم اکثر من اشتراک الذوات

فی امر عام وذلک لایوجب تساویہا فی الحقیقۃ لان المختلفات قد تشترک

فی امر عام مع اختلافہا فی صفاتہا النفسیۃ وماسوی اللہ بین ذات المسک و

ذات البول ابدا ولا بین ذات الماء وذات النار ابدا والتفاوت البین

الذی بین الامکنۃ الشریفۃ واضدادہا والذوات الفاضلۃ واضدادہا اعظم

من ہذا التفاوت بکثیر فبین ذات موسی وفرعون اعظم ما بین المسک والرجیع

وکذلک بین نفس الکعبۃ وبین بیت الشیطان اعظم من ہذا التفاوت ایضاً

بکثیر فکیف یجعل البقعتان سواء فی الحقیقۃ والتفضیل باعتبار ما یقع ہناک

من العبادات والاذکار والدعوات انتہی ترجمہ بعضوں کی رائے ہے کہ مکان

بیت الحرام مساوی تمام مکانات کے ہے اور حجر اسود تمام پتھروں کے مساوی

ہے اور ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوروں کے مساوی ہے۔ اور

تفضیل باعتبار ان امور کے ہے جو ذات سے خارج ہیں اگرچہ متکلمین نے اس

کو شریعت کی طرف منسوب کر دیا ہے لیکن شریعت اُس سے بالکل بری ہے۔

فا: مسئلہ مساوات میں ابن قیم کی تقریر

اُن کے نزدیک کوئی دلیل نہیں سوائے اس کے کہ ایک امر عام میں سب آتیں
شریک ہیں۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حقیقتیں سب کی مساوی ہو جائیں
کیونکہ بہت سی مختلف چیزیں ایک امر عام میں شریک ہیں باوجود اس کے خاص خاص
صفتیں ہر ایک کی مختلف اور باہم ممتاز ہیں جس سے ان میں پورا امتیاز ہو گیا
ہے۔ حق تعالیٰ نے ذات مشک اور ذات بول کو کبھی برابر نہیں کیا اور نہ
پانی کی ذات اور آگ کی ذات کو۔ اور جو تفاوت شریف اور متبرک
مقامات اور ان کے اضداد میں ہے اور افضل ذاتوں اور ان کے اضداد
میں ہے اس سے بھی بدرجہا زیادہ ہے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون
میں یا نفس کعبہ اور شیطان کے گھر میں جو تفاوت ہے بدرجہا اس سے زیادہ
جو مشک اور نجاست میں ہے۔ پھر جو کہا جاتا ہے۔ کہ نفس کعبہ اور دوسری
جگہ حقیقت میں برابر ہیں اور بزرگی کعبہ کی صرف اسی وجہ سے ہے۔ کہ
وہاں عبادات اور اذکار اور دعائیں ہوتی ہیں سو یہ کیونکر ہو سکے حق تعالیٰ
فرماتا ہے وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ یعنی پیدا کرتا ہے رب آپ کا جو
چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے انتہی **خلاصہ** اس کا یہ ہوا کہ ہر چند بعض صفات دو چیزوں
میں برابر پائی جاویں اور محسوس ہوں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں ایک سال
ہو جائیں بلکہ جس ذات کو کسی قسم کی خصوصیات عطا ہو دیں اور حق تعالیٰ نے
اس کو برگزیدہ کر چکا ہے وہ دوسرے کے برابر کبھی نہ ہو سکے گی بلکہ دونوں کی
حقیقتوں میں کچھ ایسا فرق ہوگا کہ گویا ان میں کچھ مناسبت ہی نہیں اب ان
بیوقوفوں کو جنہوں نے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہہ کر انبیا علیہم السلام کیسا ہمسر کیا تھا

خیال جمایا تھا اگر اندھے نہ کہیں تو کیا کہیں۔ کیونکہ انہوں نے نہ اپنے آپکو دیکھا نہ انبیا علیہم السّلام کو۔ مولانائے رُوم فرماتے ہیں ؎

یا تو پنداری کہ روئے انبیاؑ	آنچناں کہ ہست می بینیم ما
گفت یزداں کہ تَرٰھُمْ یَنْظُرُوْنَ	نقش حمام ند ھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ

مولاناؒ نے مضمون اس آیہ شریفہ کا لکھا ہے وَتَرٰھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ تفسیر رُوح البیان میں لکھا ہے کہ سلطان محمود غازیؒ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور پوچھا کہ بایزیدؓ بسطامی کے حق میں آپ کیا کہتے ہیں کہا شیخ نے وہ وہ شخص ہیں کہ جس نے انہیں دیکھا ہدایت پائی اور سعادت کو پہنچا۔ سلطان نے کہا یہ کیا بات ہے ابوجہل نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ شیخ نے کہا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو نہیں دیکھا بلکہ محمدؐ بن عبداللہ یتیم ابی طالب کو دیکھا تھا اگر حضرتؐ کو دیکھتا بلیشک شقاوت سے نکل جاتا دلیل اسکی قرآن شریف میں موجود ہے وَتَرٰھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ پس معلوم ہُوا کہ یُوں دیکھ لینا مفید نہیں جبتک آثار مرتب ہوتے ہیں وہ دیکھنا ہی کچھ اور ہے **شعر**

برائے دیدن رُوئے تو چشم دیگرم باشد ؎ کہ ایں چشمے کہ من دارم جمالت را نمی شاید

غرض کہ جنھوں نے حضرتؐ کو دیکھا ہے اور خیال ہمسری جمایا دلیسوں کے حسب حال یہ شعر ہے۔ در خلا آہستگی چمنیؒ اکو دہ پیش حا جیے ؛ گفت دا تی کیستم ہمسنگ کعبہ بودہ ام ۔ ابن قیمؒ نے جو اعتبار حقایق کا کیا ہے یہی مذہب اہل تحقیق کا بھی ہے۔ چنانچہ مولانائے جامیؒ فرماتے ہیں۔ **شعر**

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد		گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی		

تقریر دُور جا پڑی۔ کلام اسمیں تھا کہ عام جن و انس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی عظمت کو نہیں مانتے ادنیٰ تامل سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ اس سے نفس عظمت
میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ کیونکہ جملہ عالم میں یہ عظمت جب مسلم ہو چکی تو چند
عوام کالانعام کس شمار میں۔ البتہ اس موقع میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا
حال معلوم کرنا ضرور ہے کیونکہ افضل ترین امت ہونے پر انکے خود حضرت صلعم نے
گواہی دی ہے اگرچہ اس باب میں احادیث بہت وارد ہیں مگر یہاں ایک حدیث
ذکر کیجاتی ہے جسکو دیلمیؒ نے فردوس میں ذکر کیا ہے عن انسؓ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عز وجل نظر فی قلوب العباد فلم یجد قلبا انقی من قلوب
اصحابی ولذلک اختارہم فجعلہم صحابا فما استحسنوا فہو عند اللہ حسن وما استقبحوا
فہو عند اللہ قبیح ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ انے کوئی
قلب میرے صحابہ کے قلوب سے پاکیزہ تر نہیں دیکھا اسلئے اُنکو میری صحابیت
کے لئے پسند فرمایا جو کچھ وہ اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہے اور
جو بُرا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بُرا ہے۔ آنکا حال کسی قدر ابھی معلوم ہوا اور
آیندہ بھی انشاء اللہ معلوم ہوگا کہ کیسی عظمت حضرت کی اُن کے دلوں میں تھی
اور کس درجہ آداب کی رعایت رکھتے تھے۔ باوجود اسکے اگر کسی سے بمقتضائے
بشریت یا سادگی سے کوئی ایسی حرکت ہو جاتی جس میں شائبہ بے ادبی کا ہوتا
ساتھ ہی کلام الٰہی میں تنبیہ اور زجر و توبیخ نازل ہوتی جس سے سب متنبہ
اور ہوشیار ہو جاتے۔ چنانچہ کسی صحابی نے بلند آواز سے حضرت صلعم کے روبرو کچھ

ف لاترفعوا اصواتکم کی تفسیر

بات کہی۔ غیرت الٰہی نے جوش کیا اور یہ عتاب نازل ہوا یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

ترجمہ اے ایمان والو اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اور مت آواز بلند کرو اُن پر بات کرنے میں جیسے بلند آواز کرتے ہو ایک دوسرے پر کہیں کار نہ ہو جائیں عمل تمہارے اور تمکو خبر نہ ہو انتہیٰ۔ جب یہ آیۂ شریفہ نازل ہوئی حضرت صدیق اکبرؓ نے قسم کھائی کہ اب حضرتؐ سے ایسی آہستہ بات کرونگا جیسے کوئی راز کی بات کہتا ہے اور حضرت عمرؓ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات اس قدر آہستہ کیا کرتے تھے کہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے وروی کما اخرجہ من طریق طارق بن شہاب ان ابا بکر رضی اللہ عنہ لما نزلت ہذہ الآیۃ قال لا اکلمک بعدہا الا کاخی السرار وان عمرؓ کان اذا حدثہ حدثہ کاخی السرار ما کان یسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی یستفہمہ کذا فی الشفاء وشرحہ لعلی القاری اور تفسیر درمنثور میں ہے واخرج احمد وعبد بن حمید والبخاری ومسلم وابو یعلی فی معجم الصحابۃ وابن المنذر والطبرانی وابن مردویہ والبیہقی فی الدلائل عن انس قال لما نزلت یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الی قولہ وانتم لا تشعرون وکان ثابت بن قیس بن شماس رفیع الصوت فقال انا الذی کنت ارفع صوتی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبط عملی انا من اہل النار وجلس فی بیتہ حزینا فتفقدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق بعض القوم الیہ فقالوا فقدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالک قال انا الذی ارفع صوتی فوق

صوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم واظہر لہ بالقول حبط عملی وانا من اہل النار فاتوا النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فاخبروہ بذلک فقال بل ہو من اہل الجنۃ فلما کان یوم یمامۃ قتل

ترجمہ روایت کی بخاری اور مسلم وغیرہ نے کہ جب نازل ہوئی یہ آیہ کریمہ یَا
اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا ثابت بن قیس بن شماس رضؓ نے کہا کہ میری
ہی آواز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند ہوتی تھی - کیونکہ وہ بلند آواز
تھے - اب میرے اعمال حبط ہو گئے اور میں دوزخی ہو گیا اس غم میں گھر سے
کئی روز باہر نہیں نکلے - یہانتک کہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا
کہ وُہ کہاں ہیں - تب چند صحابہ اُن کے گھر گئے اور یاد فرمائی کا حال بیان کر کے
پوچھا کہ تم حاضر کیوں نہیں ہوتے کہا میری ہی آواز حضرتؐ کی آواز سے
بلند ہوا کرتی ہے جس سے میرے اعمال حبط ہیں اور ٹھکانا دوزخ ہے صحابہ
نے یہ واقعہ حضرتؐ سے کہا ارشاد ہوا یہ بات نہیں وہ جنتی ہیں چنانچہ جنگ یمامہ
میں وہ شہید ہوئے انتہیٰ - اور ایک روایت یہ ہے واخرج ابن جریر والطبرانی و
الحاکم وصححہ وابن مردویہ عن محمد بن ثابت بن قیس بن شماس قال لما نزلت ہذہ
الآیۃ یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ بالقول
قعد ثابت فی الطریق یبکی فمر عاصم بن عدی بن عجلان فقال ما یبکیک یا ثابت
قال ہذہ الآیۃ اتخوف ان تکون فی نزلت وانا صیت رفیع الصوت فمضی عاصم
بن عدی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ خبرہ قال اذہب فادعہ لی
فجاءہ فقال ما یبکیک یا ثابت قال انا صیت اتخوف ان تکون ہذہ الآیۃ نزلت
فی فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما ترضی ان تعیش حمیدا و تدخل الجنۃ قال رضیت

ولا ارفع صوتی ابداً علی صوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فانزل اللہ ان الذین

یغضون اصواتھم عند رسول اللہ الآیۃ ترجمہ روایت کی ابن جریر اور حاکم وغیرہ نے محمد بن قیس بن شماس سے کہ جب نازل ہوئی آیۃ شریفہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ تو ثابتؓ بن قیس پر نہایت صدمہ ہوا یہانتک کہ راستہ میں بیٹھ گئے اور زار زار رونے لگے کہ ہائے سب اعمال اکارتھ گئے۔ اسی حالت میں کہیں عاصم ابن عدی کا اُدھر سے گزر ہوا پوچھا کیوں روتے ہو اے ثابتؓ کہا کہ مجھے خوف ہے کہ یہ آیت میرے ہی باب میں نازل ہوئی ہے کیونکہ میری ہی آواز بلند ہے عاصمؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اُنکا واقعہ بیان کیا حضرت نے فرمایا اُنکو میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ حاضر ہوئے حضرتؐ نے براہ شفقت پوچھا کہ کس چیز نے تمکو رلایا۔ کہا یا رسولؐ اللہ میری آواز بہت بلند ہے ڈرتا ہوں میں کہ شاید یہ آیت میرے ہی باب میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم راضی نہیں۔ اس بات پر کہ عیش و زندگی تمہاری پسندیدہ ہو اور قتل کئے جاؤ تم اچھی حالت میں اور جنت میں داخل ہو جاؤ کہا راضی ہوں میں یا رسولؐ اللہ اور پھر رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کروں گا۔ انتہیٰ۔ غور کرنیکی جائے ہے کہ صرف اتنی بے ادبی کہ بات کہنے میں آواز بلند ہو جائے۔ اُس کی یہ سزا ٹھہرائی گئی۔ کہ صحابہؓ کے تمام اعمال اور عمر بھر کی جانفشانیاں حبط اور اکارتھ ہو جائیں جن کے ایک عمل کے برابر ہماری ساری عمر کے اعمال نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ صحیح حدیثوں میں وارد ہے کہ اگر کوئی شخص کوہ اُحد کے برابر سونا خیرات کرے۔

تو صحابی کے ایک مد بلکہ آدھی مد کے برابر نہیں ہوسکتا جس کا وزن پاؤ سیر سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ پھر اس سزا کو دیکھئے تو یہ وہ سزا ہے جو کافروں کے واسطے مقرر ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَ ۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ منشا اس کا کیا تھا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ حلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ بلند آواز سے بات کرنا تو کیا کافروں نے دندان مبارک کو شہید کر دیا اور اقسام کی اذیتیں پہنچائیں مگر کچھ نہ کہا بلکہ اور دعائیں دیں کما فی الشفا وروی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما کسرت رباعیتہ وشج وجہہ یوم احد شق ذلک علی اصحابہ شدیدا وقالوا لو دعوت علیہم فقال انی لم ابعث لعانا ولکن بعثت داعیا ورحمۃ اللہم اہد قومی فانہم لا یعلمون انتہے۔ قال القاریؒ فی شرحہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان مرسلاً وآخرون موصولاً ۔ اور تواضع کی یہ کیفیت تھی۔ کہ لبسا اوقات دست بوسی سے منع فرما دیا اس ارشاد کے ساتھ کہ یہ طریقہ عجمیوں کا ہے کہ اپنے سلاطین کی دست بوسی کیا کرتے ہیں اور میں ایک شخص تمہیں میں کا ہوں ۔ کما فی الشفا عن ابی ہریرۃؓ دخلت السوق مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاشتری سراویل وقال للوزان زن وارجح وذکر القصۃ قال فوثب الی ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقبلہا فجذب یدہ وقال ہذا تفعلہ الاعاجم بملوکہا ولست بملک انما انا رجل منکم ۔ اور اگر کوئی تعظیم کے لئے اٹھنا چاہتا تو منع فرما دیتے کما فی الشفا عن ابی امامۃؓ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوکیا علی عصا فقمنا لہ فقال لا تقوموا کما یقوم الاعاجم یعظم بعضہم بعضا حالانکہ خود احادیث

سے عموماً اجازت اس قیام کی ابھی ثابت ہوئی اور احادیث سے دست بوسی
بلکہ پابوسی بھی ثابت ہے انشاء اللہ تعالیٰ کسی موقع میں اُس کا بھی ذکر آجائے گا۔
الحاصل اس قسم کی صدہا حدیثیں ہیں جن سے ظاہر ہے کہ حضرتؐ کی سی تواضع
اور اخلاق دُوسرے سے ممکن نہیں اور کیونکر ہوسکے حضرتؐ کے وہ اخلاق تھے
جنکی تعریف میں حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ یعنے یقیناً آپ
بہت بڑے خلق پر ہو - اور خوش خلقی کا جزو اعظم یہی صفت ہے۔ کیونکہ یہ
بات تو تجربہ سے بھی ظاہر ہے کہ جس میں تواضع نہیں ہوتی وہ شخص خوش خلق
نہیں ہوتا اور جس شخص کے اخلاق درست ہوتے ہیں اس میں تواضع ضرور
ہوتی ہے۔ غرض حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور خوش خلقی کی وجہ
سے وہ آداب جو حضرتؐ کے ساتھ متعلق ہیں مسلمانوں کو شرعاً معلوم ہونیکی
کوئی صُورت نہ تھی۔ سوائے اس کے کہ خود حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں بیان
فرمادے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس آیہ شریفہ میں ایک ادنی سی بات کو ذکر فرمایا
کہ اگر کوئی شخص حضرتؐ کے روبرو پکار کے بات کرے اُسکی تمام کی کرائی محنتیں
اور سارے اعمال اکارتھ اور برباد ہوجائیں گے۔ اب عاقل کو چاہیئے۔ کہ
اسپر قیاس کرلے کہ جب ادنیٰ سی بے ادبی اور گستاخی کا انجام یہ ہو تو اور
گستاخیوں کا کیا حال ہوگا۔ یہاں اور ایک بات سمجھ رکھنا چاہیئے کہ اتنی
سی گستاخی کی جو اسقدر سخت سزا ٹھیرائی گئی اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
کوئی درخواست نہ تھی بلکہ منشا اُسکا صرف غیرت الہٰی تھا کہ اپنے حبیب کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی کسر شان کسی قسم سے نہ ہونے پائے اسی وجہ سے صحابہ ہمیشہ

خائف و ترساں رہتے تھے کہ کہیں ایسی حرکت کوئی صادر نہ ہو جس سے غیرت الٰہی جوش میں آجائے پھر جب حضرت اس عالم سے تشریف لے گئے تو کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت کی محبوبیت یا غیرت کبریائی میں کوئی فرق آگیا ہو نعوذ باللہ من ذلک کوئی مسلمان اس کا قائل نہ ہوگا کیونکہ صفات الٰہیہ میں کسی قسم کا تغیر ممکن نہیں پس ہر مسلمان کو چاہیئے کہ آیہ موصوفہ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظاہر اور باطن میں ایسا مودب رہے جیسے صحابہ تھے - اور یہ نہ سمجھے کہ صرف حضرت کے رُو برو ادب کی ضرورت تھی اب نہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ حامی ہے **الحاصل** بلند آواز سے حضرت کے رو برو بات کرنے والوں کی وہ سزا ٹھہری جو مذکور ہوئی - اور جو لوگ کمال ادب کے ساتھ دبی آواز سے بات کیا کرتے تھے اُنکی یہ سرفرازی ہوئی جو ارشاد ہوتا ہے - اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ **ترجمہ** جو لوگ دبی آواز سے بولتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس وہی ہیں - وہ جن کے دلوں کو آزمایا ہے اللہ تعالیٰ نے واسطے پرہیزگاری کے - انہیں کے لئے مغفرت اور بخشش ہے اور ثواب ہے بڑا انتہیٰ - سبحان اللہ کس قدر رحمت اور فضل الٰہی مودبوں کے لئے موج زن ہے کہ اگرچہ گناہگار ہوں علاوہ مغفرت گناہ کے بہت بڑے ثواب کا وعدہ دیا جارہا ہے - **شعر**

سرمایہ ادب بکف آور کہ این متاع		آنرا کہ ہست فیض ابد آیدش بدست

اس آیہ شریفہ سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ادب ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں ہو سکتا یہ دولت اُن لوگوں کے حصّہ میں رکھی ہے جن کے دل امتحان الٰہی میں پورے اُترے اور جنمیں کامل طور پر صلاحیت تقویٰ کی موجود ہے اور حق تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ترجمہ جو لوگ پکارتے ہیں آپکو حجروں کے پیچھے سے یقیناً اکثر اُن کے عقل نہیں رکھتے اور اگر صبر کرتے وہ جب تک کہ نکلتے آپ اُنکی طرف تو اُن کو بہتر تھا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے مہربان انتہیٰ اس آیہ شریفہ میں جن لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برآمد ہونے کا انتظار نہ کر کے پکارنا شروع کیا۔ اُنکی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ وہ بے عقل ہیں اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا اُنکے دماغوں میں کچھ فتور تھا جس کی وجہ سے اُنکو مجنوں کہا جائے یا اور کوئی بات ہے یہ تو کسی کتاب میں نہ ملے گا کہ وہ چند دیوانہ تھے جو اتفاق کر کے آئے اور گڑ بڑ کر کے چلے گئے۔ بلکہ کتب احادیث و تفاسیر سے ثابت ہے۔ کہ بہت بڑے ہوشیار اور ساری قوم کے مدبر لوگ منتخب ہو کر اس غرض سے آئے تھے کہ شعر و سخن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر اور خطیب پر سبقت لیجائیں اور ذہن و ذکاوت کی داد دیں باوجود اس کے بیوقوف بنائے جا رہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ منشا اُس کا کچھ اور ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ جبتک کسی کی عقل سلیم میں کجی نہیں ہوتی بزرگوں کی برابری کا دعویٰ نہیں کرتا۔ اگر کچھ بھی عقل ہو تو آدمی سمجھ سکتا ہے۔ کہ برگزیدگان حق کے ساتھ برابری

کیونکر ہو سکے گی۔ اس لئے کہ یہ تو صرف حق تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے الحاصل بیوقوفی کا اطلاق اس جماعت پر اسی وجہ سے ہُوا کہ بارگاہ رسالت میں بے ادبی سے پیش آئے اگر کہا جائے کہ جائز ہے کہ کفر کی وجہ سے یہ اطلاق ہوا ہو جس سے عقل معاد کی نفی ہو گئی۔ تو ہم کہیں گے کہ اس آیۂ شریفہ میں کفر کا کہیں ذکر نہیں بلکہ یہ حکم ان لوگوں پر ہوا جو متصف اس بے ادبی کے ساتھ تھے اور علم بلاغت و اصول میں مصرح ہے کہ ایسے موقعوں میں وصف مسند الیہ کو تاثیر اور دخل ہوا کرتا ہے چنانچہ ابن تیمیہ نے بھی صارم مسلول میں لکھا ہے قلنا لا ریب انہ لا بد لکل صفۃ تاثیر فی الحکم والا فالوصف العدیم التاثیر لا یجوز تعلیق الحکم بہ کمن قال من زنی واکل جلد پس ثابت ہوا کہ اس حکم میں کفر کو دخل نہ تھا بلکہ مدار اُس کا اسی بے ادبی پر ہے جو مذکور ہوئی۔ الحاصل حماقت اور بیوقوفی بے ادبوں کی نص قطعی سے ثابت ہے تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ صحابہؓ کا یہ حال تھا کہ اگر حضرتؐ کو پکارنا منظور ہوتا تو ناخنوں سے دروازہ کو ٹھوکتے اور یہ لوگ کہیں سے آئے ہوئے تھے۔ ابو عثمان مغربیؒ کہتے ہیں کہ بزرگوں اور اولیاء اللہ کی خدمت میں براہ ادب پیش آنا آدمی کو مدارج علیا تک پہنچاتا ہے چنانچہ ایک جماعت علماء کا یہ حال تھا کہ اگر کسی بزرگ کی خدمت میں جاتے تو بیٹھ رہتے جب تک کہ وہ خود نکلتے ابو عبیدہ قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ میں نے کسی عالم کا دروازہ نہیں ٹھوکا۔ بلکہ جب جاتا بیٹھ رہتا جبتک وہ خود نکلتے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ انتہی ملخصا من التفسیر۔ سبحان اللہ علمائے حقانی کی رائے کیا ہی صائب ہوتی ہے۔

بزرگوں کے ادب کرنے کو بھی اس آیۂ شریفہ سے استنباط کیا ہر چند حدیث شریف
من لم یوقر کبیرنا وغیرہ سے بھی اس موقع میں استدلال ہو سکتا تھا مگر جب استناد
خود آیۂ شریفہ پر ہو سکا تو نورٌ علیٰ نور ہو گیا بہر حال معلوم ہوا کہ اس آیۂ شریفہ سے
عموماً بزرگانِ دین کی تعظیم اور اُن کا ادب مستفاد ہو سکتا ہے۔ مگر یہ بات
شاید ہر ایک کے سمجھ میں نہ آئے گی۔ اس فہم کے لئے وہ لوگ خاص ہیں جنکی
طبیعتیں ادب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ وَھُوَ الْمُوَفِّقُ
وَالْمُعِیْنُ اور بعض لوگ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بحسب عرف و عادت صرف
نام کے ساتھ پکارتے اُن کو ادب سکھایا گیا کہ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ
بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا **ترجمہ** مت ٹھہراؤ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)
کا بلانا درمیان اپنے اُسکے برابر جو بلاتا ہے تم میں ایک کو ایک انتہٰی تفسیر درمنثور
میں روایت ہے۔ اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابو نعیم فی الدلائل عن ابن
عباسؓ فی قولہ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا قال کانوا یقولون
یا محمد یا ابا القاسم فنہاہم اللہ عن ذلک اعظاما لنبیہٖ فقالوا یا نبی اللہ
یا رسول اللہ واخرج ابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ لا تجعلوا دعاء
الرسول الخ یعنی کدعاء احدکم اخاہ باسمہ ولکن وقروہ وعظموہ وقولوا لہ یا رسول اللہ
یا نبی اللہ واخرج ابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم
عن مجاہد فی الآیۃ قال امرہم ان یدعوہ یا رسول اللہ فی لین وتواضع ولا یقولوا یا محمد
فی تجہم واخرج عبد الرزاق وعبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادہ
فی الآیۃ قال امر اللہ ان یہاب نبیہ وان یبجل وان یعظم وان یفخم ویشرف **ترجمہ**

تفسیر ت ۹۱۰ جلد ۲ ج ۴۸۹ ص

بعض لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف نام اور کنیت کے ساتھ پکارتے تھے جیسے کوئی اپنے بھائی کو پکارتا ہے پس منع فرمایا حق تعالیٰ نے اس سے مقصود یہ کہ کل عجز و نیاز کے ساتھ یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ کہہ کے پکارا کریں جس سے عظمت و شرف اور تعظیم و توقیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر ہوا کرے۔ انتہیٰ ملخصاً۔ **الحاصل** حق تعالیٰ کو اتنی بات بھی ناگوار ہے کہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص نام لے کر پکارے اور طرفہ یہ ہے کہ خود حق تعالیٰ نے بھی تمام قرآن شریف میں حضرت کو نام کے ساتھ کہیں خطاب نہ فرمایا بلکہ جب خطاب کیا یا ایہا النبی وغیرہ صفات کمالیہ ہی ذکر کیئے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ کمال درجہ کی عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معلوم کرانا حق تعالیٰ کو منظور ہے۔ ورنہ وہی حضرت آدم اور دوسرے انبیائے اولوالعزم علیہم السلام ہیں کہ جنکو باوجود اس جلالت شان کے نام ہی کے ساتھ برابر خطاب ہوا کیا۔ جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے۔ **شعر**

یا آدم است با پدر انبیا خطاب	یا ایہا النبیؐ خطاب محمدی است

یہاں سے ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ قرآن شریف میں گویا ایک قسم کا التزام نعت نبوی کا کیا گیا ہے۔ اس لیئے کہ ظاہر ہے کہ مقصود ندا سے یہی ہوتا ہے کہ منادا اپنی ذات سے ندا کرنے والے کی طرف متوجہ ہو تو چاہیئے کہ ندا ان الفاظ کے ساتھ ہو جو منادی کی ذات پر دلالت کریں۔ اس مقصود کے پورا کرنے میں علم یعنے نام درجہ اوّل میں سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اصلی غرض اس سے یہی ہے کہ ذات پر دلالت کرے۔ پھر کسی خاص صفت کے ساتھ ندا جو جائز ہے

اسکی یہی وجہ ہوگی کہ اُس سے ذات پر دلالت ہو جاتی ہے جو اس مقام میں مقصود بالذات ہے ورنہ معنی وصفی جو زاید علی الذات اور مقتضی نکارت ہیں اُس کو ندا کے ساتھ جو مقتضی تعیین ہے کوئی مناسبت نہیں۔ بہر حال منادی کا علم ذکر نہ کرکے اوصاف جو ذکر کئے جاتے ہیں وہاں دو مقصود پیش نظر ہوتے ہیں۔ ایک توجہ منادی کی دوسری توصیف اگرچہ کہ باعتبار ندا کے توصیف ایک امر زاید ہے لیکن اس وجہ سے کہ قصداً اوصاف ذکر کئے جاتے ہیں توصیف بھی وہاں ایک امر مستقل اور مقصود بالذات ہو جاتی ہے۔ اب اس تقریر کو ما نحن فیہ پر منطبق کیجئے کہ حق تعالی نے جو اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ندا کے ساتھ ذکر کئے ہیں اگرچہ کہ وہاں ندا مقصود بالذات ہے۔ مگر خاص اوصاف ہی کو ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ نعت بھی ایک مقصود اصلی اور مستقل برأسہ ہے ورنہ مثل اور انبیا علیہم السلام کے نام مبارک کے ساتھ ندا فرماتا پھر جب تمامی قرآن شریف میں یہ التزام کیا گیا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حق تعالی کو کس قدر نعت شریف کا اہتمام منظور ہے **شعر**

باوصافش رسیدن کے توانند انبیا اورا		کہ تا نعتش نمیگوید نمیخواند خدا او را

دوسرے مقام پر حق تعالی فرماتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا ترجمہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے مت کہو راعنا اور کہو انظرنا انتہی۔ در منثور میں اس آیت کی تفسیر میں یہ روایتیں نقل کی ہیں اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم عن ابی صخر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ادبر ناداہ من کانت لہ حاجۃ من المومنین فقالوا ارعنا سمعک فاعظم اللہ رسولہ ان یقال

راعنا کہنے کی ممانعت

ذلک واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی عن ابن عباسؓ فی قولہ تعالیٰ لاتقولوا
راعنا قال کانوا یقولون للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ارعنا سمعک وانما راعنا کقولک خاطبنا
واخرج ابن جریر وابن المنذر عن السدی قال کان رجلان من الیہود مالک
بن الصیف ورفاعۃ بن زید اذلقیا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالا لہ وہما یکلمانہ راعنا
سمعک واسمع غیر مسمع فظن المسلمون ہذا شی کان اہل الکتاب یعظمون انبیاءہم
فقالوا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ذلک فانزل اللہ یا ایہا الذین آمنوا لاتقولوا راعنا
الآیہ واخرج ابونعیم فی الدلائل عن ابن عباسؓ فی قولہ لاتقولوا راعنا ذلک انہ
سب بلغۃ الیہود فقال تعالیٰ قولوا انظرنا یرید اسمعنا فقال المومنون بعدہا
من سمعتموہ یقولہا فاضربوا اعنقہ فانتہت الیہود بعد ذلک **ترجمہ** ابن عباسؓ وغیرہ
سے روایت ہے کہ بعض یہود جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرتے۔ تو
اثنائے کلام میں لفظ راعنا کہا کرتے تھے جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ ہماری بات
کی مراعات کیجئے اور سماعت فرمائیے۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ شاید یہ کوئی عمدہ
بات ہے اور اہل کتاب اسکو انبیا کی تعظیم میں کہا کرتے ہیں اس لئے اُس کا استعمال
شروع کیا۔ مگر اس وجہ سے کہ یہ کلمہ لغت یہودیں و دشنام کے محل میں بھی مستعمل تھا
حق تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔ پھر تو مسلمانوں نے یہ حکم دے دیا۔ کہ جس سے
یہ کلمہ سُنو اُس کی گردن ماردو۔ اس کے بعد پھر کسی یہودی نے یہ کلمہ نہ کہا انتہیٰ
ملخصاً **حاصل** یہ کہ ہر چند صحابہ اس لفظ کو نیک نیتی سے تعظیم کے محل میں
استعمال کیا کرتے تھے۔ مگر چونکہ دُوسری زبان میں گالی تھی۔ حق تعالیٰ نے
اس کے استعمال سے منع فرمادیا۔ اب یہاں ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ جس لفظ

میں کنایۃً بھی توہین مراد نہ تھی بلکہ صرف دوسری زبان کے لحاظ سے استعمال اُس کا
ناجائز ٹھہرا تو وہ الفاظ ناشایستہ جسمیں صراحۃً کسر شان ہو کیونکر جائز ہوں گے
اگر کوئی کہے کہ مقصود ممانعت سے یہ تھا کہ یہود اس لفظ کو استعمال نہ کریں تو
ہم کہیں گے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے مگر اس میں شک نہیں کہ نہی صراحۃً خاص مومنین
کو ہوئی جن کے نزدیک یہ لفظ محل تعظیم میں مستعمل تھا اسمیں نہ یہود کا ذکر ہے۔
نہ اُن کے لغت کا۔ اگر صرف یہی مقصود ہوتا تو مثل اور اُن کی شرارتوں کے اس کا
ذکر بھی یہیں ہو جاتا۔ صرف مومنین کو مخاطب کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس
قسم کے الفاظ نیک نیتی سے بھی استعمال کرنا درست نہیں پھر سزا اُس کی
یہ ٹھیرائی گئی کہ جو شخص یہ لفظ کہے خواہ کافر ہو یا مسلمان اُسکی گردن ماردی جاوے
بالفرض اگر کوئی مسلمان بھی یہ لفظ کہتا تو اس وجہ سے کہ وہ حکم عام تھا بیشک مارا
جاتا اور کوئی یہ نہ پوچھتا کہ تم نے اُس سے کیا مُراد لی تھی۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ جو
الفاظ خاص توہین کے محل میں مستعمل ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی نسبت استعمال کرنا خواہ صراحۃً ہو یا کنایۃً کس درجہ قبیح ہوگا اگر صحابہ کے روبرو
جن کے نزدیک راعنا کہنے والا مستوجب قتل تھا کوئی اس قسم کے الفاظ کہتا تو
کیا اُسکے قتل میں کچھ تامل ہوتا یا یہ تاویلات باردہ مفید ہو سکتیں؟ ہرگز نہیں
مگر اب کیا ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ اُس زمانہ کو یاد کر کے اپنی بے بسی پر رو دیا
کریں۔ اب وہ پُرانے خیالات والے پختہ کار کہاں جن کی حمیت نے اسلام
کے جھنڈے مشرق و مغرب میں نصب کردئے تھے۔ ان خیالات کے جھلملاتے
ہوئے چراغ کو آخری زمانہ کی ہوا دیکھ نہ سکی۔ غرض میدان خالی پاکر

جس کا جی چاہتا ہے کمال جرأت کے ساتھ کہہ دیتا ہے۔ پھر اس دلیری کو دیکھئے۔
کہ جو گستاخیاں اور بے ادبیاں جو قابل سزا تھیں۔ اُنہیں پر ایمان کی بنا قائم
کی جا رہی ہے جب ایمان یہ ہو تو بے ایمانی کا مضمون سمجھنے میں البتہ غور و تامل
درکار ہے۔ اور اس آیت شریفہ میں بھی حق تعالیٰ نے ایک قسم کی تادیب کی
ہے قولہ تعالیٰ مَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَآ اَنْ تَنْکِحُوْا
اَزْوَاجَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ عِنْدَ اللّٰہِ عَظِیْمًا اِنْ تُبْدُوْا
شَیْئًا اَوْ تُخْفُوْہُ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ترجمہ نہیں لائق ہے تم
کو کہ ایذا دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو تم اُن کے
ازواج مطہرات کو کبھی بعد اُن کے یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ کے
نزدیک اگر ظاہر کرو تم کچھ یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے انتہیٰ در منثور
میں لکھا ہے اخرج البیہقی فی السنن عن ابن عباسؓ قال قال رجل من اصحاب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم لو قد مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزوجت عایشۃ او ام سلمۃ
فانزل اللہ تعالیٰ ما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ الایۃ ترجمہ روایت ہے ابن عباسؓ
سے کہ صحابہ میں سے کسی شخص نے کہا تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما
دینگے تو عایشہ یا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرے گا اُس کے ساتھ ہی
یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی مَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ آخر تک انتہیٰ۔
اسمیں شک نہیں کہ کسی کے وفات کے بعد اُسکی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا عموماً
جائز ہے۔ اور جنہوں نے سادگی سے یہ بات کہی تھی صحابی تھے۔ جن کا نام بھی
بعض روایات میں مذکور ہے اب اُنکی نسبت یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ کسی قسم کا

ازواجِ حضرتؐ

خیال فاسد کیا ہو باوجود اسکے جو یہ عتاب ہو رہا ہے اس سے ظاہر ہے کہ خیال بھی خالی از بے ادبی نہ تھا۔ کیونکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و غیرت کا کچھ خیال نہ کیا اور یہ نہ سمجھا کہ جو بات حضرتؐ کی زندگی میں ہے بعد وفات شریف کے بھی ابدالاباد وہی بات ہے۔ اب اس عتاب کو دیکھئے کہ اس میں کس قدر تشدد کیا گیا ہے کہ اس قسم کی بات کو صرف دل میں لانا بھی ایک امر خطرناک قرار دیا گیا ہے اس لیئے کہ اس موقع میں جو ارشاد ہے (کہ جو کچھ تم ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے) ظاہر ہے کہ مقصود اس سے تخویف ہے ورنہ کَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا کہنے کی ظاہرا کوئی ضرورت نہ تھی **الحاصل** حرام ہونا ازواج مطہرات کا تمامی امت پر بعد وفات شریف کے دلیل واضح اس پر ہے کہ حرمت و تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد وفات شریف کے بھی بحال خود ہے اگر کہا جائے کہ نکاح ازواج مطہرات کا بعد وفات شریف کے اس لئے درست نہ تھا کہ حضرتؐ زندہ موجود ہیں۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ امر واقعی ہے ہمیں بھی اسمیں کچھ کلام نہیں لیکن اگر صرف یہی وجہ ہوتی تو شہدا کی بیویوں کا نکاح بھی درست نہ ہوتا جن کی حیات بھی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ پس معلوم ہوا کہ نکاح مذکور کی ممانعت اسوجہ سے تھی کہ حرمت وعزت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد وفات کے بھی دلوں میں متمکن رہے اور کوئی مسلمان اس قسم کا خیال بھی نہ کرے جس میں کسی قسم کی بےادبی لازم آجائے اور اس آیۂ شریفہ میں بھی ادب کی تعلیم کی گئی ہے۔ قال اللہ تعالےٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ترجمہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے مت جاؤ گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مگر جو حکم ہو کھانے کے واسطے نہ انتظار کرنیوالے اسکے پکنے کا لیکن جب بلائے جاؤ تم تب جاؤ اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ۔ اور مت بیٹھے رہو باتوں میں جی لگائے ہوئے البتہ یہ کام ایذا دیتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور شرم کرتے ہیں وہ تم سے اور اللہ تعالیٰ نہیں شرم کرتا ہے۔ حق بات سے انتہیٰ **حاصل** یہ کہ ایکبار بعض صحابہ کھانا کھانے کے بعد دولت خانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوڑی دیر ٹھہرے رہے چنانچہ اس قسم کی عادت بھی ہے۔ ان کی وجہ سے نہ حضرتؐ اپنے مشاغل میں مصروف ہو سکے نہ مروّت سے کچھ فرما سکے غرض یہ کہ یہ امر کسی قدر باعث گرانی خاطر ہوا ساتھ ہی حق تعالیٰ نے یہ حکم قطعی نازل فرما دیا جس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جس چیز سے گرانی خاطر مبارک یا کسی قسم کا ملال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہو حق تعالیٰ کو کمال ناپسند اور نہایت ناگوار ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ شاید بعض لوگ یہ سمجھتے ہونگے کہ قرآن شریف صرف توحید اور احکام معلوم کرانے کے لئے ہے اور رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے یہی غرض ہے اور قرائن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؐ کے اتباع کی مثال ایسی سمجھی جاتی ہے جیسے کوئی شخص راستہ جاننے والا چلا جا رہا ہو تو اُس کے پیچھے پیچھے چلنا منزل مقصود

تک پہنچ جانے کے لئے کافی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہُوا کہ پیچھے چلنے والے کو ضرور نہیں کہ اُس کا ادب بھی کیا کرے۔ مگر یقین ہے کہ جب ان آیات میں غور و تامل کیا جائیگا۔ تو ضرور یہ بات معلوم ہو جائے گی۔ کہ قرآن شریف علاوہ ان احکام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آداب بھی معلوم کراتا ہے۔ یا یوں کہیے کہ یہ ادب منجملہ ان احکام کے ہے۔ جن کے بیان کی کفالت قرآن شریف کر رہا ہے۔ اب یہاں قیاس کی ضرورت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ گرانی خاطر کا لحاظ حق تعالیٰ کو اسقدر ہے کہ جن امور ذاتی میں شرم سے کچھ نہ فرما سکیں خود اپنے کلام قدیم میں مقصود حضرتؐ کا مع شئے زاید بیان کر کے ان اُمور سے زجر فرما دیتا ہے تو وہ سراسر کسر شان کی باتیں جن سے طبع غیور کو رنج پہنچے اور باعث ملال و غضب ہوں کس قدر غیرت و غضب الٰہی کو جوش میں لاتی ہونگی۔ اس حدیث کو دیکھئے کہ بعض لوگ جو عطا و کرم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف ظاہر کرتے نہ تھے جس سے کسی قسم کا ملال حضرتؐ کو ہوتا تھا اُس کا اثر یہ ہوا کہ وہ عطیہ ان کے حق میں آتش دوزخ بنا دیا گیا۔ چنانچہ حاکمؒ نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔

عن عمرؓ قال دخل رجلان علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فالاقی شئی فدعا لہما بدینارین فاذا ہما یثنیان خیرا فقال صلی اللہ علیہ وسلم لکن فلان ما یقول فی لک ولقد اعطیتہ ما بین عشرۃ الی مائۃ فما یقول ذلک فان احدکم یخرج بصدقتہ من عندی متابطا وانما ہی لہ نار فقلت یا رسول کیف تعطیہ وقد علمت انہ لہ نار قال فما اصنع یابون الا ان یسالونی ویابی اللہ لی البخل ترجمہ روایت ہے

عمرؓ سے کہ دو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر کچھ مانگے حضرتؐ نے اُنکو دو دینار منگوا دیئے جسپر انہوں نے حضرتؐ کی ثنا و صفت کی۔ حضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ تو دو ہی دینار پر ثنا کرتے ہیں میں نے فلاں شخص کو دس سے سو تک دیئے مگر اس نے اس قسم کی ایک بات نہ کہی۔ جو شخص مجھ سے صدقہ لے کر بغل میں دبائے ہوئے باہر جاتا ہے۔ وہ اس کے حق میں آگ ہے۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ پھر آپ ایسے لوگوں کو کیوں دیتے ہو حالانکہ آپ جانتے ہو کہ وہ اُن کے حق میں آگ ہے۔ فرمایا کیا کروں لوگ مجھ سے مانگنا نہیں چھوڑتے اور حق تعالیٰ نہیں چاہتا۔ کہ مجھ میں بخل پایا جائے انتہیٰ ملخصاً حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث اور اس کے کئی شواہد نقل کئے ہیں۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ جب ادنیٰ گرانی خاطر اور ملال میں یہاں تک نوبت پہنچ گئی۔ تو ایذا رسانی کا کیا حال ہو گا۔ دیکھ لیجئے۔ تو دحق تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ترجمہ جو لوگ ایذا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اور اُس کے رسول کو لعنت کی اللہ تعالیٰ نے اُن پر دنیا اور آخرت میں اور تیار کر رکھا ہے اُن کے واسطے عذاب رسوائی کا انتہیٰ۔ اگرچہ بظاہر حق تعالیٰ نے اپنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کی یہ سزا مقرر فرمائی ہے۔ مگر درحقیقت کس کی مجال ہے کہ حق تعالیٰ کو ایذا پہنچا سکے قال اللہ تعالیٰ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کُلٌّ لَّہٗ قٰنِتُوْنَ اور امام بخاریؒ کتاب خلق افعال عباد میں نقل کرتے ہیں عن حذیفہؓ قال قال النبی صلے اللہ

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ

علیہ وسلم ان اللہ یصنع کل صانع وصنعتہ وتلا بعضہم عند ذلک واللہ خلقکم وما تعملون فاخبر ان الصناعات واہلہا مخلوقۃ۔ ترجمہ روایت ہے۔ حذیفہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے ہر صانع کو اور اُس کی صنعت کو اور پڑھی۔ بعضوں نے یہ آیت وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ یعنے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تم کو اور جو کچھ کہ تم کرتے ہو۔ اس میں خبر دی کہ سب کام اور کام کرنے والے مخلوق ہیں انتہیٰ اس صورت میں یہ سزا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے کی ہوئی اور حق تعالیٰ نے جو اپنا نام مبارک اس آیہ شریفہ میں ذکر فرمایا مقصود اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔ چنانچہ بیضاوی شریف میں ہے۔ ان الذین یوذون اللہ ورسولہ یان یرتکبوا ما یکرہانہ من الکفر والمعاصی او یوذون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکسر رباعیتہ وقولہم شاعر مجنون ونحو ذلک وذکر اللہ للتعظیم لہ۔ یا یوں کہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا حق تعالیٰ کو ایذا دینا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔ عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اذی شعرۃ منی فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ رواہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے۔ علی کرم اللہ وجہہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے ایذا پہنچائی۔ میرے ایک بال کو تو اُس نے مجھ کو ایذا دی۔ اور جس نے مجھ کو ایذا دی تو یقیناً اس نے اللہ تعالےٰ کو ایذا دی انتہےٰ۔

رہی وہ مثال جس کا مطلب یہ تھا کہ مقصود کو پہنچنے کے لئے صرف ہادی کا اتباع کافی ہے نہ محبت و تعظیم۔ سو یہ مثال یہاں بالکل صادق نہیں آسکتی

اس لئے کہ اس مثال کی یہ بھی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ اگر اس قسم کے ہادی کا اتباع کرنے والا دل میں اس سے بغض بھی رکھے مگر پیچھے پیچھے چلے جائے تو بھی منزل مقصود کو پہنچ جائے گا۔ اور یہاں یہ بات بالکل ممکن نہیں۔ کیونکہ یہاں بعض تو کیا اگر محبت اور جان نثاری میں کسی قدر کسر رہ جائے۔ تو مقصود تک پہنچنا تو ایک امر دور دراز ہے۔ سر دست ایمان ہی کے صادق آنے میں دشواری پڑ جائے گی۔ دیکھ لیجئے خود حضرت صلعم کیا فرماتے ہیں۔ عن عبداللہ بن ہشام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ رواہ احمد ذکرہ فی کنز العمال پس اس سے معلوم ہوا کہ راہ خدا کا چلنے والا مثل اس شخص کے نہیں ہو سکتا جو ضرورۃً ہر کس و ناکس کے ساتھ ہو لے اور کسی گاؤں کو پہنچ جائے۔ دوسری خرابی اس مثال میں یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے صرف اتنا ہی مقصود ہے۔ کہ راستہ معلوم ہو جائے جس کو بیان فرما دیا اب حضرت صلعم سے کچھ غرض اور احتیاج باقی نہیں۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ کیونکہ کوئی آدمی انبیا تک قیامت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ حدیث شفاعت سے جو مشہور اور صحاح میں وارد ہے۔ ظاہر ہے کہ اُس سختی اور پریشانی کی حالت میں تمام اوّلین و آخرین انبیا سے التجا کریں گے۔ کہ کچھ راستہ نکالیں۔ مگر کسی سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ آخر سب محتاج اس بات کے ہوں گے کہ ہمارے حضرت صلعم لب شفاعت ہلا دیں۔ چنانچہ یہیں سے اُنکی سب مشکلیں آسان ہوں گی اور حرام ہے کہ جنت کا دروازہ

کسی دوسرے کے واسطے کھلے جبتک حضرتؐ وہاں تشریف نہ لے جائیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے عن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرمت الجنۃ علی الانبیاء کلھم حتی ادخلھا وحرمت علی الامم کلھم حتی تدخلھا امتی قط فی الافراد قال الحافظ بن حجر فی اطرافہ وھو صحیح علی شرط ک کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت حرام ہے انبیاء پر جبتک میں اُس میں داخل نہ ہوں اور حرام ہے تمام اُمتوں پر جب تک میری اُمت اُس میں داخل نہ ہوا ور حافظ ابن حجرؒ نے اطراف میں لکھا ہے۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے شرط حاکم پر انتہے۔ اب بتائیے کونسا مسلمان اوّلین و آخرین سے ہوگا جسکو منزل مقصود تک پہنچنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف احتیاج نہ ہو۔ اس مضمون کی احادیث انشاء اللہ تعالیٰ بحسب موقع آیندہ لکھی جائیں گی۔ اور اس آیۂ شریفہ میں بھی ایک قسم کے ادب ہی کی تعلیم ہے قال اللہ تعالیٰ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ ترجمہ پس قسم ہے آپ کے رب کی کہ اُن کو ایمان نہ ہوگا۔ یہانتک کہ حاکم جانیں آپ کو اُس چیز میں کہ جھگڑیں آپس میں اور نہ پاویں جی میں تنگی اُس چیز سے کہ حکم کریں آپ اور مان لیویں فرمانبرداری کے ساتھ انتہیٰ۔ یہ بات تو ہر شخص جانتا ہوگا۔ کہ مقدمہ ہار دینے والے کے دل پر کس قدر صدمہ گزرتا ہوگا۔ کہ صرف اُس خیال سے بے دریغ روپیہ صرف کرنا اُس پر کچھ دشوار نہیں ہوتا اور بعض وقت غیرت و حمیّت والوں کو طرف مقابل کے غلبہ اور اپنی مغلوبی کے

فـ لا یؤمنون حتی یحکموک

وقت جان سے گزر جانا بھی آسان دکھائی دیتا ہے۔ خصوصًا اہلِ عرب کو جس
کی غیرت وحمیّت کے وقائع سے کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ ایسے حمیت والوں کو
یہ حکم ہو رہا ہے کہ اگر کسی کے خلاف مرضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماویں
جس میں جیت طرف ثانی کی رہی تو بھی لازم ہے کہ اُس حکم کو اس طور سے مانے
کہ دل کی کیفیت بدلنے اور تنگدلی آنے نہ پائے۔ اور اس کے ساتھ تصریح اس
امر کی بھی کی گئی۔ کہ جہاں دل کی کیفیت بدلی تو سمجھ جاؤ۔ کہ ہنوز اُس دل
میں ایمان آیا ہی نہیں۔ ہر چند یہ بات سمجھ میں نہ آئے گی۔ کہ باوجود اس کے
کہ تنگدلی کا سبب موجود ہو یعنے حکم خلاف مرضی پایا جائے اور دل کی کیفیت
نہ بدلے یہ کیونکر ہو سکے گا۔ اس لئے کہ یہ مسئلہ قابل تسلیم ہے۔ کہ دل کی کیفیتیں
مثل خوشی غمی وغیرہ آدمی کے اختیار سے باہر ہیں۔ لیکن اس کو یوں سمجھنا چاہیئے
کہ جب کسی کے ساتھ کمال درجہ کی محبت ہوتی ہے۔ تو اُس کی کوئی بات
بُری نہیں معلوم ہوتی۔ مثل مشہور ہے۔ ضرب الحبیب زبیب پھر صحابہ
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال محبت کو مدار ایمان سمجھتے تھے۔ اُن کو
حکم عالی سے تنگدلی کیونکر ہو سکتی تھی۔ **الحاصل** یہ آیۂ شریفہ اہل اسلام
کو ایک محک امتحان عطا فرمائی ہے۔ جس سے نقد محبت وایمان کا
امتحان ہو جایا کرے۔ اور ضعیف الایمان لوگوں کو اس میں یہ ادب سکھایا
گیا کہ اگر یہ درجہ نصیب نہ ہو تو چاہیئے۔ کہ بتکلّف اپنے باطن کو ادب کے
ساتھ آراستہ کیا کریں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ناراضی
ظاہر کرنا یا دل میں رکھنا کمال درجہ کی بے ادبی ہے۔ اور اس آیۂ شریفہ

ہیں بھی ادب سکھایا گیا ہے قال اللہ تعالیٰ وَلَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَا یَکُوْنُ لَنَا اَنْ نَّتَکَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ○ یَعِظُکُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖ اَبَدًا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ترجمہ اور کیوں نہ جب تم نے اسکو سنا تھا کہا ہوتا ہمکو نہیں لائق کہ منہ پر لائیں یہ بات اللہ تو پاک ہے یہ بڑا بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو سمجھاتا ہے کہ پھر نہ کرو ایسا کام کبھی اگر ہو تم ایمان والے انتہیٰ۔ منافقوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نسبت ایک ایسی بات مشہور کی تھی جسکی حکایت بھی مذموم سمجھی جاتی ہے جب ہر طرف اُس کا چرچا ہونے لگا صحابہ نے بھی اس خبر کو حیرت سے آپس میں ذکر کیا ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر میں نہایت حلم کو کام فرمایا۔ مگر حق تعالیٰ کو یہ کب گوارا تھا کہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ناموس میں کسی قسم کا دھبّہ مسلمانوں کے خیال میں لگے ساتھ ہی غیرت کبریائی جوش میں آئی اور کمال عتاب سے فرمایا کہ اس خبر کے سنتے ہی تم نے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ یہ بہتان ہے پھر فرمایا کہ خدا کا فضل تھا کہ تم بچ گئے ورنہ سخت عذاب میں مبتلا کئے جاتے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّکُمْ فِیْمَا اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ط اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِکُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِکُمْ مَا لَیْسَ لَکُمْ بِهٖ عِلْمٌ تَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ۔ ترجمہ اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر دنیا اور آخرت میں تو البتہ پہنچتا تم کو اس چرچا کرنے میں عذاب بڑا جب لینے لگے تم اس خبر کو اپنی زبانوں پر اور بولنے لگے اپنے منہ سے جس چیز کی تم کو خبر نہیں

اور تم سمجھتے ہو اُس کو ہلکی بات اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑی ہے انتہے۔
اس میں شک نہیں کہ جن لوگوں نے یہ خبر اڑائی تھی منافق تھے۔ جیسا کہ اس آیۂ شریفہ
سے معلوم ہوتا ہے وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ جس
کی تفسیر میں مفسّرین نے لکھا ہے کہ مراد اس سے عبداللہ بن ابی ابن سلول ہے
جو سرغنہ منافقوں کا تھا۔ مگر صحابہ یہ تو جانتے ہی نہ تھے کہ وہ لوگ منافق ہیں کیونکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (جن کو دشمنوں کی بھی پردہ دری منظور نہ تھی)
منافقوں کے نام عموماً بتلائے نہ تھے جس سے سننے والے جان لیتے کہ منشا اس
خبر کا انہیں موذیوں کا خبث باطن ہے پھر ان حضرات کے نزدیک کوئی دلیل
نہ تھی جس سے اس خبر کی قطعاً تکذیب کر دیتے اور اس عام شہرت کو باطل
سمجھتے۔ اگر نفس خبر کو دیکھئے تو شرعاً اور عرفاً ہر طرح سے محتمل صدق و کذب
ہے اور اگر مخبروں کے تعدد اور خبر کی شہرت کا لحاظ کیجئے۔ تو دوسری جانب
کی ترجیح ہوئی جاتی ہے۔ باوجود اس کے کلام الٰہی جو زجر و توبیخ کر رہا ہے
کہ اُس کی تکذیب میں تامل کیوں کیا۔ پھر اُس پر علاوہ یہ سرزنش کہ خدائے
تعالےٰ کا فضل تھا۔ جو بچ گئے۔ ورنہ اس معاملہ میں سخت عذاب نازل
ہوتا اس کی کوئی وجہ ظاہر معلوم نہیں ہوتی۔ سوائے اس کے کہ پاس
ادب میں تساہل کیا گیا مقتضائے ادب اور حسن عقیدت یہی تھا کہ صاف
کہہ دیتے۔ کہ ازواج مطہرات جن کو ایک خاص نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ حاصل ہے اُن کی شان میں ہم ایسا گمان فاسد ہرگز نہیں
کر سکتے اس خبر کی تکذیب کے واسطے یہ ایک قرینہ ایسا کافی و وافی تھا۔

کہ اسکے مقابل اگر ہزار شہرت ہو قابل التفات نہیں الحاصل اس معاملہ میں
ایک قسم کی کسرشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لازم آتی تھی۔ اس لئے ان
آیات میں مسلمانوں کی تادیب کردی گئی اور اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا کہ
ہمیشہ اس قسم کے امور سے احتراز اور اجتناب کیا کریں۔ چنانچہ ارشاد ہے
یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنۡ تَعُوۡدُوۡا لِمِثۡلِہٖۤ اَبَدًا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ اگرچہ کہ سوائے
اس کے اور بہت آیات ہیں جن میں تعلیم ادب کی گئی ہے۔ مگر چونکہ طالب حق کو اس
قدر بھی کافی ہو سکتی ہیں اس لئے اسی پر اکتفا کر کے اب چند وہ حدیثیں نقل
کی جاتی ہیں جن سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرنا ثابت ہے اگر
اہل ادب ان احادیث کو اپنا پیشوا بنا لیں تو بیشک بلا خوف وخطر منزل
مقصود تک پہنچ سکتے ہیں دارقطنیؒ نے کتاب المجتبیٰ میں روایت کیا ہے۔ عن ابی
جہم قال اقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بیر جمل اما انہ من غائط او
بول فسلمت علیہ فلم یرد علی السلام فضرب الحایط بیدہ فمسح بھا وجہہ
ثم ضرب اخری فمسح ذراعیہ الی المرفقین ثم رد علی السلام وفی حدیث
ابن عمر قال انہ لم یمنعنی ان ارد علیک السلام الا انی لم اکن علی طہور ترجمہ
روایت ہے ابی جہم سے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاجت بشری
سے فارغ ہو کر بیر جمل کی طرف سے تشریف لا رہے تھے میں نے سلام عرض کیا۔
حضرتؐ نے جواب اُس وقت نہ دیا پھر تیمم کر کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ سلام
کا جواب دینے سے کوئی چیز مانع نہ تھی سوائے اس کے کہ مجھے طہارت نہ تھی
انتہیٰ ملخصاً ظاہر ہے کہ لفظ وعلیکم السلام کوئی آیت قرآنی نہیں۔ جس کے

طہارت بجواب سلام

پڑھنے کے لئے طہارت کا اہتمام کیا جائے اگرچہ حدث اصغر سے طہارت قرأت آیت کے واسطے بھی شرط نہیں۔ مگر چونکہ سلام حق تعالیٰ کا نام ہے اس وجہ سے بلا طہارت اُس کو زبان پر جاری کرنے سے تامل فرمایا۔ اور گویا اس سے تعلیم بھی مقصود تھی۔ کہ ایسے اُمور سے گو اجازت ہو احتراز کرنا اولیٰ اور انسب ہے

اور سنن ابوداؤد میں یہ روایت ہے۔ عن ابن عمر قال اتی نفر من یہود فدعوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی القف فاتاہم فی بیت المدراس فقالوا یا ابا القاسم ان رجلاً منا زنا بامراۃ فاحکم بینہم فوضعوا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسادۃ تجلس علیہا ثم قال ایتونی بالتوراۃ فاتی بہا فنزع الوسادۃ من تحتہ ووضع التوراۃ علیہا وقال آمنت بک وبمن انزلک ثم قال ایتونی باعلمکم فاتی بفتی شاب ثم ذکر قصۃ الرجم نحو حدیث مالک عن نافع۔

ترجمہ روایت ہے ابن عمرؓ سے چند شخص قوم یہود سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ قف تک تشریف لے چلیں۔ (جو ایک مقام مدینہ کے قریب ہے) چنانچہ حضرتؐ بیت مدراس میں تشریف لے گئے اور مسند پر تشریف رکھے جو حضرتؐ کے لئے بچھائے گئی تھی پھر انہوں نے عرض کی کہ ہم میں سے ایک شخص نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اس باب میں آپ حکم فرمائیں کہ کیا سزا دی جائے۔ حضرتؐ نے اُن سے توریت منگوائی جب وہ لائی گئی۔ تو حضرتؐ مسند سے علیحدہ ہو کر اس پر توریت رکھ دی پھر فرمایا کہ میں تجھ پر اور جس نے تجھ کو نازل کیا اُس پر ایمان لایا پھر فرمایا کہ کسی ایسے شخص کو بلاؤ جو تم میں بڑا عالم ہو چنانچہ ایک جوان آیا اور رجم توریت سے ثابت

کردیا۔ جس کا یہود کو انکار تھا انتہیٰ ملخصًا۔ اس حدیث سے ثابت ہے۔ کہ
باوجودیکہ اُس زمانہ میں توریت تحریف و تصحیف سے خالی نہ تھی۔ مگر حضرتؐ نے
اُس کا بھی ادب کیا۔ اور مصنّف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت ہے جس کو
کنز العمال میں نقل کیا ہے عن جابرؓ قال دخلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مکۃ وفی البیت وحول البیت ثلثمائۃ وستون صنما تعبد من دون اللہ فامر بہا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبت کلہا بوجوہہا ثم قال جاء الحق وزہق الباطل
ان الباطل کان زہوقا ثم دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البیت فصلی
فیہ رکعتین فرای فیہ تمثال ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق قد جعلوا فی یدا براہیم
الازلام یستقسم بہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قاتلہم اللہ ما کان
ابراہیم یستقسم بالازلام ثم دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بزعفران فلطخہ
بذلک التماثیل الخ ترجمہ روایت ہے جابرؓ سے کہ ہم مکّہ معظّمہ میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہوئے اُس وقت عین کعبہ شریف میں اور
اُس کے اطراف تین سو ساٹھ بُت تھے۔ جن کی پرستش ہُوا کرتی تھی آنحضرتؐ
نے حکم فرمایا۔ جتنے بُت تھے سب سرنگوں ہوگئے۔ پھر فرمایا جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ
الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا اس کے بعد خانہ کعبہ میں تشریف لے
گئے اور دو رکعت نماز پڑھ کر دیکھا کہ حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق
علیہم السّلام کی تصویریں رکھی ہیں اور ابراہیم علیہ السّلام کی تصویر کے ہاتھ
میں تیر دے رکھے ہیں جس سے کفّار فال دیکھا کرتے تھے اور فرمایا خدا اُن کو قتل
کرے ابراہیم علیہ السّلام تو تیروں سے فال نہیں لیتے تھے پھر حضرتؐ نے زعفران منگوا کر

تصویروں کو لگا دیا جس سے وہ مشتبہ ہو گئیں انتہی۔ ظاہر ہے کہ یہ تصویریں بھی
بتوں ہی کے قطار میں تھیں جن کی توہین کا حکم ہو چکا تھا اور فی الواقع اُن
تصویروں کو اُن حضرات سے نسبت ہی کیا تھی وہ تو چند احمقوں نے اپنی
طبیعت سے جیسے چاہا بنا لیا تھا۔ مگر اتنی بات تو ضرور تھی کہ نام اُن حضرات
کا وہاں آگیا تھا جس کے لحاظ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اگر مٹایا
بھی تو معطر زعفران سے ورنہ مٹانے والی چیزوں کی وہاں کچھ کمی نہ تھی سبحان اللہ
کس قدر پاس ادب تھا کہ جہاں بزرگوں کا نام آگیا پھر وہ چیز کسی درجہ
کی باطل ہی کیوں نہ ہو مگر اُس کے ساتھ بھی خاص ایک قسم کی رعایت ادب
ہی کی گئیں۔ جب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن کا رتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک
ابراہیم علیہ السلام اور تمام انبیا سے بڑھا ہوا ہے۔ ایسی بے اصل چیز کے
ساتھ بلحاظ نام رعایت ادب کریں۔ تو ہم آخری زمانہ کے مسلمانوں کو کس درجہ کا
ادب اُن آثار کے ساتھ کرنا چاہیئے جن کا بطور واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
طرف منسوب ہونا لاکھوں مسلمانوں کے عقیدوں سے ثابت ہے۔ اگر ہم نے
فرض کیا کہ واقع میں وہ چیزیں منسوب بھی نہیں۔ مگر آخر نام تو آگیا اس کا
لحاظ بھی ضرور ہے۔ جیسا کہ اس حدیث سے ابھی ثابت ہوا طرفہ یہ ہے کہ اس
عقیدہ والوں کو اُلٹا مشرک بناتے ہیں اگر سلسلہ اس کلام کا بڑھایا جاوے۔
تو ظاہر ہے کہ انتہا اُسکی کہاں ہوگی۔ اور بروایت ابی ایوب انصاری رضی وغیرہ
یہ حدیث صحاح ستہ میں وارد ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا
اتیتم الغایط لاتستقبلوا القبلۃ ولا تستدبروہا ببول ولا غایط یعنی پیشاب

پاخانے کے وقت قبلہ کی طرف بیٹھ اور منہ کرنے سے حضرتؐ نے منع فرمایا۔
اس سے صرف ادب قبلہ کا پیش نظر تھا۔چنانچہ یہی بات صراحتہً بھی وارد ہے
کما فی کنز العمال عن سراقہ بن مالک رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا اتی احدکم الغائط فلیکرم قبلۃ اللہ فلا یستقبلن القبلۃ رواہ حرب
بن اسمٰعیل والطبری وابو حاتم وعبد الرزاق موقوفاً مسنداً ترجمہ طبری اور
ابو حاتم اور عبد الرزاق وغیرہم نے روایت کیا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے کہ جب جاوے کوئی شخص قضائے حاجت کو تو اللہ تعالےٰ کے
قبلہ کی تکریم اور بزرگی کرے اور منہ نہ کرے اس طرف اور اسی میں یہ روایت
بھی ہے عن الحسن مرسلاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جلس یبول
قبالۃ القبلۃ فذکر فتحرف عنہا اجلالاً لہا لم یقم من مجلسہ حتی یغفر لہ رواہ الطبرانی
وفیہ کذاب **ترجمہ** فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص سہواً پیشاب کے
وقت قبلہ کی طرف منہ کرے پھر یاد آتے ہی پھر جائے بخیال تعظیم قبلہ کے تو قبل
اٹھنے کے بخشے جاتے ہیں۔گناہ اس کے انتہیٰ اگر عقل نارسا سے کام لیا
جائے تو یہ بات کبھی سمجھ میں نہ آئے گی کہ ان حالتوں میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ
کرنا منع کیوں ہوا خصوصاً اس مقام میں جہاں سے کعبہ شریف سینکڑوں
ہزاروں کوس دور ہو۔اگر اس موقع میں کوئی شخص کہے کہ کعبہ شریف
از قسم جمادات ہے اور اسکی طرف صرف نماز میں متوجہ ہونا امتثال امر کے لئے
کافی تھا ہمیشہ اسکی تعظیم دل میں جمائے رکھنا اور سوائے حالت نماز کے
بھی اس کا ادب کرنا کیا ضرور تو اس کا جواب یہ ہے۔کہ اس قسم کے

اُموریں عامیوں کے سمجھ کو کچھ دخل نہیں۔ جو لوگ آداب داں ہیں اُن کی خود طبیعت گواہی دیتی ہے کہ ذوات فاضلہ اور اماکن شریفہ کے ساتھ ہر حالت اور ہر وقت میں خواہ قریب ہوں یا بعید مودب رہنا ضرور ہے اور جس کی طبیعت میں یہ بات نہ ہو اگر طالب صادق ہے تو اس کو اتنا ضرور ہے کہ اس قسم کے تعلیمات میں غور اور فکر کیا کرے تاکہ معلوم ہو کہ دین میں ادب کی کس قدر ضرورت ہے کسی بزرگ کامل بالغ النظر نے کہا ہے۔

اولوا النفس ایہا الاحباب — طرق العشق کلہا آداب
مایۂ دولت ابد ادب است — پایۂ رفعت خرد ادب است
چیست آن داد بندگی دادن — بر حدود خدائے استادن
قول و فعل از شنیدن و دیدن — بموازین شرع سنجیدن
با حق و خلق و شیخ و یار و رفیق — رہ سپردن بمقتضائے طریق
حرکات جوارح و اعضا — راست کردن بحکم دین ہدا
خطرات و خواطر و اوہام — پاک کردن ز شوب نفس تمام
دین و اسلام در ادب طلبی است — کفر و طغیان ز شوم بے ادبی است

جب بیت اللہ شریف کو بسبب شرافت اضافت یہ رتبہ حاصل ہو۔ کہ ہر نزدیک اور دور والے پر اس قسم کا ادب ضرور ٹھہرایا گیا۔ تو جس کو ذری بھی بصیرت ہو تو سمجھ سکتا ہے کہ خاص حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آداب کی کس قدر ضرورت ہو گی۔ ہر چند سوائے اس کے اور بہت آیات و احادیث وارد ہیں جن میں تعلیم ادب

کی گئی ہے مگر چونکہ طالب حق کو اس قدر بھی کافی ہوسکتی ہیں اس لئے اسی پر اکتفا کرکے اب چند آداب صحابہ کے نقل کیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ ممکن نہیں کہ آداب ان حضرات کے کما ینبغی تحریر میں آسکیں اس لئے کہ ادب ایک کیفیت قلبی کا نام ہے جس سے اقسام کے آثار و افعال ظہور میں آتے ہیں۔ اس کو بیان کرنا امکان سے خارج ہے مگر ان چند آثار کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ اہل اسلام اُن حضرات کی کیفیت قلبی کو پیش نظر رکھ کر اُس قسم کی کیفیت قلبی حاصل کرنے کو شش کریں۔ یہ بخاری شریف میں ہے۔ عن سھل بن سعد الساعدی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذھب الی بنی عمرو بن عوف لیصلح بینھم فحانت الصلوٰۃ فجاء المؤذن الی ابی بکرؓ فقال اتصلی للناس فاقیم قال نعم فصلی ابو بکر فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس فی الصلوٰۃ فتخلص حتی وقف فی الصف فصفق الناس وکان ابو بکر لایلتفت فی صلوٰتہ فلما اکثر الناس التصفیق التفت فرائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاشار الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امکث مکانک فرفع ابو بکر رضی اللہ عنہ یدیہ فحمد اللہ علی ما امرہ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما انصرف قال یا ابا بکر ما منعک ان تثبت اذ امرتک فقال ابو بکر ما کان لابن ابی قحافۃ ان یصلی بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالی رأیتکم اکثرتم التصفیق من رابہ شیء فی صلوٰتہ فلیسبح فانہ اذا سبح التفت الیہ وانما التصفیق للنساء ترجمہ روایت ہے سہل بن سعد ساعدیؓ سے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں صلح

آداب صحابہ

ادب صدیق اکبر

کرانے کے واسطے تشریف لے گئے جب نماز کا وقت ہوا مؤذن نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر اقامت کہی اور انہوں نے امامت کی اس عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہو گئے اور صف میں قیام فرمایا جب مصلیوں نے حضرت کو دیکھا دستکیں دینے لگے اس غرض سے کہ صدیق اکبر رض خبردار ہو جائیں کیونکہ اُن کی عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف دیکھتے نہ تھے۔ جب صدیق اکبر رض نے دستکوں کی آواز سُنی گوشہ چشم سے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں پیچھے ہٹنے کا قصد کیا۔ حضرت نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی ہی جائے پر قایم رہو صدیق اکبر رض نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اس نوازش پر کہ حضرت نے امامت کا امر فرمایا اللہ تعالی کا شکریہ ادا کیا اور پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے رہ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے جب نماز سے فارغ ہوئے فرمایا کہ اے ابوبکر جب خود میں نے تمہیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جائے پر کھڑے رہنے سے کون چیز مانع ہوئی عرض کیا یا رسول اللہ ابی قحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے انتہی ملخصًا۔ اور مسلم شریف میں ہے عن ابی اسحاق قال سمعت البراء بن عازب یقول کتب علی بن ابی طالب رض الصلح بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبین المشرکین یوم الحدیبیۃ فکتب ہذا کاتب علیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا لا تکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلو نعلم انک رسول اللہ لم نقاتلک فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعلی امحہ فقال ما انا بالذی امحاہ فمحاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ الحدیث ترجمہ روایت ہے براء بن عازب رض سے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے جب وہ صلحنامہ لکھا جو آنحضرت صلی اللہ

ف ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما

علیہ وسلم کے اور کفار کے درمیان حدیبیہ کے دن ٹھہرا تھا جس میں یہ عبارت تھی
ہذا ما کاتب علیہ محمد رسول اللہ مشرکوں نے کہا کہ لفظ رسول اللہ مت لکھو
کیونکہ اگر رسالت مسلم ہوتی تو پھر لڑائی کیا تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس لفظ کو مٹا دو انہوں نے عرض کیا کہ میں وہ
شخص نہیں ہوں جو اس لفظ کو مٹا سکوں حضرت نے خود اس کو اپنے ہاتھ سے
مٹایا انتہیٰ۔ اب یہاں تعمق نظر کی ضرورت ہے کہ باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پیچھے ہٹنے سے منع فرمایا اور علی کرم اللہ وجہہ
کو لفظ موصوف مٹانے کا امر فرمایا تھا مگر اُن حضرات سے امتثال نہ ہو سکا۔ حالانکہ
حق تعالیٰ فرماتا ہے مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ
فَانْتَھُوْا ترجمہ جو دیں تم کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تو لو اُسکو اور جس چیز سے
منع کریں باز رہو انتہیٰ اور دوسرے محل میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَا کَانَ
لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ
الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا
مُّبِیْنًا ترجمہ اور کام نہیں کسی ایمان دار مرد کا نہ عورت کا جب ٹھہرا دے اللہ اور اُس کا
رسول کچھ کام کہ اُن کو رہے اختیار اپنے کام کا اور جو کوئی بے حکم چلا اللہ کے اور
اُس کے رسول کے سو راہ بھولا صریح چوک کر انتہیٰ یہاں ایک خلجان پیدا ہوتا
ہے جس کے دفعیہ کے لئے تعمق نظر درکار ہے وہ یہ ہے کہ اس کا تو انکار ہی
نہیں ہو سکتا کہ اُن حضرات سے عدول حکمی عمل میں آئے وہ بھی کس موقع میں
خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس رُو برو سے حکم فرما رہے ہیں اور اس کا

بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ اُن حضرات میں گویا سرتابی کا مادہ ہی نہ تھا اس سے بڑھکر
انقیاد کیا ہو کہ ایک اشارہ پر جان دینا اُن کے پاس کوئی بڑی بات نہ تھی۔
اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ عدول حکمی خلاف مرضی خدا و رسول تھی کیونکہ اگر
یہ بات ہوتی تو خود حضرت اُنکو زجر فرما دیتے بلکہ کوئی آیت نازل ہو جاتی اس لئے
کہ ان حضرات کی تادیب کا لحاظ بیش از بیش مرعی تھا اس وجہ سے کہ ایک عالم
کے مقتدا ہونے والے تھے غرض ان تمام اُمور پر نظر ڈالنے سے پریشانی ہوتی ہے
مگر یہ خلجان اس طرح سے دفع ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کا پاس ادب جو سچے دل
سے تھا وہ کچھ ایسا با فروغ تھا کہ اُسکے مقابلہ میں وہ عدول حکمی قابل التفات نہ
ہوئی۔ اگر اس حالت کو خیال کیجیے۔ بشرطیکہ دل میں وقعت و عظمت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل طور پر ہو تو معلوم ہوگا کہ اُن حضرات کے دلوں کا
اس وقت کیا حال ہوگا۔ اُدھر خود بنفس نفیس سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
رُوبرو سے حکم فرما رہے ہیں اور ایک طرف سے آیات و احادیث بآواز بلند
کہہ رہے ہیں کہ خبردار امر واجب الانقیاد سے سرمُو انحراف نہ ہونے پائے اور
اُدھر ادب کا دل پر اس قدر تسلّط ہے کہ امتثال کے لئے نہ ہاتھ یاری دیتے ہیں نہ
پاؤں آخر ان دونوں صدیقوں کو ادب نے اس قدر مجبور کیا کہ امتثال امر ہو
ہی نہ سکا اور اُنہوں نے وہی کیا جو مقتضائے ادب تھا۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا
ہے کہ جب نص قطعی کے مقابلہ میں آخر ادب ہی کی ترجیح ہوئی تو دین میں
اُس کو کس قدر با وقعت اور ضروری چیز سمجھنا چاہیئے۔ **شعر**

طاعت بے ادب ندارد سود	بشد ادب جملہ طاعت محمود

اسی طرح امام شافعیؒ کا ادب ہے جو امام سیوطیؒ نے تنزیہ الانبیا عن تشبیہ الاغبیا
میں امام سبکیؒ کی کتاب ترشیح سے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ نے بعض تصانیف
میں وہ قصہ نقل کیا جو کسی شریف عورت نے کچھ چرایا تھا اور حضرت نے اُس
کے قطع ید کا ارادہ فرمایا اور کسی نے سفارش کی پھر وہ حدیث نقل کیا کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت فرمایا کہ اگر فلاں عورت بھی (جو ایک شریفہ
تھیں) چرا تیں اُن کا بھی ہاتھ قطع کرتا) امام سبکیؒ لکھتے ہیں۔کہ امام شافعیؒ
کا ادب دیکھو کہ حدیث شریف میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام مصرح ہے
اگر بعینہٖ حدیث نقل کردیتے تو کوئی بے موقع بات نہ تھی۔لیکن ازراہ کمالِ
ادب صراحتہً نام مبارک کو ذکر نہ کیا۔سبحان اللہ کیا ادب تھا کہ حالانکہ الفاظ
حدیث کو بعینہٖ نقل کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے اور وہ نام مبارک جو حدیث شریف
میں وارد ہے لفظ لو کے تحت میں ہے جو محال پر علی سبیل فرض محال آتا ہے مگر با ایں ہمہ
چونکہ حدیث شریف میں مقام توہین میں وارد تھا اس لیئے ادب نے اجازت نہ دی
کہ اُس نام مبارک کو صراحتہً ذکر کریں گو حدیث میں وارد ہے۔سچ ہے جو مقربین
بارگاہ ہوتے ہیں اُنہیں کو ادب نصیب ہوتا ہے ہر کس و ناکس میں وہ صلاحیت
کہاں اور کنز العمال میں یہ روایت ہے قال ابن الاعرابی روی ان اعرابیا
جاء الی ابی بکر فقال انت خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا قال
فما انت قال الخالفۃ بعدہ **ترجمہ** روایت ہے کہ ایک اعرابی ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ
ہو فرمایا نہیں۔کہا پھر کیا ہو۔کہا خالفہ ہوں بعد حضرت کے انتہیٰ۔جوہری

نے صحاح میں لکھا ہے فلاں خالفۃ اہل بیتہ اذا کان لاخیر فیہ یعنے خالفہ اُس شخص کو کہتے ہیں جو کسی گھر کے سب لوگوں میں ایسا ہو جس میں کچھ خیر نہ ہو چونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں صدیق اکبرؓ کو ادب نے اجازت نہ دی کہ اپنے آپ کو اس لفظ کے مصداق سمجھیں اور اس کو ایسے طور سے بدلا جس میں مادہ خلافت باقی رہی اور ادب بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ حالانکہ خلافت آپکی قطع نظر اجماع کے خود احادیث سے کنایۃً بلکہ صراحۃً ثابت ہے جب صدیق اکبرؓ اپنے کو حضرت کے خلیفہ کہنے میں تامل کریں تو اب ان لوگوں کو کیا کہنا چاہیئے۔ جو کمال فخر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھائی پنے کی نسبت لگائے جاتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اس برابری سے مقصود کیا ہے اگر اپنے کو ادھر ملانا اور اپنی فضیلت ظاہر کرنا منظور ہے تو وہ خصوصیات کہاں جو نہ کسی نبی مرسل کو نصیب ہوئیں۔ اور نہ کسی فرشتہ مقرب کو۔ اور اگر تنزل شان اور اپنے ساتھ برابر کردینا مطلوب ہے تو اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کا مضمون صادق آجائے گا۔ جس کا حال ابھی معلوم ہوا۔ اور پھر اُن ازلی سابقوں کو کیا کریں گے جنہوں نے ذات والا کو تمامی کائنات سے منتخب کرکے ابدالآباد کے لیئے علو شان اور برتری منزلت کا خاتمہ اور منتہی بنادیا۔ غرض دونوں صورتوں میں کوئی ایسی بات نہ نکلے گی جس سے مقصود حاصل ہو سکے اس صورت میں مثل عمرؓ کے نسبت عبدیت اور غلامی کی کیوں نہ جمائیں جس سے کچھ کام نکلے اور بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ میں روایت کی ہے۔ عن ابی

الحویرث قال سمعت عبدالملک بن مروان یقول لقباث بن اشیم الکنانی

ثم اللیثی یا قباث انت اکبرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اکبر منی دانا اسن منہ ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم عام الفیل و وقفت بی امی علی روث الفیل محیلا اعقلہ۔
ترجمہ روایت ہے ابی الحویرث سے کہ پوچھا عبد الملک بن مروان نے
قباث بن اشیم سے کہ تم اکبر یعنے بڑے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بڑے تھے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تھے اور میں عمر میں زیادہ
ہوں اسلئے کہ ولادت شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام فیل میں ہے
اور مجھے یاد ہے کہ میری والدہ اُسی ہاتی کی لید کے پاس مجھے لے کر کھڑی تھیں
انتہی ملخصاً اور یہ روایت بھی اسی دلائل النبوۃ میں ہے سال عثمان بن
عفان رض قباث بن اشیم اخابنی لیعمر بن لیث انت اکبر او رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکبر منی دانا اقدم منہ فی المیلاد
ورایت خذق الفیل اخضر محیلا ارواہ محمد بن بشار عن وہب ابن جریر
فقال خذق الطیر اخضر۔ (قولہ محیلا یقال احالت الدار واحولت اتی
علیہ حول وکذلک الطعام وغیرہ فہو محیل ۱۲ صحاح) خلاصہ مضمون اس
روایت کا یہ ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں قباث سے اسی قسم کا
سوال کیا تھا۔ جو روایت سابق میں ہے اور انہوں نے جواب دیا کہ حضرت
اکبر تھے اور ولادت میری بیشتر ہے۔ اور عباس رضی اللہ عنہ نے بھی
یہی ادب ملحوظ رکھا چنانچہ ابن عساکر اور ابن نجار نے روایت کیا ہے
عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قال قیل للعباس رضی اللہ عنہ انت اکبر

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ہو اکبر منی وانا ولدت قبلہ کر دابن النجار کذافی کنز العمال **ترجمہ** روایت ہے ابن عباس رضؓ سے کہ پوچھا کسی نے عباس رضی اللہ عنہما سے کہ آپ اکبر ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا اکبر حضرت تھے لیکن میں حضرت سے پیشتر پیدا ہوا انتہی اور صدیق اکبرؓ نے بھی کمال ادب سے یہی عرض کیا عن یزید بن الاصم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر انا اکبر او انت قال انت اکبر و اکرم و انا لاسن منک حم فی تاریخہ وخلیفۃ بن حیاط کر قال ابن کثیر مرسل غریب جدا کذا فی کنز العمال **ترجمہ** روایت ہے یزید بن الاصم سے کہ استفسار فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہ میں بڑا ہوں یا تم۔ عرض کیا کہ آپ اکبر اور اکرم ہیں اور عمر میری زیادہ ہے روایت کیا اسکو امام احمد بن حنبل نے تاریخ میں اور خلیفہ بن خیاط اور ابن عساکر نے انتہی۔ اب اس ادب کو دیکھئے کہ باوجودیکہ اس موقع میں لفظ اکبر اور اسن دونوں کے ایک معنی ہیں۔ مگر اس لحاظ سے کہ لفظ اکبر مطلق بزرگی کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے صراحۃً اسکی نفی کردی اور مجبوراً لفظ اسن کو ذکر کیا۔ کیونکہ صراحۃً مقصود پر دلالت کرنے والا سوائے اس کے کوئی لفظ نہ تھا۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ جن کی تعظیم خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب میں یہ حال ہو تو ہم کو کس قدر ادب کا لحاظ رکھنا چاہیئے اور سنن ابی داؤد میں ہے عن عبد بن فیروز قال سالت البراء بن عازب رضؓ ما لا یجوز فی الاضاحی فقال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

علیہ وسلم واصابعی اقصر من اصابعہ وانا ملی اقصر من انا ملہ فقال اربع لاتجوز

فی الاضاحی العوراء بین عورہا والمریضۃ بین مرضہا والعرجاء بین ظلعہا

والکسیر التی لاتنقی الحدیث ترجمہ روایت ہے عبید بن فیروز کہتے ہیں۔ کہ

براء بن عازبؓ سے میں نے پوچھا کہ کن جانوروں کی قربانی درست نہیں۔

کہا کھڑے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں اور میری اُنگلیاں

چھوٹی ہیں حضرت کی اُنگلیوں سے پھر فرمایا کہ چار قسم کے جانور ہیں جن کی

قربانی دُرست نہیں ایک وہ جسکی آنکھ پھوٹی ہو اور جو سخت بیمار ہو اور

جس کا لنگ ظاہر ہو اور جو نہایت دُبلی ہو انتہیٰ۔ **خلاصہ** یہ ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں پہلے دست مبارک کے اشارہ سے تعیین

فرمادیا کہ چار جانور ہیں جن کی قربانی دُرست نہیں پھر اُن کی تفصیل کی

براء بن عازبؓ نے جب اس واقعہ کو بیان کیا۔ ادب نے اجازت نہ دی

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی حکایت اپنے ہاتھ سے کریں۔

آخر عذر ظاہر کیا کہ میری اُنگلیاں چھوٹی ہیں جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی انگلیوں کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ چار کا اشارہ

ہاتھ سے کرنے میں مقصود صرف تعیین عدد ہے ظاہراً نہ اس میں کوئی مساوات

کا شائبہ ہے نہ سوئے ادب باوجود اس کے ادب صحابیت نے دست

مبارک کی حکایت کو بھی گوارا نہ کیا جس سے تشبیہ لازم آجاتی تھی اب

دُوسرے آداب کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔ ہرچند اعتراض کی نگاہ

سے دیکھنے والوں کو یہاں شاید موقع مل جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے کب فرمایا کہ اس قسم کے آداب کیا کریں۔ مگر جو لوگ منجانب اللہ موفق ہیں۔
صحابہ کے عمل پر کبھی اعتراض نہ کریں گے بلکہ بمقتضائے حدیث شریف اصحابی کالنجوم
کے اُن کے عمل کو اپنا مقتدا بنا کر ہر بات میں اس امر کا لحاظ رکھیں گے کہ اس
بارگاہ مقدس میں کوئی ایسی نسبت نہ لگائی جائے جس سے کسی قسم کی بے ادبی
لازم آجائے اس مضمون کو کسی بزرگ نے کیا ہی خوش اسلوبی کے ساتھ ادا
کیا ہے شعر نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم ؛ زانکہ نسبت بسگ کوئے تو
شد بے ادبی ؛ اور کنز العمال میں یہ حدیث ہے عن عثمانؓ قال لقد اختبات
عند اللہ عشراً انی لرابع الاسلام قد زوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابنتہ
وقد بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی ہذہ الیمنی فمامست بہا ذکری
ولا تغنیت ولا تمنیت ولا شربت خمراً فی جاہلیۃ ولا اسلام وقد قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم من یشتری ہذہ الربعۃ ویزیدہا فی المسجد ولہ بیت فی الجنۃ
فاشتریتہا وزدتہا فی المسجد ش وابن ابی عاصم فی السنۃ ترجمہ روایت ہے
عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہا انہوں نے کہ امانت رکھی ہیں۔ میں نے
اللہ تعالیٰ کے پاس دس چیزیں۔ اسلام میں میں چوتھا شخص ہوں اور میرے
نکاح میں دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک صاحبزادی پھر دوسری
اور حبیب سے کہ بیعت کی ہے۔ میں نے اور ملایا سیدھا ہاتھ حضرت کے دست
مبارک سے تو پھر کبھی نہ چھوا اُس سے شرمگاہ کو۔ الی آخر الحدیث اور اسی مضمون
کی کئی روایتیں کنز العمال میں مذکور ہیں۔ اور کنز العمال ہی میں یہ روایت
بھی ہے عن انسؓ قال جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدخل الی بستان فاتی آت

عثمان کا ادب

فدق الباب فقال یا انس رضؓ قم فافتح لہ وبشرہ بالجنة وبالخلافة من بعدی قلت یا رسول اللہ اعلمہ فقال اعلمہ فخرجت فاذا ابوبکر قلت لہ البشر بالجنة وبالخلافة من بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم جاء آت فدق الباب فقال یا انسؓ قم فافتح لہ الباب وبشرہ بالجنة وبالخلافة من بعد ابی بکر قلت اعلمہ قال اعلمہ فخرجت فاذا عمر فقلت البشر بالجنة والبشر بالخلافة من بعد ابی بکر ثم جاء آت فدق الباب فقال یا انس قم فافتح لہ الباب وبشرہ بالجنة وبالخلافة من بعد عمر وانہ مقتول فخرجت فاذا عثمان قلت البشر بالجنة وبالخلافة من بعد عمر وانک مقتول فدخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ واللہ ما تغنیت ولا تمنیت ولا مست ذکری بیمینی منذ بایعتک بها قال ہو ذاک یا عثمان کرہ

ورواہ ع کر من طریق عبداللہ بن ادریسؒ ترجمہ روایت ہے انسؓ سے کہ تشریف لے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی باغ میں۔ پس آیا کوئی شخص اور ٹھونکا دروازہ فرمایا حضرت نے اے انسؓ دروازہ کھول دو اور خوشخبری دو اُن کو جنت کی اور یہ کہ میرے بعد وہ خلیفہ ہونگے میں نے عرض کیا اُن کو یہ بات کہہ دوں یا رسول اللہ فرمایا کہہ دو جب میں نکلا تو دیکھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں۔ میں نے وہ بشارت اُنکو دی۔ پھر کسی شخص نے دروازہ ٹھونکا فرمایا حضرت نے اے انس دروازہ کھولدو اور اُنکو جنت کی خوشخبری دو اور یہ کہ بعد ابی بکرؓ کے وہ خلیفہ ہونگے۔ میں نے عرض کیا معلوم کرا دوں اُن کو یا رسول اللہ فرمایا معلوم کرا دو۔ دیکھا تو عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ اُن کو بھی وہ بشارت سنا دی۔ پھر اور کسی نے دروازہ ٹھونکا۔ فرمایا حضرت نے اے

انس دروازہ کھول دو اور خوشخبری دو انکو جنت کی اور یہ کہ بعد عمر کے وہ
خلیفہ ہونگے اور قتل کئے جائیں گے جب میں نکلا تو عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔
کہ کھڑے ہیں اُن سے بشارت اور قتل کا حال ذکر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
میں نے کبھی نہ تغنی کی اور نہ جھوٹی بات بنائے اور نہ کبھی سیدھے ہاتھ سے اپنی
شرمگاہ کو چھپا جب سے کہ اُس ہاتھ سے بیعت کی ہے فرمایا حضرت نے یہ وہی بات ہے
اے عثمان انتھی۔ اب یہاں پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
نے بیعت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ جو دیا تھا۔
اس سے کس قسم کا اثر دستِ مبارک کا ان کے ہاتھ میں رہ گیا تھا جسکی اسقدر
رعایت کی گئی۔ باطن کا حال تو وہی لوگ جانیں جنکی باریک بیں نظریں بعض غوا
شرعیہ میں بلند پرواز یاں کرتی ہیں۔ لیکن ظاہر میں کوئی ایسی بات معلوم
نہیں ہوتی جسکو عقل متوسط تسلیم کرلے۔ رہا اعتقاد سے مان لینا وہ دوسری
بات ہے اور وہ ہر کسی کو کب تصیب ہو سکتا ہے غرض کچھ بھی سہی کسی مسلمان
سے یہ تو نہ ہو سکے گا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر اعتراض کرے اور
فعل بھی کیسا جس پر خود شارع علیہ الصلوۃ والسلام کی رضا مندی کی مہر لگی
ہوئی ہے پھر یہ بھی نہیں کہ اس قسم کا خیال صرف انہیں کا تھا بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ
آیندہ بتصریح معلوم ہو جائے گا کہ اس قسم کی باتیں اکثر کبار صحابہ وتابعین سے
مروی ہیں الحاصل اگرچہ حقیقت اسکی معلوم نہ ہو سکے لیکن اعتقادا مان لینا
پڑے گا کہ جس چیز کو دست مبارک یا جسم شریف کے لمس سے شرافت حاصل

ہو گئی اسمیں کسی نہ کسی قسم کی فضیلت ضرور آگئی۔ دوسری یہ بات بحث طلب ہے کہ شرمگاہ میں کونسی برائی رکھی تھی جسکو وہ متبرک ہاتھ لگانا مذموم سمجھا گیا۔ اکثر احادیث وآثار سے تو ظاہر ہے کہ وہ بھی ایک عضو ہے مثل اور اعضا کے چنانچہ موطا میں ہے عن قیس بن طلق ان اباہ حدثہ ان رجلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل مس ذکرہ ایتوضؤ قال ہل ہو الا بضعۃ من جسدک۔ ترجمہ روایت ہے طلق سے کہ پوچھا کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کیا مس ذکر سے وضو ٹوٹتا ہے فرمایا وہ تو ایک مضغہ ہے تیرے جسد کا انتہی۔ اسی بنا پر علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ عن علی ابن ابی طالب رضؓ قال ما ابالی ایاہ امس او انفی او اذنی کذا فی الموطا للامام محمدؒ ترجمہ فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے کہ مجھے کچھ پروا نہیں کہ ذکر کو مس کردوں یا ناک کو یا کان کو یعنے ان تمام اعضا کے چھونے کا ایک حکم ہے عن ابراہیم ان ابن مسعود رضؓ سئل عن الوضوء من مس الذکر فقال ان کان نجسا فاقطعہ کذا فی الموطا ترجمہ روایت ہے ابراہیم سے کہ کسی نے پوچھا ابن مسعود رضؓ سے کہ مس ذکر سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں کہا اگر وہ نجس ہے تو کاٹ ڈال انتہی۔ اس مضمون کی اور بہت سی روائتیں ہیں۔

الحاصل شرعًا مس ذکر میں نجاست کی وجہ سے کوئی کراہت نہیں البتہ اگر کراہت ہے تو طبعی ہے۔ پھر اس کراہت طبعی کو ادب نے وہاں اس درجہ بڑھایا کہ مشابہ بلکہ زیادہ کراہت شرعی سے کردیا جسکی وجہ سے عمر بھر اس فعل سے بچتے رہے اس سے معلوم ہوا کہ ادب ایک ایسی چیز ہے کہ اپنا پورا اثر کرنے میں نہ منتظر امر ہے نہ محتاج نظیر۔ بلکہ اہل ایمان میں وہ ایک قوت راسخہ ہے۔

جس کو خاص ایمان کے ساتھ تعلق ہے اور منشا اُس کا عظمت و وقعت اُس شخص یا اس چیز کی ہے جس کے آگے ادب کرنے والا اپنے کو کم درجہ اور ذلیل سمجھتا ہے

اور بخاری شریف میں ہے عن ابی رافع عن ابی ہریرہؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقیہ فی بعض طریق المدینۃ وہو جنب فانخنست منہ فذہب فاغتسل ثم جاء فقال این کنت یا ابا ہریرۃ قال کنت جنبا فکرہت ان اجالسک وانا علی غیر طہارۃ فقال سبحان اللہ ان المومن لا ینجس ترجمہ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ ایک روز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ کے کسی راستہ میں دیکھا چونکہ جنب تھا چھپ گیا اور غسل کر کے حاضر خدمت شریف ہوا فرمایا کہاں تھے تم اے ابو ہریرہؓ عرض کیا۔ کہ مجھے نہانے کی ضرورت تھی۔ اس لئے آپ کے ساتھ بغیر طہارت کے بیٹھنے کو مکروہ سمجھا فرمایا سبحان اللہ مسلمان نجس نہیں ہوتا انتہیٰ۔ ابو ہریرہؓ اس حالت میں جو الگ ہو گئے اس سے ظاہر ہے کہ کمال درجہ کی عظمت حضرت کی اُن کے دل میں تھی جس نے اُنکی عقل کو مقہور کر کے اُن کے دل کو اس ادب پر مجبور کر دیا تھا کیونکہ آخر سمجھتے تھے کہ جنابت کا جسم میں سرایت کرنا ایک امر حکمی ہے حسی نہیں جس سے دوسرے کو کراہت ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اُس کا اثر دوسرے تک متعدی نہیں ہو سکتا۔ ہر چند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ شرعیہ بیان فرما دیا کہ مسلمان نجس نہیں ہوتا مگر کلام اس میں ہے کہ اس حالت میں حاضر ہونے کو انہیں کونسی چیز مانع تھی۔ اگر نعوذ باللہ طبیعت میں بے باکی ہوتی تو خیال کر لیتے۔ کہ اس حالت میں مجالست سے کوئی ممانعت

ادب و تعظیم نبوی

نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی خیال آ سکتا تھا۔ کہ چل کر تو دیکھئے۔ اگر حضرت ہی منع فرما دیں تو ایک مسئلہ معلوم ہو جائے گا۔ خصوصاً اُس زمانہ میں کہ ہر روز نئے نئے مسائل معلوم ہونے کی ضرورت سمجھی جاتی تھی۔ غرض کہ ادب نے اُن کو جرأت کرنے نہ دیا۔ پھر حضرت نے جو مسئلہ کہ بیان فرمایا۔ اُس سے یہی مقصود معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک مسئلہ شرعیہ معلوم ہو جائے۔ ان کے ادب سے اُس میں کچھ تعرض نہیں حالانکہ حضرت جانتے تھے کہ صرف ادب کی وجہ سے وہ حاضر نہ ہو سکے۔ اگر یہ حرکت اُن کی ناگوار طبع مبارک ہوتی تو بتصریح اس سے زجر فرما دیتے۔ اور زرقانی رحمہ نے شرح مواہب اللدنیہ میں یہ حدیث نقل کی ہے۔ روی الطبرانی من طریق الثیم ابن زریق عن ابیہ عن الاسلع بن شریک رضؓ قال کنت ارحل ناقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاصابتنی جنابۃ فی لیلۃ باردۃ فاراد صلی اللہ علیہ وسلم الرحلۃ فکرہت ان ارحل ناقتہ وانا جنب وخشیت ان اغتسل بالماء البارد فاموت اوامرض فامرت رجلا من الانصار فرحلھا ووضعت احجاراً فاسخنت بہاماءً فاغتسلت ثم لحقت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فقال یا اسلع مالی اری راحلتک تغیرت فقلت یا رسول اللہ لم ارحلھا رحل رجل من الانصار قال ولم فقلت انی اصابتنی جنابۃ فخشیت القر علی نفسی فامرتہ فرحلھا ووضعت احجاراً فاغتسلت بہ فانزل اللہ تعالیٰ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰارٰی اِلٰی قَوْلِہٖ عَفُوًّا غَفُوْرًا انتہی

ترجمہ اسلع بن شریک رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر

میں کجادہ باندھا کرتا تھا ایک رات مجھے نہانے کی حاجت ہوئی اور حضرت
نے کوچ کا ارادہ فرمایا اُس وقت مجھے نہایت تردد ہوا کہ اگر ٹھنڈے پانی
سے نہالوں تو مارے سردی کے مرجانے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہے اور
یہ بھی گوارا نہیں کہ ایسی حالت میں خاص سواری مبارک کا کجادہ اُونٹنی
پر باندھوں - مجبوراً کسی شخص انصاری سے کہہ دیا - کہ کجادہ باندھے -
پھر میں چند پتھر رکھ کے پانی گرم کیا اور نہا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اور صحابہ سے جا ملا - حضرت نے فرمایا اے اسلع کیا سبب ہے کہ تمہارے
کجادہ کو متغیر پاتا ہوں میں - عرض کیا یا رسول اللہ میں نے نہیں باندھا تھا
فرمایا کیوں ؟ عرض کیا - اس وقت مجھے نہانے کی حاجت تھی اور ٹھنڈے
پانی سے نہانے میں جاں کا خوف تھا اس لئے کسی کو باندھنے کے لئے کہہ دیا
تھا - اسلع کہتے ہیں - کہ اسی کے بعد آیہ شریفہ یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ الْاٰیَه نازل ہوئی جس سے سفر میں تیمم کرنے کی اجازت
ملی انتہیٰ - امام سیوطیؒ تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں - کہ روایت کی اس حدیث
کو حسن ابن سفیان نے اپنی مسند میں اور قاضی اسمٰعیل نے احکام میں اور
طحاوی نے مشکل الآثار میں اور بغوی اور ماوردی اور دار قطنی اور
طبرانی اور ابو نعیم نے معرفت میں اور ابن مردویہ نے اور بیہقی نے سُنن
میں اور ضیائے مقدسی نے مختارہ میں انتہیٰ - سبحان اللہ کیا ادب تھا
کہ جس کجادہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے اُس کی لکڑیوں
کو حالت جنابت میں ہاتھ لگانا گوارا نہ تھا - اگر بچشم انصاف

دیکھا جائے تو منشا اُس کا محض ایمان دکھائی دے گا۔ جس نے ایسے پاکیزہ
خیالات ان حضرات کے دلوں میں پیدا کر دئے تھے ورنہ ظاہر ہے کہ نہ عموماً
اس قسم کے اُمور کی تعلیم تھی نہ صراحتہً ترغیب و تحریص۔ اب اگر کوئی شخص
اپنی نسبت ایمان تحقیقی کا دعویٰ کر کے کہے کہ یہ خیالات ایام جہالت کے ہونگے
تو مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی شخص ایماندار اس کلام کی طرف التفات کرے گا۔
یا بطیب خاطر جواب دیگا۔ کیونکر ہو سکے کہ چودھویں صدی والا خوش اعتقادی
میں خیر القرون والے صحابیوں سے بڑھ جاوے۔ پھر اگر کسی قدر نظر بڑھائی
جائے تو معلوم ہو کہ سلسلہ اس الزام کا کہاں منتہیٰ ہو گا۔ کیونکہ جس امر کا
ذکر خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں ہو جائے اور اسی کے بعد
کلام الٰہی اسی کے مناسب نازل ہو ویسے خیال میں آخری زمانہ والوں کی اصلاح
کی نعوذ باللہ اگر ضرورت سمجھی جائے۔ تو دین داری کے نہایت خلاف
ہو گا۔ **الحاصل** جب اُن لکڑیوں کا اس قدر ادب کیا گیا۔ تو
معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین کا جس قدر ادب کیا جائے۔ محمود ہے اور
مستدرک حاکم میں یہ روایت ہے۔ عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال کنا
اذا قعدنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ لم نرفع رؤسنا الیہ اعظاما لہ ہذا حدیث
صحیح علی شرط الشیخین ولا احفظ لہ علۃ ترجمہ عبداللہ بن بریدہ اپنے باپ سے
روایت کرتے ہیں۔ کہ جب ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوتے۔ تو عظمت کے لحاظ سے کوئی شخص حضرت کی طرف
سر نہ اٹھاتا انتہیٰ۔ کہا حاکم رح نے کہ یہ حدیث صحیح ہے شرط شیخین پر

حضرت کے رُوبرو تو اس قسم کا ادب ہوتا ہی تھا وہ حضرات حدیث شریف کے حلقوں میں جب بیٹھتے تھے تو اس خضوع و خشوع کے ساتھ سر جھکائے بیٹھتے تھے کہ گویا گردنوں پر سر ہی نہیں۔ چنانچہ مستدرک ہی میں ہے۔ عن عبدالرحمن بن قرط قال دخلت المسجد فاذا حلقۃ کانما قطعت رؤسھم واذا رجل یحدثھم فاذا ھو حذیفۃ قال کان الناس یسئلون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر و کنت اسالہ عن الشر و ذکر الحدیث بطولہ **ترجمہ** عبدالرحمن بن قرط کہتے ہیں کہ ایک بار میں مسجد میں گیا دیکھا کہ ایک حلقہ میں لوگ ایسے سر جھکائے بیٹھے ہیں کہ گویا اُن کی گردن پر سر ہی نہیں اور ایک شخص حدیث بیان کر رہے ہیں دیکھا تو وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں انتہی ملخصاً یعنی سب جلیس شریف سننے والے کچھ ایسے مؤدبانہ سر جھکائے بیٹھے تھے۔ کہ گردنوں پر سر نہیں دکھائی دیتے تھے۔ اب ذرا زمانہ کے انقلاب اور طبیعتوں کی رفتار کو دیکھنا چاہیئے کہ بُعد خیر القرون نے اُن حضرات کے مسلک سے کس قدر دُور کر دیا ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ معاملہ بالکل بالعکس ہو گیا ہے۔ اُس زمانہ میں حالانکہ ان اُمور کی تعلیم عموماً نہ تھی۔ مگر دل ہی کچھ ایسے مہذب اور مؤدب تھے کہ اقسام کے آداب اور طرح طرح کے حسن عقیدت پر دلالت کرنے والے افعال ایجاد کر لیتے اور اُصول شرعیہ پر اُن کو منطبق کر دیتے تھے۔ جس کا سمجھنا بھی شاید اس زمانہ میں بآسانی نہ ہو سکے کیوں نہ ہو ان حضرات کے وہ دل تھے۔ جن کو تمام بندوں کے دلوں پر فضیلت ہونے کی وجہ سے حق تعالےٰ نے صحابیت کے واسطے منتخب فرمایا تھا۔ چنانچہ ارشاد

ہوتا ہے۔ عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عز و جل نظر فی قلوب العباد فلم یجد قلبا انقی من قلوب اصحابی ولذالک اختارہم فجعلہم اصحابا فما استحسنوا فہو عند اللہ حسن وما استقبحوا فہو عند اللہ قبیح رواہ الدیلمی یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائے تعالیٰ نے تمام بندوں کے دلوں کو دیکھا تو میرے اصحاب کے دلوں سے پاکیزہ تر کوئی دل نہ پایا۔ اسی واسطے اُن کو میرے اصحاب ہونے کے لئے پسند فرمایا جو کام وہ اچھا سمجھتے ہیں اللہ کے نزدیک بھی وہ اچھا ہے اور جس کو وہ بُرا سمجھتے ہیں اللہ کے نزدیک بھی وہ بُرا ہے انتہیٰ غرض وہ ہر قسم کے آداب ایجاد کرتے تھے اور ان پر کوئی اعتراض بھی نہیں کرتا تھا۔ اس لئے کہ اس وقت تک بنیاد بے ادبی کی پڑی نہ تھی۔ اور اگرچند خودسروں نے بنیاد ڈالی بھی تھی۔ جس کا حال انشاء اللہ تعالیٰ قریب معلوم ہوگا تو اس وجہ سے کہ ان کی بداعتقادیوں نے اُن کو دائرہ اتباع سے خارج اور دوسرے نام کے ساتھ مشتہر کر دیا تھا۔ اُن کی باتیں کسی کی سمع قبول تک پہنچی ہی نہ تھیں **الحاصل** خیر القرون کا یہ حال تھا کہ ہر قسم کے آداب ایجاد کئے جاتے تھے اور اس آخری زمانہ کا یہ حال ہے کہ باوجودیکہ اُن حضرات نے جن کا اتباع بحسب ارشاد شارع علیہ الصلوۃ والسلام ضروری ہے۔ اقسام کے آداب تعلیم کر گئے۔ اگر کسی سے اس قسم کے افعال صادر ہو جائیں تو ہر طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگتی ہے۔ اور صرف اعتراض ہی نہیں شرک تک نوبت پہنچا دی جاتی ہے۔ حق تعالےٰ ہم مسلمانوں کو ادب نصیب فرما وے۔ اور قاضی عیاض رح نے شفا میں

لکھا ہے وقال مالک رحمہ اللہ وقد سئل عن ابی ایوب السختیانی رح ما حدثتکم عن احد

الا وایوب افضل منہ قال وحج حجتین فکنت ارمقہ ولا اسمع منہ غیر انہ کان اذا ذکر

النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکی حتی ارحمہ فلما رایت منہ ما رایت کتبت عنہ ترجمہ کسی

نے امام مالک رح سے پوچھا کہ ابو ایوب سختیانی کا کیا حال تھا کہا میرے اساتذہ

ہیں جن کی روایتیں تم نے مجھ سے سُنی ہیں ان سب سے وہ افضل ہیں۔ انہوں

نے دو حج کئے اور میں اُن کا حال دیکھا کیا اس مدت میں کوئی روایت اُن

سے نہ لی۔ مگر حالت اُن کی یہ تھی۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے

تو اس قدر روتے کہ مجھے اُن کے حال پر رحم آجاتا۔ جب اُن کا یہ حال

دیکھا۔ تو اُن کی شاگردی اختیار کی اور اُن کی حدیثیں لکھ لیں انتہٰے۔

امام مالک رح ابو ایوب سختیانی رح کو بنظر اس حالت کے جو ترجیح دیتے

ہیں اور سب اساتذہ سے افضل کہتے ہیں۔ تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔

کہ خیالات محدثین اور اکابر دین کے اس بارہ میں کس قسم کے تھے۔ اب

ذرا سختیانی رح کے دل کی کیفیت کو خیال کیجئے۔ کہ کس درجہ کی عظمت و محبّت

اور خدا جانے کون کونسی چیزیں اُن کے دل پر پورا تسلط کر لیتی تھیں۔ جس سے

وہ حالت پیدا ہو جاتی تھی۔ جو ادب سے بھی بڑھی ہوئی ہے یہ اثر اسی ذکر

مبارک کا تھا جو مسلمانوں کے دلوں میں علی الحسب مراتب ایمان کو تازہ کر دیا

کرتا ہے۔ سبحان اللہ وہاں تو ذکر شریف سے وہ حالت پیدا ہو رہی ہے۔

جو بڑے بڑے فاضل معاصروں سے افضل بنا دیتی ہے اور یہاں ہنوز

اُس کے جواز و عدم جواز میں اختلاف پڑا ہوا ہے بلکہ وہ تدبیریں نکالی جاتی

ہیں کہ کہیں ذکر شریف کے مجلسیں نہ ہونے پائیں - بھلا ذرا تو سوچنا چاہیئے -
ذکر شریف کے مجلسیں ہوا کریں اور برکات اس کے مسلمانوں پر فائض ہوتے
رہیں تو اُس سے کسی کا کیا نقصان ہوگا - حق تعالے بطفیل اپنے حبیب
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمانوں کی کج فہمیوں کو دفع فرما وے اور در
منظم میں ابن حجر ہیثمی رح اور شفا میں قاضی عیاض رح نے بسند متصل روایت
کی ہے عن ابن حمید قال ناظر ابو جعفر امیر المومنین مالکا فی مسجد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ یا امیر المومنین لا ترفع صوتک فی ہذا المسجد فان اللہ
تعالیٰ ادب قوماً فقال لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ومدح قوماً فقال ان الذین
یغضون اصواتہم عند رسول اللہ الایہ وذم قوماً فقال ان الذین ینادونک من وراء
الحجرات الایہ وان حرمتہ میتاً کحرمتہ حیا فاستکان لہا ابو جعفر وقال یا ابا عبد اللہ استقبل
القبلہ وادعوام استقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ولم تصرف وجہک
عنہ وہو وسیلتک ووسیلۃ ابیک ادم علیہ السلام الی اللہ یوم القیمۃ بل استقبلہ
واستشفع بہ فیشفعک اللہ وقال اللہ تعالیٰ ولو انہم اذ ظلموا انفسہم
جاوک الایہ **ترجمہ** امیر المومنین ابو جعفر منصور نے جو (خلفائے عباسیہ
سے دوسرے خلیفہ ہیں) امام مالک رح کے ساتھ مسجد نبوی میں کسی مسئلہ
میں مباحثہ کیا جس میں اُن کی کچھ آواز بلند ہوگئی - امام مالک رح نے
کہا اے امیر المومنین اس مسجد میں آواز بلند نہ کیجئے کیونکہ حق تعالیٰ نے تادیب
کی ایک بہتر قوم کی اس آیۂ شریفہ میں یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا
اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ - اور مدح کی ان لوگوں کی جو حضرت کے

پاس آواز پست کیا کرتے تھے فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ الآیہ اور مذمت کی اُس قوم کی جو حجرہ کے باہر سے حضرت کو پکارتے تھے چنانچہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت بعد انتقال کے وہی ہے جو قبل انتقال تھی۔ امیر المومنین یہ سنتے ہی متادب اور متذلل ہو گئے۔ پھر پوچھا اے ابا عبداللہ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوں۔ کہا حضرت سے کیوں منہ پھیرتے ہو وہ تو وسیلہ ہیں آپ کے اور آپ کے باپ آدم علیہ السلام کے قیامت کے روز تو حضرت کی طرف متوجہ ہو کر شفاعت و سفارش طلب کیجئے کہ حق تعالےٰ شفاعت حضرت کی قبول کرے گا۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا یعنی وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا اپنی ذاتوں پر اگر آویں آپ کے پاس اور مغفرت چاہیں اللہ تعالیٰ سے اور مغفرت چاہیں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اُن کے لئے تو پاویں گے وہ اللہ تعالیٰ کو مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا انتہیٰ۔ اب اُن حضرات کے اعتقادوں کو دیکھئے۔ کہ امام مالکؒ نے آواز بلند کرنے کے باب میں ان آیات پر استدلال کیا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ۔ اور اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ اور خلیفہ وقت نے پوچھا تک نہیں کہ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ اور یُنَادُوْنَکَ کے معنی یہاں کیونکر

صادق آتے ہیں اور اگر اجتہاد کیا گیا تو طریقہ اُس کا کیا ہے پھر یہ بھی نہ تھا
کہ خلیفہ موصوف کچھ جاہل ہوں کیونکہ تاریخ خمیس وغیرہ کتب تواریخ
میں مصرح ہے کہ وہ نہایت کامل العقل اور فقیہ النفس عالم جید اور
ادیب متدین تھے مگر معلوم نہیں اس استدلال میں کس درجہ کی قوت تھی جس نے
خلیفہ وقت کو عین مباحثہ میں ساکت کردیا اگر اس زمانہ میں کوئی شخص اس
قسم کا استدلال کرے تو صدہا شاخ شانے اُسمیں نکالے جائیں اب اگر کوئی
شخص اس استدلال کی نزاکت کو نہ سمجھ کر اُسمیں کچھ کلام کرے تو کسی مسلمان
سے یہ نہ ہوسکے گا کہ معترض کی رائے کو امام مالک رح کی رائے پر ترجیح دے
کیونکہ امام مالک رح وہ شخص ہیں کہ جن کے شاگردوں کے شاگرد ہونے پر امام
بخاری ومسلم وغیرہ اکابر محدثین رحمہم اللہ کو فخر ہے بلکہ یہ سمجھنا اس کا اسکی غباوت
اور بے علمی پر محمول ہونا چاہیئے بات یہ ہے کہ جیسے قوت ایمانیہ میں ضعف بڑھتا
چلا جاتا ہے ویسا ہی قوت نظری وفکری میں بھی روز بروز کمی ہوتی چلی جاتی
ہے اب اگر کوئی کثرت تصانیف کو پیش کرکے کچھ دعوے کرے تو اُس کا
ابطال اُن احادیث شریفہ سے ہوجائے گا جن میں خیر القرون ہونا اُس
زمانہ کا اور کم ہوجانا علم کا آخری زمانہ میں وارد ہے اور ابن تیمیہ رح نے رفع

الملام عن الائمۃ الاعلام میں لکھا ہے بل الذین کانوا قبل جمع ہذہ الدواوین

کانوا اعلم بالسنۃ من المتاخرین بکثیر لان کثیرا مما بلغہم وصح عندہم قد لا یبلغنا الاعن

مجہول او باسناد منقطع او لا یبلغنا بالکلیۃ کانت دواوینہم صدورہم التی تحوی اضعاف

ما فی الدواوین وہذا امر لا یشک فیہ من علم القصیۃ یعنی کوئی عالم اس میں شک

نہیں کر سکتا کہ قدما متاخرین سے بہت زیادہ علم رکھتے تھے بہت سی حدیثیں ہم تک پہنچی ہی نہیں اور اگر پہنچی تو ضعیف ہو کر اُن کے نزدیک وہی حدیثیں صحیح تھیں اگرچہ اس روایت سے کئی مباحث متعلق ہیں مگر بخوف تطویل صرف اسی پر اکتفا کیا گیا انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ بحسب موقع ذکر کی جائیں گی یہاں اسی قدر بیان کرنا مقصود ہے کہ امام مالک رح نے ان آیات سے وہ ادب استنباط کیا۔ کہ قیامت تک اہل ایمان جس کی بدولت بہرہ اندوز اور متمتع رہیں گے جزاہ اللہ تعالیٰ عنہا خیر الجزا۔ بخاری شریف میں روایت ہے۔ عن السائب بن یزید۔ قال کنت قائما فی المسجد فحصبنی رجل فنظرت فاذا عمر بن الخطاب فقال اذہب فائتنی بہذین فجئتہ بہما قال من انتما او من این انتما قالا من اہل الطایف قال لو کنتما من اہل البلد لاوجعتکما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترجمہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایکبار مسجد نبوی میں کھڑا تھا۔ کہ کسی نے مجھے کنکری ماری دیکھا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں کہا جاؤ اور ان دو شخصوں کو لے آؤ جب ان دونوں کو انکے پاس لے گیا تو پوچھا۔ تم کون ہو یا کہاں والے ہو کہا طائف والے فرمایا اگر تم اس شہر والے ہوتے تو میں ضرور تم کو اذیت پہنچاتا اور مارتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تم آواز بلند کرتے ہو انتہیٰ۔ اس خبر سے ظاہر ہے کہ مسجد شریف میں کوئی آواز بلند نہیں کر سکتا تھا اور اگر کرتا تو مستحق تعزیر سمجھا جاتا تھا باوجودیکہ سائب بن یزید چنداں دُور نہ تھے مگر اسی ادب سے عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو پکارا نہیں بلکہ کنکری پھینک کر اپنی طرف متوجہ کیا۔ یہ تمام ادب اسی وجہ سے تھے کہ آنحضرت

حدیث بخاری شریف

صلی اللہ علیہ وسلم بحیات ابدی وہاں تشریف رکھتے ہیں۔ کیونکہ اگر لحاظ صرف مسجد ہونے کا ہوتا تو قی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اس تعزیر کو اہل بلد کیلئے خاص فرمایا جنکو مسجد شریف کے آداب بخوبی معلوم تھے اگر صرف مسجد ہی کا لحاظ ہوتا تو اہل طایف بھی معذور نہ کیے جاتے کیونکہ آخر وہاں بھی مسجدیں تھیں اس سے بھی قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا صادق آگیا جو خلیفہ منصور رح سے کہا تھا ان حرمتہ میتا کحرمتہ حیاً اور بخاری شریف میں روایت ہے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی عادت تھی کہ جب کبھی ذکر مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتیں بابی کہتیں فرماتی ہیں وقلما ذکرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا قالت بابی یعنی کم اتفاق ہوتا تھا کہ ذکر شریف کے وقت یہ لفظ نہ کہتی ہوں معنی اس کے یہ ہیں کہ میرے باپ فدا ہوں حضرت پر سے۔ صحابہ اکثر بابی انت وامی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا کرتے تھے۔ چنانچہ کتب صحاح میں موجود ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ آپ کے اشفاق ومراحم کے روبرو مہر مادری و پدری کی کچھ حقیقت نہیں ان دونوں کو آپ پر سے فدا کرنا چاہیئے۔ سبحان اللہ کیا ادب تھا کہ روبرو تو روبرو غائبانہ بعد وفات شریف کے بھی وہ ادب مرعی تھا کہ جبتک ماں باپ کو فدا نہیں کرتے نام مبارک کو ذکر نہیں کرتے تھے۔ کیوں نہ ہو یہ نام مبارک وہ تھا کہ کفار بھی جس کے ذکر میں بسا وقت متادب ہو جاتے تھے۔ چنانچہ قسطلانی رح نے مواہب میں اور زرقانی رح نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ ایک جماعت قبیلہ کندہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ الفاظ تحیت کے ادا کیئے جو اس زمانہ میں سلاطین
کے حضور میں کہے جاتے تھے یعنی ابیت اللعن حضرت نے فرمایا۔ میں بادشاہ
نہیں ہوں محمدؐ بن عبداللہ ہوں کہا ہم آپ کو نام لے کر نہ پکاریں گے۔ فرمایا
میں ابوالقاسم ہوں کہا اے ابوالقاسم فرمائیے کہ ہم نے اپنے دل میں کیا چھپایا
ہے فرمایا یہ تو کاہنوں کا کام ہے اور کاہن اور ان کا پیشہ دوزخی ہے۔ کہا پھر
کیونکر معلوم ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
مٹھی کنکریاں اٹھائیں اور فرمایا دیکھو یہ گواہی دیتی ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں
اور ساتھ ہی کنکریاں دست مبارک میں تسبیح کرنے لگیں۔ پھر تو سب کے سب گھبرا اٹھے
کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں اور سب مشرف
با سلام ہوئے انتہیٰ ملخصاً۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ قبل امتحان مشرف با سلام نہیں
تھے باوجود اس کے نام لینے میں ترک ادب سمجھا۔ کیا تعجب ہے کہ یہی ادب پسند
آگیا ہو جس سے ابدالآباد کے لئے عزّت و شرافت حاصل ہوگئی۔ ہر چند کہ نام
پاک خود ایک ایسا جامع لقب ہے۔ جس میں تمام القاب پسندیدہ اور محامد
برگزیدہ شامل کر دئے گئے ہیں مگر با ایں ہمہ ادب والوں کی زبانیں وہاں خود
بخود رک جاتی ہیں اور جنگی زبانوں نے خیرہ سری کی اور بیباکانہ نام لینا شروع کیا۔
حق تعالیٰ کی جانب سے انکی تادیب ہوگئی۔ چنانچہ امام سخاوی رح نے بروایات
متعددہ ثابت کیا ہے۔ کہ بعض لوگ جو نام لے کر حضرت کو پکارتے تھے اُن کو حق
تعالیٰ نے منع فرمادیا۔ جس سے عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معلوم ہو۔

کما قال فی القول البدیع قال الضحاک عن ابن عباس انہم کانوا یقولون یا محمد یا۔

ابا القاسم فنہاہم اللہ عز وجل اعظاماً لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال قولوا یا نبی اللہ
یا رسول اللہ وکذا قال مجاہد وسعید بن جبیر وقال مقاتل ابن حبان لاتسموہ اذا
دعوتموہ یا محمد ولا تقولوا یا ابن عبداللہ ولکن شرفوہ تقولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ
وقال قتادۃ امر اللہ ان یہاب نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم وان یجل وان یعظم وان
یسود وقال مالک عن زید بن اسلم امرہم ان یشرفوہ. وقیل فی معنی الاٰیۃ غیر ہذا
یہاں یہ بات معلوم کرنا چاہیئے کہ اہل اسلام پہلے ہی سے جانتے تھے کہ نام لینا
بے ادبی ہے اسلئے بکمال ادب یا رسول اللہ وغیرہ القاب کے ساتھ خطاب کیا کرتے تھے
البتہ کفار جو اس بے ادبی کے مرتکب ہوتے تھے اُن کے لئے آیۃ شریفہ لَا تَجْعَلُوْا
دُعَاءَ الرَّسُوْلِ نازل ہوئی ابن قیم رح نے جلاء الافہام میں لکھا ہے حیث
قال ان اللہ تعالیٰ قال لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ
بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔ فامر سبحانہ ان لا یدعی رسولہ بما یدعو الناس بہ بعضہم بعضا بل
یقال یا رسول اللہ ولا یقال یا محمد وانما کان ہذا فی خطابہ تسمیتہ باسمہ وقت
الخطاب للکفار واما المسلمون فکانوا یخاطبونہ بیا رسول اللہ نقلہ القسطلانی فی مسالک
الحنفاء عن جلاء الافہام لابن قیم رح۔ یہاں ایک اعتراض کو گنجائش مل سکتی ہے
کہ ابی امامہ بن سہل سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص کسی ضرورت سے عثمان
رضی اللہ عنہ کے پاس ہر روز حاضر ہوا کرتا تھا مگر آپ اُس کی طرف توجہ نہیں
فرماتے تھے۔ ایک روز انہوں نے عثمان بن حنیف سے یہ واقعہ بیان کیا انہوں نے
کہا کہ وضو کرکے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو اور پھر یہ دعا کرو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ
اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ وَسَلَّمَ نَبِیِّ

الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فَیَقْضِیْ لِیْ حَاجَتِیْ

اور پھر اپنا مقصود بیان کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ کے حضور میں گئے۔ وہ ہنوز وہاں پہنچے نہ تھے۔ کہ بواب سبقت کرکے اُن کے پاس آیا اور اُن کا ہاتھ پکڑ کے عثمانؓ کی خدمت میں حاضر کیا عثمانؓ نے اُن کو با عزاز تمام قالین پر بٹھا کر حال دریافت کیا جب انہوں نے اپنی احتیاج بیان کی فرمایا میں نے ابتک سمجھا نہ تھا کہ تمہاری یہ حاجت تھی اور فوراً وہ حاجت روا کرکے فرمایا کہ جب کبھی تمہیں کچھ احتیاج ہو کہہ دیا کرو راوی کہتے ہیں کہ وہ عثمانؓ کے پاس سے سیدھے عثمان بن حنیف کے پاس آئے اور کہا کہ حق تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آپ کی سفارش سے پہلے عثمانؓ نہ میری طرف دیکھتے تھے نہ میری حاجت کی طرف۔ کہا مجھ سے انہوں نے تو بات ہی نہیں ہوئی یہ اثر اُسی نماز و دُعا کا ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بھی اس قسم کا واقعہ دربیش ہوا تھا کہ ایک نابینا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ بصارت اپنی پھر عود کرے حضرت نے اسی نماز و دعا کی تعلیم فرمائی۔ چنانچہ وہ شخص فوراً بینا ہو گیا۔ امام سخاوی رح نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ روایت کیا اس حدیث کو نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی اور امام احمد بن حنبل اور ابن خزیمہ اور حاکم اور بیہقی نے اور کہا حاکم نے کہ یہ حدیث صحیح اور شرط شیخین پر ہے۔ انشاء اللہ کسی مقام پر یہ حدیث بعینہٖ بھی نقل کی جائیگی مقصود یہاں اسی قدر ہے کہ اس دعا میں صراحتہً نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا لقب کے مذکور ہے حالانکہ ابھی ممانعت اس کی ثابت کی گئی ہے۔ جواب

اس اشکال کا امام سخاوی رح نے قول بدیع میں دیا ہے کہ وہ دعا جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کی تھی بعینہ انہیں الفاظ کے ساتھ عثمان بن حنیف نے بھی تعلیم کی اس لئے کہ دعاؤں کے الفاظ میں تصرف اور کمی و زیادتی نہیں چاہیئے اور جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلال ہر مسلمان کے دل میں ہوا کرتے ہے۔ حیث قال تحیمل ان یکون الصحابی ومن نحا نحوھم اختصاص ہذا الموطن بما ارشد الیہ صلی اللہ علیہ وسلم ورای ان لفاظ الدعوات والاذکار لا یتصرف فیہا بالزیادۃ والنقص بل تقیصر فیہا علی النص اذا کتفی بما وقر فی قلب کل مسلم من تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واجلالہ واللہ الموفق امام سخاوی رح نے جو لکھا ہے کہ الفاظ دعا میں کمی و زیادتی نہیں چاہیئے۔ اسی بنا پر بزرگان دین اور مشایخین رح کے نزدیک جو اعمال واشغال یا عزائم وغیرہ سینہ بسینہ چلے آتے ہیں اسمیں کمال درجہ کا احتیاط کیا جاتا ہے کہ کمی و زیادتی بالکل نہ ہونے پائے اور تجربوں سے بھی ثابت ہے کہ اگر ان الفاظ معینہ میں فرق کر دیا جائے یا بغیر اجازت کے وہ اعمال عمل میں لائے جائیں تو کچھ تاثیر بھی نہیں ہوتی **الحاصل**

اس دعا میں نام مبارک ضرورۃ بلا لقب ذکر کیا گیا۔ ورنہ صحابہ و تابعین جب کبھی نام مبارک کو ذکر کرتے لقب کے ساتھ ذکر کیا کرتے اسی وجہ سے متاخرین رحمہم اللہ نے مستحسن سمجھا ہے کہ نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جب لیا جائے خواہ درود شریف میں یا سوائے اس کے لفظ سیدنا کہنا چاہیئے خصوصاً حرمین شریفین کے علماء ومشایخین کو تو اس میں نہایت ہی اہتمام ہے اور چونکہ احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ آخری زمانہ میں ایمان

فائدہ لفظ سیدنا

کا مرجع مدینہ منورہ ہی ہوگا کما فی المشکوۃ عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الایمان لیارز الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی جحرہا متفق علیہ اسلئے طالبین حق کو چاہیئے کہ جن امور کو وہاں کے علماء دینی حیثیت سے مستحسن سمجھتے ہیں اسمیں انکا اتباع کیا کریں۔ یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن شخیر کہتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفد بنی عامر میں تشریف لے گئے اور میں بھی ساتھ تھا میں نے عرض کیا (انت سیدنا) فرمایا السید اللہ تبارک وتعالےٰ ظاہر اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے اس لفظ کو جائز نہیں رکھا جواب اسکا یہ ہے کہ اس موقع میں تواضعاً یہ فرمایا ہوگا ورنہ اطلاق اس لفظ کا اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں پر کئی حدیثوں میں وارد ہے چنانچہ حدیث قوموا الی سیدکم بخاری شریف سے بحث قیام میں ابھی نقل کی گئی اور عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر اور بلال رضی اللہ عنہما کو بلفظ سیدنا ذکر کیا چنانچہ کنز العمال میں یہ روایت ہے عن عمرؓ قال ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا یعنی بلالا ابن سعد ش ح ک والخراطی فی مکارم الاخلاق یعنی عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوبکرؓ ہمارے سیّد ہیں اور ہمارے سید یعنی بلالؓ کو آزاد کیا۔ جب اطلاق اس لفظ کا صحابیوں پر جائز ہوا تو سید الانبیاء والمرسلین پر جائز ومستحسن ہونے میں کیا کلام خود حضرت فرماتے ہیں کما فی المستدرک للحاکم عن جابر بن عبد اللہ قال صعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال من انا قلنا رسول اللہ قال نعم ولکن من انا قلنا انت محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف قال انا سید ولد آدم ولا فخر قال الحاکم ہذا صحیح الاسناد۔ ترجمہ روایت ہے جابر بن عبد اللہ رضؓ سے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

منبر پر چڑھے اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا میں کون ہوں ہم نے عرض کیا۔
اللہ کے رسول ہیں پھر وہی سوال فرمایا ہم نے عرض کیا آپ محمد بن عبداللہ بن
عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں فرمایا میں سید اولاد آدم ہوں اور کچھ فخر
نہیں کہا حاکم رح نے یہ حدیث صحیح ہے انتہیٰ۔ اور مواہب اللدنیہ اور زرقانی میں ہے

وقد روی الترمذی وقال حسن صحیح واحمد وابن ماجہ وصححہ الحاکم عن ابی سعد
الخدری رض قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم یوم القیمۃ ولافخر و
وفی حدیث ابی ہریرۃ مرفوعا عند البخاری ومسلم والترمذی واحمد انا سید

الناس یوم القیمۃ وفی روایۃ للبیہقی انا سید العالمین انتہیٰ ملخصاً ان احادیث
سے سید اولاد آدم بلکہ سید الناس بلکہ سید العالمین ہونا حضرت کا ثابت ہے۔
غرض حضرت کی سیادت اور لفظ سیدنا کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ البتہ
اسمیں کلام ہو سکتا ہے کہ ہم میں صلاحیت ہے یا نہیں۔ اسی وجہ سے بزرگوں نے
کہا ہے ؎ نسبت خود بسگت کردم وبس منفعلم ٭ زانکہ نسبت بسگ کوے
توشد بے ادبی۔ مگر چونکہ یہ بارگاہ رحمۃ للعالمینی ہے اس لئے امید قوی ہے
کہ اس قسم کی بے ادبی کا لحاظ نہ ہوگا۔ اب رہا یہ کہ صاحب قاموس
مجدالدین فیروزآبادی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ کہ جن درودوں کی تعلیم
حضرت نے کی ہے اُس میں لفظ سیدنا نہیں ہر چند تواضعاً یہ لفظ نہ فرمایا ہوگا۔
مگر تاہم امتثال امر اولیٰ ہے اور اسی طرح شیخ السنوی رح نے لفظ سیدنا
کی زیادتی میں اس وجہ سے تردد کیا ہے کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے
اس مسئلہ کی بنیاد اسی پر رکھی ہے کہ امتثال امر افضل ہے یا سلوک ادب امام

سخاوی رح نے قول بدیع میں اسکا جواب یہ دیا ہے کہ ادب بلفظ سیدنا شرعًا
مطلوب ہے چنانچہ بہ روایت صحیحین ثابت ہے کہ قوموا الی سیدکم خود حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اطلاق اس لفظ کا عمومًا درست ہے پھر
اگر یہ لفظ درود شریف میں زیادہ کیا جاوے تو امتثال امر میں کوئی نقصان
لازم نہ آئیگا اور ایک ایسے امر واقعی کا بیان ہوگا جسمیں ادب ملحوظ ہے اسلئے زیادتی
اس لفظ کی افضل ہے قال وقرات بخط بعض محققی من اخذت عنہ مانصہ ان
الادب مع من ذکر مطلوب شرعًا بذکر السید ففی الصحیحین قوموا الی سیدکم ای سعد بن
معاذ وسیادتہ بالعلم والدین وقول المصلین اللھم صل علی سیدنا محمد فیہ الاتیان
بما امرنا بہ وزیادۃ الاخبار بالواقع الذی ہو ادب فہو افضل من ترکہ فیما یظہر من
الحدیث السابق وان تردد فی افضلیتہ الشیخ الاسنوی وذکر ان فی حفظہ قدیما ان الشیخ
عز الدین بن عبد السلام بناہ علی ان الافضل سلوک الادب او امتثال الامر واللہ
المعلین یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ اگر لفظ سیدنا زیادہ کیا جاوے. تو امتثال
امر میں کس قدر فرق لازم آئیگا جسکی وجہ سے صاحب قاموس رح نے اس لفظ کو
ترک کرنا مناسب سمجھا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ مقصود درود شریف کے پڑھنے سے یہ ہے
کہ بارگاہ ربوبیت میں ظاہر کیا جائے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے
دعاگو اور خیر خواہوں میں ہم بھی شریک ہیں ورنہ خود حق تعالیٰ جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ صلوۃ بھیجتا ہو تو ہماری دعا و صلوۃ کس شمار میں ہے دوسرے
یہ کہ اگر درود دعا ہی ہوتا تو ہر شخص پر درود پڑھنا درست ہوتا حالانکہ کئی روایتوں
سے کراہت اور ممانعت اسکی ثابت ہے چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ف: سوائے انبیاء کے کسی شخص پر درود درست نہیں

کے کسی پر درود پڑھنا نہیں چاہیئے۔ اور ایسا ہی سفیان ثوری رح بھی اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اور عمر بن عبدالعزیز رح نے کسی عامل کو لکھا کہ قصہ گویوں نے بادشاہوں اور امیروں پر درود بھیجنا ایجاد کیا ہے انکو حکم کر دو کہ صلوٰۃ خاص انبیاؑ پر پڑھا کریں اور عام مسلمانوں کے حق میں دعا کریں چنانچہ امام سخاوی رح نے قول بدیع میں لکھا ہے عن ابن عباسؓ قال ما اعلم الصلواۃ ینبغی علی احد من احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولکن یدعی للمسلمین والمسلمات اخرجہ ابن ابی شیبۃ واسمٰعیل القاضی فی احکام القران والصلوٰۃ النبویۃ والطبرانی والبیہقی وسعد بن منصور وعبدالرزاق بلفظ لا ینبغی الصلوٰۃ من احد علی احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورجالہ رجال الصحیح وقال سفیان الثوری رح یکرہ ان یصلی علی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ البیہقی وفی روایۃ اخرجہا ہو وعبدالرزاق ایضا یکرہ ان یصلی الا علی نبی وجاء عن عمر بن عبدالعزیز فیما رویناہ فی فضل الصلوٰۃ لاسمٰعیل القاضی واحکام القران لہ من طریق ابن بکر بن ابی شیبۃ باسناد حسن ان عمر کتب اما بعد فان ناسا من الناس قد التمسوا عمل الدنیا بعمل الآخرۃ وان ناسا من القصاص قد احدثوا فی الصلواۃ علی خلفائہم وامرائہم عدل صلوتہم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا جاءک کتابی فمرہم ان تکون صلوتہم علی النبیین خاصۃ ودعاؤہم للمسلمین عامۃ ویدعوا ما سوی ذلک انتہی اور یہ بھی قول بدیع ہی میں لکھا ہے قال البیہقی رح عقب حدیث ابن عباسؓ وقول الثوری بالمنع ما نصہ وانما اراد واللہ اعلم اذا کان علی وجہ التکریم عند ذکرہ تحیۃ فانما ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ فاما اذا کان ذلک علی وجہ الدعاء والتبرک فانہ ذلک جائز لغیرہ انتہی

ہذا عبارتہ فی الشعب وقال نحوہ فی السنن الکبریٰ یعنی بیہقی رح نے شعب الایمان اور سنن کبریٰ میں لکھا ہے کہ ابن عباسؓ اور سفیان ثوری رح سے غیر انبیاؑ پر درود کی ممانعت جو مروی ہے مقصود اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بطور تکریم و تحیت نہ چاہیئے کہ وہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ اگر بطور دعا و تبرک ہو تو کچھ مضایقہ نہیں انتہیٰ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صلوٰۃ جو مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ وہ صرف دعا نہیں جس سے حضرت کی بھلائی مقصود ہو۔ بلکہ مقصود اس سے ہماری بھلائی ہے اور فائدہ اس کا ہماری طرف ہی عود کرتا ہے چنانچہ امام فاکہانی رح نے فجر المنیر فی صلوٰۃ علی البشیر النذیر میں لکھا ہے فان قلت اذا کان اللہ صلی علیہ فما فائدۃ طلب الحاصل وایجاد الموجود قلت صلوتنا علیہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادۃ لنا وزیادۃ حسنات فی اعمالنا وترقی البرکات المبثوثۃ فینا المنزلۃ علینا یعنی اگر کوئی کہے کہ جب حق تعالیٰ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے تو پھر دعا کرنا کہ اللہ تعالےٰ حضرت پر صلوٰۃ بھیجے اس سے کیا فائدہ یہ تو تحصیل حاصل اور ایجاد موجود ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ صلوٰۃ طلب کرنا ہمارے لئے عبادت ہے۔ جس سے اعمال ناموں میں ہماری زیادتی حسنات کی ہووے اور ہم پر برکات نازل ہوں۔ اسی طرح ابن حجر ہیثمی رح نے در منضود میں لکھا ہے۔ فان جمیع فائدتھا للمصلی لدلالتھا علی وضوح العقیدۃ وخلوص النیۃ واظہار المحبۃ والمداومۃ علی الطاعۃ والاحترام للواسطۃ الکریمۃ فہی محبۃ لہ وتوقیرہ من اعظم شعب الایمان لما فیہما من اداء شکرہ الواجب علینا بعظیم منۃ علینا بنجاتنا من الجحیم وتوزنا بالنعیم المقیم یعنی

فائدے درود شریف کے درود پڑھنے والے کیلئے ہیں اس لئے کہ اُس سے
حسن اعتقاد اور خلوص نیت معلوم ہوتا ہے اور اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ ہم محبت
اور اطاعت اور احترام میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرگرم ہیں۔ جو
بکرم واسطہ ہیں ہمارے اور حق تعالٰے کے درمیان ہیں اور اس سے محبت و
توقیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیجاتی ہے۔ جو ایک بڑا شعبہ ایمان کا ہے۔
کیونکہ اُس سے حضرت کے احسانوں کی شکر گزاری ہوتی ہے جو ہم پر ثابت ہیں
انتہٰی **الحاصل** مقصود درود شریف سے اپنی بہبودی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے خیر خواہوں اور دعا گویوں میں شریک ہو کر مغفرت ذنوب کا
استحقاق حاصل کریں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اکثروا الصلوٰۃ علی فان صلوٰتکم
علی مغفرۃ لذنوبکم الحدیث ابن عساکر نے حسن بن علی ؓ سے عن ابی ہریرہ ؓ
رواہ فی کنز العمال **ترجمہ** ابن عساکر عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہ سے اور
ترمذی و حاکم نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر تم زیادہ درود پڑھو اس لئے کہ تمہارا مجھ پر درود
پڑھنا تمہارے گناہوں کی مغفرت ہے انتہٰی جب مقصود یہ ٹھہرا تو جس قدر
ثنا و صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی درود شریف میں کی جاوے بے موقع
نہ ہوگی مویداسکی یہ حدیث شریف بھی ہو سکتی ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انکم
تعرضون علی باسمائکم وسیماکم فاحسنوا الصلوٰۃ علی عبدالرزاق عن مجاہد مرسلا
صحیح کذا فی کنز العمال **ترجمہ** مجاہد رح سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ پیش کئے جاتے ہو مجھ پر ناموں اور علامتوں کے

ساتھ اس لیئے اچھی طرح سے مجھ پر درود بھیجا کرو یہ روایت صحیح ہے انتہٰے۔
الحاصل لفظ سیدنا کی زیادتی میں اس اعتبار سے تو کوئی تقصیر لازم نہیں
بلکہ من وجہ مقصود کی تائید ہی ہوگی۔ ہاں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو الفاظ زبان
مبارک سے نکلے تھے اُن میں فرق پڑ گیا۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امتثال
امر میں کوئی بے اعتنائی ہوئی ہو۔ اس لیئے کہ جتنے الفاظ کہنے کا ارشاد ہوا تھا۔ اس
زیادتی سے اُن میں کوتاہی نہ ہوئی۔ اگر کہا جاوے کہ خاص اُن الفاظ کی برکت
اس میں نہ ہوگی تو ہم کہیں گے کہ اس برکت کے لیئے وہ الفاظ بعینہا موجود ہیں
اگر صرف اس لفظ زائد میں وہ برکت نہیں تو ادب و تعظیم و توقیر جو اس
لفظ سے معلوم ہوتی ہے۔ خالی از برکت نہ ہوگی اور اس وجہ سے کہ مقصود
اس لفظ سے ادب ہے تو اُس کے زیادہ کرنے میں کوئی محل تردد نہیں اس
لیئے کہ جہاں قطعاً امتثال امر میں کوتاہی لازم آتی تھی۔ صدیق اکبر اور علی
رضی اللہ عنہما نے ادب ہی کو ترجیح دی جس کا حال ابھی معلوم ہوا تو پھر یہاں
ادب کے اختیار کرنے میں کیا کلام۔ بادنی تامل یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب
حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع اولین و آخرین بلکہ تمام عالم کا
سردار بنا دیا ہے جسکی خبر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے تو ہم کو بھی
چاہیئے کہ اُس سیادت کا اقرار ہر وقت حق تعالیٰ کے روبرو یعنی بحضور قلب
کیا کریں جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میدان حشر میں حق تعالیٰ کے رُوبرو
عرض کریں گے بلکہ خود حق تعالیٰ کی طرف سے اُس کا انشا ہوگا۔ چنانچہ کنز العمال میں
مسند امام احمد اور دارمی اور ابن راہویہ اور حارث اور ابو یعلی اور ابو عوانہ اور

صحیح ابن حبان وغیرہ کتب حدیث سے ایک روایت طویل ابوبکر صدیق رضؓ سے منقول ہے جس میں اُسکی تصریح ہے فیفتح اللہ علیہ من الدعاء شیئًا لم یفتحہ علی بشر قط فیقول ای رب خلقتنی سیّد ولد آدم ولا فخر الحدیث یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کی اجازت لینے کا قصد فرماوینگے اسوقت حق تعالیٰ ایک ایسی دعا کا الہام حضرت کو فرمائیگا کہ کسی کو وہ الہام نہ ہوا ہو عرض کرینگے اے رب تو نے مجھے سردار بنی آدم کا پیدا کیا اور کچھ فخر نہیں وغیرہ وغیرہ اس سے اور ایک بات معلوم ہوئی کہ سیادت حضرت کی تخلیق ہی کے وقت ملحوظ تھی۔ جو لفظ خلقتنی سے ظاہر ہے۔ پھر اس سیادت کا کون انکار کر سکے الحاصل لفظ سیّدنا سے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی تعظیم مقصود ہے۔ جو نص قطعی سے ثابت ہے کما قال تعالیٰ لِتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ اس میں کسی مسلمان کو کلام کی گنجائش نہیں۔ بطفیل حضرت کے اس شخص کی تعظیم کی ضرورت ہے جس کا نام محمّد ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے عن ابی رافع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمیتم محمدًا فلا تضربوہ ولا تحرموا رواہ البزار ترجمہ روایت ہے ابی رافع سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کسی کا نام محمد کہو تو اس کو مت مارو اور مت محروم کرو انتہیٰ۔ وعن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمیتم الولد محمّدًا فاکرموہ واوسعوا لہ فی المجلس ولا تقبحوا لہ وجہا خط ترجمہ روایت ہے علی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کسی لڑکے کا نام محمّد رکھو تو اُسکی بزرگی کرو اور مجلس میں اُس کے لئے جائے کشادہ کرو اور مت کرو اُسکی

مذمت اور توہین انتہی وعن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمیتم محمداً فلا

تضربوہ ولا تحرموہ وتقبحوہ بورک فی محمد وفی بیت فیہ محمد ومجلس فیہ محمد رواہ الدیلمی

ترجمہ روایت ہے جابرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کسی

کا نام محمد رکھو تو اس کو بے نصیب اور محروم مت کرو برکت دی گئی ہے۔ محمد

میں اور اس گھر میں جسمیں محمد ہوا ور جس مجلس میں محمد ہو انتہی۔ وعن انسؓ قال

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسمون محمداً ثم تسبونہ رواہ عبد بن حمید ترجمہ

روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ

نام محمد رکھتے ہو پھر اس شخص کو گالیاں دیتے ہو وعن انسؓ قال قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسمون اولادکم محمداً ثم تلعنونہم البزار ع ک **ترجمہ** روایت

ہے انسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اپنی اولاد کا نام محمد

رکھتے ہو پھر ان پر لعنت کرتے ہو انتہی۔ یہ پانچوں روایتیں کنز العمال میں

ہیں الحاصل ان روایتوں سے ثابت ہے کہ علاوہ نام مبارک کی بزرگی کے

جس شخص کا وہ نام رکھا جائے اس شخص کی بزرگی اور اس سے ادب کرنا

ضرور ہو جاتا ہے۔ اب بظاہر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس نام والے کی

بزرگی کیوں کی جائے اگر نام کی توہین کا لحاظ ہے تو صرف نام لیکر بدگوئی کرنا

ممنوع ہوتا تاکہ ایہام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ ہو جیسا کہ حضرت عمرؓ کے ارشاد

سے معلوم ہوتا ہے۔ عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال نظر عمر بن الخطاب الی ابی

عبد الحمید وکان اسمہ محمداً ورجل یقول لہ فعل اللہ بک وفعل وجعل یسبہ فقال

عند ذلک یا ابن زید ادن منی الا اری محمداً یسب بک واللہ لا تدعی محمداً ما دمت حیا

وسماہ عبدالرحمٰن ثم ارسل الی بنی صحۃ وہم یومئذ سبعۃ واکبرہم وسیدہم محمد بن طلحۃ فاراد

ان یغیر اسمہ فقال محمد بن طلحۃ یا امیر المومنین انشدک اللہ ان سمانی محمد الا

محمد فقال عمر قوموا خلا سبیل الی شی سماہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابن سعد حم وابو

نعیم فی المعرفہ ذکرہ فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے عبدالرحمٰن بن ابی لیلی سے
عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص ابی عبدالرحمٰن کو جن کا نام محمد تھا۔ سخت
سُست کہہ رہا ہے ان کو اپنے نزدیک بُلایا اور فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ محمد
تمہاری وجہ سے گالیاں دئے جاتے ہیں قسم خدائے تعالیٰ کی آج سے تم بنام
محمد کبھی نہ پکارے جاؤ گے اور اُن کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا پھر فرزندان طلحہ
کو بلوایا جن میں بڑے فرزند کا نام محمد تھا اس غرض سے کہ اُن کا بھی نام
بدل دیں محمد بن ابی طلحہ نے کہا کہ خدا کے لئے آپ یہ کیا کرتے ہو۔ خود محمد صلی
اللہ علیہ وسلم نے میرا نام محمد رکھا ہے فرمایا جب حضرت نے یہ نام رکھا ہے
تو اُس کے بدلنے کی کوئی سبیل نہیں اور اُن کو اجازت دی انتہیٰ۔ اگرچہ
بظاہر اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد کا گالیاں دئے جانا گوارا نہ ہوا
مگر اصل واقعہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس شخص نے نام لے کر گالیاں نہیں
دیں جس میں شائبہ توہین نام کا ہوتا اُس نے تو خطاب کر کے فعل اللہ بک وفعل
کہا تھا نہ یہ کہ فعل اللہ بمحمد وفعل اگر باوجود اُن کی حضوری کے نام لے کر یہ کہتا
تو عمر رضی اللہ عنہ بے سزا دئے اُس کو کبھی نہ چھوڑتے بہر حال عمر رضی اللہ عنہ
کو بھی ملال جو ہوا سو اس شخص ہی کی توہین سے ہوا اور مذکورہ احادیث سے
بھی ثابت ہے کہ اس نام والے کی تعظیم و توقیر چاہیئے کیونکہ اس کو مجلس میں کشادہ

جگہ دینا اور محروم نہ کرنا ذات سے متعلق ہے نام سے ان امور کو کچھ تعلق نہیں
نہیں معلوم اس قدر شرافت اُس شخص کی ذات میں کہاں سے آگئی کیونکہ
کوئی ایسی چیز نہیں کہ ذات میں سرایت کر جائے۔ وہ تو ایک لفظ ہے جو
زبان پر جاری ہوتا ہے مسمی سے اس کو کیا علاقہ پھر اس نام کی شرافت عقلاً
ثابت ہونا دشوار ہے جب خود اس نام کی شرافت ثابت نہ ہو سکے تو دوسرا
شخص اس نام کی وجہ سے کیونکر مشرف و مکرم ہو سکے گا مگر چونکہ اسباب میں
صراحتہ حدیثیں وارد ہوگئیں تو اہل ایمان سے پھر یہ کب ہو سکتا ہے کہ ارشاد کے
مقابلہ میں عقل کی سنیں ایمان تو اسی کا نام ہے کہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اسکو مان لیا پھر اگر وہ مطابق عقل کے بھی ہے تو فبہا ورنہ عقل کو اس
ارشاد کے آگے قربان کر دیا۔ غرض کہ کسی چیز پر متبرک نام آنے کی وجہ سے اس کا
مکرم ہونا شارع علیہ السلام کے ارشاد سے ثابت ہے۔ اب نام مبارک کی برکت
کو دیکھئے وفی الحلیۃ لابی نعیم عن وہب بن منبہ قال کان رجل عصی اللہ مائۃ سنۃ
ای فی بنی اسرائیل ثم مات فاخذوہ فالقوہ فی مزبلۃ فاوحی اللہ تعالیٰ الی موسیٰ علیہ
الصلوۃ والسلام ان اخرجہ فصل علیہ قال یا رب ان بنی اسرائیل شہدوا انہ عصاک مائۃ
سنۃ فاوحی اللہ الیہ ہکذا الا انہ کان کلما نشر التوراۃ ونظر الی اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم
قبلہ ووضعہ علی عینیہ فشکرت لہ ذلک وغفرت لہ وزوجتہ سبعین حوراً انتہیٰ ذکرہ فی
سیر الحلبی ترجمہ وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا بہت
گنہگار تھا جس نے سو برس تک حق تعالیٰ کی نافرمانی کی جب اس کا انتقال
ہوا تو اس کو لوگوں نے کسی مزبلہ میں پھینک دیا جہاں نجاست ڈالی جاتی تھی۔

ساتھ ہی موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی۔ کہ اس شخص کو وہاں سے نکال لاؤ، اور
اس پر نماز پڑھو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب بنی اسرائیل گواہی دیتے
ہیں کہ وہ شخص سو برس تک تیری نافرمانی کرتا رہا ارشاد ہوا یہ سچ ہے۔ لیکن
اس کی عادت تھی کہ جب توریت کو کھولتا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام
کو دیکھتا تو بوسہ دیکر اسکو آنکھوں پر رکھ لیا کرتا تھا اسلئے میں نے اسکی شکر
گزاری کی اور اسکو بخش دیا اور ستر حوریں اُس کے نکاح میں دیں انتہیٰ۔ اب
یہاں کس کس چیز کا بیان کیا جائے اگر اُن بزرگوار کی بیباکی کو دیکھیئے تو موسیٰ
علیہ السلام کے سے نبی کے وقت میں عمر بھر نافرمانی کرکے ایمان سلامت لے
جانا بغیر کسی تائید باطنی کے ایک امر خطرناک ہے اور اگر خوش اعتقادی کو
سوچیئے تو باوجود اُس ظاہری بیگانگی اور معاصی کے کبھی یہ خیال نہ کیا کہ ایسے
عملوں کے ساتھ اس قسم کے ادب سے کیا ہوگا اور سابقہ ازلی کی طرف نظر
بڑھائی جائے تو کیسا مقبول ذریعہ قائم کیا گیا کہ سو برس کے گناہ ایک طرف
رکھے رہے اور اس سے وہ کام نکالا گیا کہ تمام عمر کی جانفشانی سے نکلنا دشوار
ہو۔ اگر اس ادب کی وقعت کا خیال کیا جائے تو حق تعالیٰ کو غضب میں
لانے والا عمر بھر کے اعمال پر سبقت کرکے سب کو بخشوا لینا اُسی کا کام تھا۔
غرض کہ جب ادب کا یہ رتبہ ہو کہ گذشتہ اُمّت والوں کو اس خوبی کے ساتھ
سرفراز کراوے تو ہم خاص غلاموں کو اس سے کس قدر توقع ہوگی۔ اس پر بھی
اگر ہم نام مبارک کو دیکھ کر اور سنکر کبھی بوسہ نہ لیں تو اتنا ضرور چاہیئے کہ حق تعالےٰ
سے اُس کی توفیق طلب کریں۔ اگر فضل الٰہی شامل حال ہوا اور ہم لوگ حضرت

کا نام مبارک سن کر تقبیل کیا کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ برکات دارین کے مستحق ہو سکتے ہیں چونکہ یہ مسئلہ اس زمانہ میں مختلف فیہ ہو رہا ہے اس لئے کسی قدر اس میں بحث کی جاتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اُمید ہے کہ اہل انصاف کو اس سے حظ وافر نصیب ہو گا۔ تفسیر رُوح البیان میں قہستانی کی شرح کبیر اور محیط۔ اور قوت القلوب وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ جب مؤذن اشہد ان محمدا رسول اللہ کہے تو سننے والے کو مستحب ہے کہ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہے اور دوسرے بار میں انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھے اور قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہہ کر یہ دعا پڑھے اللھم متعنی بالسمع والبصر۔ اور محیط میں لکھا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک موذن سے سن کر انگوٹھوں کے ناخن اپنے آنکھوں پر رکھے اور مضمرات میں لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام جب جنت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے مشتاق ہوئے۔ حق تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کو اُن کے دونوں ابہام کے ناخنوں میں جلوہ گر فرمایا انہوں نے اسپر بوسہ دے کر اپنی آنکھوں پر ملا۔ پس یہ سنّت اُن کی اولاد میں جاری ہوئی۔ پھر جب جبرئیل علیہ السلام نے یہ قصّہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ فرمایا حضرت نے جو شخص اذان میں میرا نام سُنے اور انگوٹھوں پر بوسہ دیکر اپنی آنکھوں پر ملے تو کبھی اندھا نہ ہو گا۔ پُوری عبارت تفسیر رُوح البیان کی یہ ہے قال القہستانی فی شرحہ الکبیر نقلا عن کنز العباد اعلم

یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشہادۃ الثانیۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند سماع الثانیۃ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ثم یقال اللّٰھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع الابہامین علی

العینین فانہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون قائدا لہ الی الجنۃ انتہیٰ ذکال بعضھم پشت ابہامین

بر چشم مالیدہ ایں دعا بخواند۔ اللھم متعنی الخ و در صلوات نجمی فرمود کہ ناخن ہر دو

ابہام را بر چشم نہد بطریق وضع نہ بطریق ماد و در محیط آوردہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ

وسلم بہ مسجد درآمد و نزدیک ستون بنشست و صدیق رضی اللہ عنہ در برابران

حضرت نشستہ بود بلال رضی اللہ عنہ برخاست و باذان اشتغال فرمود

چون گفت اشہد ان محمدا رسول اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر دو ناخن ابہامین

خود را بر ہر دو چشم خود نہادہ گفت قرۃ عینی بک یا رسول اللہ چون بلال

رضی اللہ عنہ فارغ شد حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ یا ابابکر ہر کہ

بکند چنیں کہ تو کردی خدا بیامرزد گناہاں جدید و قدیم او را اگر بعمد بودہ باشد

وگر بخطا و حضرت شیخ امام ابوطالب محمد بن علی المکی رفع اللہ درجتہ در قوت القلوب

روایت کردہ از ابن عیینہ رحمہ اللہ کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام بمسجد

درآمدہ در دہۂ محرم و بعد ازاں کہ نماز جمعہ ادا فرمودہ بود نزدیک

اسطوانہ قرار گرفت و ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بظہر ابہامین چشم خود را مسح کرد

و گفت قرۃ عینی بک یا رسول اللہ و چون بلال رضی اللہ عنہ را از اذان فراغتی

روئے نمود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ اے ابابکر ہر کہ

بگوید آنچہ تو گفتی از روئے شوق بلقائے من و بکند آنچہ تو کردی خدائے

درگذارد گناہاں ویرا آنچہ باشد نو و کہن خطا و عمد نہاں و آشکارا و من

درخواستگیم جرائیم ویرا و در مضمرات بریں وجہ نقل کردہ۔ و فی قصص الانبیاء وغیرہا

ان آدم علیہ السلام اشتاق الی لقاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم حین

کان فی الجنۃ فاوحی اللہ تعالی الیہ ہو من صلبک و یظہر فی آخر الزمان فسأل لقاء
محمد صلی اللہ علیہ وسلم حین کان فی الجنۃ فاوحی اللہ تعالی الیہ فجعل اللہ النور المحمدی فی
اصبعہ المسبحۃ من یدہ الیمنی فسبح ذلک النور فلذلک سمیت تلک الاصبع مسبحۃ
کما فی الروض الفایق او اظہر اللہ تعالی جمال حبیبہ فی صفاء ظفری ابہامیہ مثل
المرآۃ فقبل آدم ظفری ابہامیہ و مسح علی عینیہ فصار اصلا لذریتہ فلما اخبر جبریل
النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہذہ القصۃ قال علیہ السلام من سمع اسمی فی الاذان
فقبل ظفری ابہامیہ و مسح علی عینیہ لم یعم ابدا قال الامام السخاوی فی المقاصد الحسنۃ
ان ہذا الحدیث لم یصح فی المرفوع والمرفوع من الحدیث ہو ما اخبر الصحابی عن قول
رسول اللہ علیہ السلام و فی شرح الیمانی و یکرہ تقبیل الظفرین و وضعہما علی العینین
لانہ یرد فیہ حدیث والذی فیہ لیس بصحیح انتہی۔ یقول الفقیر قد صح عن العلماء تجویز
الاخذ بالحدیث الضعیف فی العملیات فکون الحدیث المذکور غیر مرفوع لایستلزم
ترک العمل بمضمونہ و قد اصاب القہستانی فی القول باستحبابہ و کفانا کلام الامام
المکی فی کتابہ فانہ قد شہد الشیخ السہروردی رح فے عوارف المعارف بوفور
عملہ و کثرۃ حفظہ و قوۃ حالہ و قبل جمیع ما اوردہ فی کتابہ قوت القلوب وللہ در
ارباب الحال فی بیان الحق و ترک الجدال انتہی اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے
مقاصد حسنہ میں لکھا ہے حدیث مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد
تقبیلہما عند سماع قول الموذن اشہد ان محمداً رسول اللہ مع قولہ اشہد ان محمداً
عبدہ و رسولہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا ذکرہ الدیلمی
فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق انہ لما سمع قول الموذن اشہد ان

محمداً رسول اللہ قال ہذا وقبل باطن الانملتین السبابتین ومسح عینیہ فقال صلی اللہ
علیہ وسلم من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی ولا یصح وکذا ما اوردہ ابو العباس
احمد بن ابی بکر الرداد الیمانی المتصوف فی کتابہ موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ بسند فیہ
مجاہیل مع انقطاعہ عن الخضر علیہ السلام انہ من قال حین یسمع المؤذن یقول اشہد
ان محمداً رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم یقبل
ابہامیہ ویجعلہما علی عینیہ لم یرمد ابدا ثم روی بسند فیہ من لم اعرفہ عن اخیہ
الفقیہ محمد بن البابا فیما حکی عن نفسہ انہ ہبت ریح فوقعت منہ حصاۃ فی عینہ و
اعیاہ خروجہا والمتہ اشد الالم وانہ لما سمع المؤذن یقول اشہد ان محمداً رسول اللہ قال
ذلک فخرجت الحصاۃ من فورہ قال الرداد وہذا یسیر فی جنب فضائل الرسول
صلی اللہ علیہ وسلم وحکی الشمس محمد بن صالح المدنی امامہا وخطیبہا فی تاریخہ عن
المجد احد القدماء من المصریین انہ سمعہ یقول من صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا
سمع ذکرہ فی الاذان وجمع اصبعیہ المسبحۃ والابہام وقبلہما ومسح بہما عینیہ لم یرمد
ابدا قال ابن صالح وسمعت ذلک ایضاً من الفقیہ محمد بن الزرندی عن بعض
شیوخ العراق او العجم۔ انہ یقول عند ما یمسح عینیہ صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ
یا حبیب قلبی ویا نور بصری ویا قرۃ عینی وقال لی کل منہما منذ فعلتہ لم ترمد عینی
قال ابن صالح وانا وللہ الحمد والشکر منذ سمعتہ منہما استعملتہ فلم ترمد عینی وارجو ان
عافیتہما تدوم وانی اسلم من العمی انشاء اللہ قال وروی عن الفقیہ محمد بن سعید
الخولانی قال اخبرنی الفقیہ العالم ابو الحسن علی بن حدید الحسینی اخبرنی
الفقیہ الزاہد البلالی عن الحسن علیہ السلام انہ قال من قال حین یسمع المؤذن یقول

اشہد ان محمداً رسول اللہ مرحبا بحبیبی و قرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ویقبل ابہامیہ و یجعلہما علی عینیہ لم یعم ولم یرمد و قال الطاؤسی انہ سمع من الشمس
محمد بن ابی نصر البخاری خواجہ حدیث من قبل عند سماعہ من المؤذن کلمۃ
الشہادۃ ظفری ابہامیہ و مسہما علی عینیہ و قال عند المس اللہم احفظ حدقتی و
نورہما ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نورہما لم یعم ولا یصح فی
المرفوع من کل ہذا شیئ انتہی - ترجمہ روایت کی دیلمی رح نے فردوس میں
کہ جب ابوبکر صدیق رضؓ نے مؤذن سے اشہد ان محمداً رسول اللہ سنتے تو کہتے
اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ
وسلم نبیا اور بوسہ دیتے کلمہ کی انگلیوں کے باطن پر اور ملتے ان کو اپنی آنکھوں
پر اور کہا انھوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ
جو کوئی کرے جیسا کہ کیا خلیل نے میرے تو ثابت ہو گی اس کے لئے شفاعت
میری لیکن یہ حدیث درجہ صحت کو نہیں پہنچی اور ایسا ہی وہ روایت جس
کو ابوالعباس احمد بن ابی بکر الرداد الیمانی نے کتاب موجبات الرحمۃ و
عزائم المغفرۃ میں خضر علیہ السلام سے ذکر کیا ہے کہ جو شخص موذن سے اشہد
ان محمداً رسول اللہ سنکر مرحبا بحبیبی و قرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کہے پھر بوسہ دے انگوٹھوں پر اپنے اور رکھے اُن کو آنکھوں پر تو اُسکی
آنکھوں میں رمد کی بیماری کبھی نہ ہو گی - اس حدیث کی روایت میں بعض مجاہیل
ہیں اور انقطاع بھی ہے پھر روایت کی ابوالعباس رح نے اپنے بھائی فقیہ
محمد بن البابا سے کہ ایک بار سخت ہوا چلی جس سے ایک کنکری اُن کی آنکھ

میں گری بہتیرا اسکو نکالا نہ نکلی اور شدت سے آنکھ میں درد ہونے لگا۔ جب موذن سے اشہدان محمداً رسول اللہ سنا حدیث مذکور پر عمل کیا فوراً آنکھ سے کنکری نکل پڑی رواد کہتے ہیں کہ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضیلتوں کے مقابلہ میں بہت کم ہے اور شمس محمد بن صالح مدنی اپنی تاریخ میں مجدسرح سے جو قدمائے مصر میں سے ہیں حکایت کرتے ہیں۔ کہ جو شخص نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اذان میں سن کر درود پڑھے اور انگشتان شہادت اور آنکھوں پر جمع کرکے ان پر بوسہ دے پھر ملے دونوں آنکھوں پر تو مرض رمد میں کبھی مبتلا نہ ہوگا۔ ابن صالح مذکور کہتے ہیں کہ فقیہ محمد بن الزرندی سے بھی میں نے ایسا ہی سنا ہے۔ لیکن وہ روایت کرتے تھے۔ بعض شیوخ عراق سے کہ آنکھوں پر انگوٹھے ملنے کے وقت کہتے تھے یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی و یا نور بصری و یا قرۃ عینی ابن صالح کہتے ہیں کہ وہ دونوں شیخ کہتے تھے کہ جب سے ہم نے یہ شروع کیا ہے کبھی ہمیں آشوب چشم نہ ہوا اور الحمد للہ جب سے میں نے سنا ہے میرا بھی عمل اُس پر جاری ہے اور مجھے بھی کبھی آشوب چشم نہ ہوا۔ الحاصل دین میں ادب کی نہایت ضرورت ہے اور جن کسی کی طبیعت میں گستاخی اور بے ادبی ہو ضرور ہے کہ دین میں اس کے کچھ نہ کچھ علت ہوگی۔ سبب اس کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب شیطان نے آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں گستاخانہ انا خیر منہ کہا اور ابد الاباد کے لئے مردود بارگاہ کبریائی ٹھہرا اسی وقت سے آدمیوں کی عداوت اس کے دلمیں جمی اور اُن کی خرابی کے درپے ہوا۔

بے ادبی کی ابتدا

کما قال وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ الآیۃ اقسام کی تدابیر سوچیں مگر اس غرض کو
پوری کرنے میں اس سے بہتر کونسی تدبیر ہو سکتی ہے جس کا تجربہ خود اُسی کی ذات
پر ہو چکا ہے یعنی دعوئی انانیت اور ہمسری بزرگان دین۔ جب دیکھا کہ
گستاخی اور بے ادبی کو مردود بنانے میں نہایت درجہ کا اثر اور کمال
ہے اس لئے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کی عام تعلیم شروع کر دی چنانچہ ہر زمانہ
کے کفّار انبیا علیہم السّلام کے مقابلہ میں یہی کہا کئے اب اس کلام کو دیکھئے تو
اس میں بھی وہی بات ہے جو انا خیر منہ میں تھی اور اگر کسی قدر فرق ہے
تو وہ بھی بے موقع نہیں کیونکہ تابع و متبوع کی ہمّتوں میں اتنا فرق ضرور
ہے جس پر تفاوت درجات و درکات مرتّب ہو۔ غرض کہ انبیا علیہم السّلام نے
ہزارہا معجزے دکھائے مگر کفّار کے دلوں میں اُن کی عظمت اُس نے جمنے
نہ دی۔ پھر جن لوگوں نے ان کی عظمت کو مان لیا اور مسلمان ہوئے اُن سے
کسی قدر اس کو مایوسی ہوئی۔ کیونکہ اُن سے تو وہ بیباکی نہیں ہو سکتی تھی
جو کفّار سے ظہور میں آئی یہاں اس فکر کی ضرورت ہوئی کہ وہ چیز دکھائی
جائے جو دین میں بھی محمود ہو آخر یہ سوچا کہ راست گوئی کے پردہ میں یہ
مطلب حاصل ہو سکتا ہے۔ بس یہاں سے دروازہ بے ادبی کا کھول دیا
اب کیسی ہی ناشائستہ بات کیوں نہ ہو اس لباس میں آراستہ کر کے احمقوں کے
فہم میں ڈال دیتا ہے اور کچھ ایسا بیوقوف بنا دیتا ہے کہ راست گوئی کی دھن میں
نہ انکو کسی بزرگ کی حرمت و توقیر کا خیال رہتا ہے نہ اپنے انجام کا اندیشہ چنانچہ
کسی بیوقوف نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ جو یہ مال بانٹتے

ہیں اُس میں عدل وانصاف کیجئے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ انہ قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو یقسم قسما اذا تاہ ذوالخویصرۃ وہو رجل من بنی تمیم فقال یا رسول اللہ اعدل فقال ویلک ومن یعدل اذا لم اعدل قد خبت وخسرت ان لم اکن اعدل فقال عمرؓ یا رسول اللہ ائذن لی فیہ فاضرب عنقہ فقال دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم صلوتہ مع صلوتہم وصیامہ مع صیامہم یقرؤن القران لایجاوز تراقیہم یمرقون من الدین کما یمرق السہم من الرمیۃ ینظر الی نصلہ فلایوجد فیہ شئی ثم ینظر الی رصافہ فلا یوجد فیہ شئی ثم ینظر الی نضیۃ وہو قدحہ فلایوجد فیہ شئی ثم ینظر الی قذذہ فلا یوجد فیہ شئی قد سبق الفرث والدم آیتہم رجل اسود احدی عضدیہ مثل ثدی المراۃ او مثل البضعۃ تدردر ویخرجون حین فرقۃ من الناس قال ابو سعید فاشہد انی سمعت ہذا الحدیث من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واشہد ان علی ابن ابی طالب قاتلہم وانا معہ فامر بذلک الرجل فالتمس فاتی بہ حتی نظرت الیہ علی نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی نعتہ

ترجمہ روایت ہے ابو سعید خدریؓ سے کہ ایکبار ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے اور حضرت کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ آیا جو قبیلہ بنی تمیم سے تھا۔ اور کہا یا رسول اللہ عدل کیجئے۔ حضرت نے فرمایا تیری خرابی ہو جب میں ہی عدل نہ کروں تو پھر کون کرے گا اور جب میں نے عدل نہ کیا تو تو محروم اور بے نصیب ہو گیا۔ عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ حکم دیجئے۔ کہ اُس کی گردن ماروں فرمایا جانے دو۔ اُس کے رفقا ایسے لوگ ہیں کہ ان کی نماز اور روزوں کے مقابلہ میں تم لوگ اپنی نماز و روزوں کو حقیر سمجھوگے۔

وہ قرآن پڑھیں گے لاکن اُن کے گلے کے نیچے نہ اُترے گا وہ دین سے ایسے
نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ باوجودیکہ اُس جانور کے پیٹ
کی آلائش و خون میں سے پار ہوتا ہے۔ مگر نہ اس کے پیکاں میں کچھ لگا ہوتا ہے
نہ اُس کے بندن میں جس سے پیکاں باندھا جاتا ہے نہ لکڑی میں نہ پر میں نشانی
اُن کی یہ ہے کہ اُن میں ایک شخص سیہ فام ہوگا جسکی ایک بازو مثل عورت کی پستان کے
یا مثل گوشت پارہ کے حرکت کرتی ہوگی۔ وہ لوگ اس وقت نکلیں گے جب لوگوں میں تفرقہ
ہوگا ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس حدیث کو میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا ہے اور یہی گواہی دیتا ہوں کہ علی کرم اللہ وجہہ نے ان لوگوں کو قتل کیا اور میں بھی
علیؓ کے ساتھ تھا انہوں نے بعد فتح کے حکم کیا کہ اس شخص کی تلاش کی جائے جس کی خبر حضرت
نے دی تھی چنانچہ جب اُس کی لاش لائی گئی دیکھا میں نے کہ حقیقی نشانیاں اُس کی
حضرت نے کہی تھیں سب اُس میں موجود تھیں انتہی الحاصل شیطان نے اس
احمق کے ذہن میں یہی جمایا کہ عدل بیشک عمدہ شے ہے اگر صاف صاف
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں کہہ دیا جاوے تو کیا مضایقہ
اس بیوقوف نے یہ نہ خیال کیا کہ بات تو چھوٹی ہے مگر بہ نسبت شان نبوی
کتنی بڑی بے ادبی ہوگی اور انجام اس کا کیا ہوگا۔ چنانچہ اسی بے ادبی پر واجب
القتل ہوگیا تھا۔ مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور تھا۔ کہ علی کرم اللہ
وجہہ کے ہاتھ سے اپنے تمام مشربوں کے ساتھ مارا جائے۔ اس لئے
باوجود عمرؓ کی درخواست کے اس وقت اغماض فرمایا چنانچہ اس حدیث
سے ظاہر ہے عن نبیط بن شریط قال لما فرغ من قتال اہل النہروان قال

قلبوا القتلی فلبنا ہم حتی خرج فی آخرہم رجل اسود علی کتفہ مثل حلمۃ الثدی فقال علی اللہ اکبر واللہ ما کذبت ولا کذبت کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد قسم فجاء ہذا فقال یا محمد اعدل فواللہ ما عدلت منذ الیوم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثکلتک امک ومن یعدل علیک اذا لم اعدل فقال عمر بن الخطاب یا رسول اللہ الا اقتلہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا دعہ فان لہ من تقتلہ فقال صدق اللہ خط کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے نبیط ابن شریط سے کہ جب فارغ ہوئے علیؓ اہل نہروان کے قتل سے کہا کشتوں میں اُس شخص کو تلاش کرو جب ہم نے خوب ڈھونڈا۔ تو سب کے آخر میں ایک شخص سیہ فام نکلا جس کی شانہ پر ایک گوشت پارہ مثل سر پستان کے تھا یہ دیکھتے ہی علیؓ نے کہا اللہ اکبر قسم ہے خدا کی نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی نہ میں اُس کا مرتکب ہوا ایک بار ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور حضرت غنیمت کا مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم عدل کیجئے۔ کہ آج آپ نے عدل نہیں کیا۔ حضرت نے فرمایا تیری ماں تجھ پر روئے جب میں عدل نہ کروں تو پھر کون عدل کرے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا اس کو قتل نہ کردوں فرمایا نہیں چھوڑ دو اس کو قتل کرنے والے کوئی اور شخص ہیں۔ علیؓ نے یہ کہہ کر کہا صدق اللہ انتہیٰ۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ سب سے پہلے وہی شخص قتل کیا گیا اس لئے کہ اُس کی لاش سب لاشوں کے نیچے تھی۔ اب دیکھئے کہ اس ایک گستاخی نے اس شخص کو کہاں پہنچا دیا اور وہ کثرت عبادت اور ریاضت اس کی کس کام پر آئی۔

جس کی تصریح اس حدیث میں ہے۔ عن ابی برزۃ قال اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدنانیر فجعل یقسمہا وعندہ رجل اسود مطموم الشعر علیہ ثوبان ابیضان بین عینیہ اثر السجود وکان یتعرض لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعطہ فاتاہ فعرض من قبل وجہہ فلم یعطہ واتاہ من قبل یمینہ فلم یعطہ شیئاً ثم اتاہ من قبل شمالہ فلم یعطہ شیئاً ثم اتاہ من خلفہ فلم یعطہ شیئاً فقال یا محمد ما عدلت منذ الیوم فی القسمۃ فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضباً شدیداً ثم قال واللہ لا تجدون احداً اعدل علیکم منی ثلاث مرات ثم قال یخرج علیکم رجال من قبل المشرق کان ہذا منہم ہکذا یقرؤن القران لا یجاوز تراقیہم یمرقون من الدین کما یمرق السہم من الرمیۃ ثم لا یعودون الیہ ووضع یدہ علی صدرہ سیماہم التحلیق لا یزالون یخرجون آخرہم مع المسیح الدجال فاذا رأیتموہم فاقتلوہم ثلثاً ہم شر الخلق والخلیقۃ یقولہا ثلثاً حم ن وابن جریر طب ک کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے ابی برزہؓ سے کہ کہیں سے دینار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے تھے اسکو تقسیم فرمانا شروع کیا اور حضرت کے پاس ایک شخص سیہ فام تھا سر کے بال کترایا ہوا اور سفید کپڑے پہنا ہوا جس کے دونوں آنکھوں کے بیچ میں اثر سجدہ کا نمایاں تھا۔ چاہتا تھا کہ حضرت کچھ عنایت فرمادیں مگر کچھ نہ دیا۔ روبرو آکر سوال کیا کچھ عنایت نہ فرمایا داہنے طرف سے آکر سوال کیا جب بھی کچھ نہ ملا بائیں طرف سے آکر مانگا کچھ نہ ملا پیچھے سے آکر سوال کیا۔ جب بھی کچھ نہ پایا کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آج آپ نے تقسیم میں عدل نہ کیا۔ حضرت اس بات پر بہت خفا ہوئے اور شدت غضب سے تین

خوارج کی ابتداء اور اُن کا حال

بار فرمایا خدا کی قسم مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا تم کسی کو نہ پاؤ گے پھر فرمایا یہ اُن لوگوں سے ہے جو تم پر مشرق کے طرف سے نکلیں گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ اُن کے گلوں سے نیچے نہ اُترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسا کہ تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ پھر نہ لوٹیں گے۔ دین کی طرف اور دست مبارک سینہ پر رکھ کر فرمایا نشانی اُن کی یہ ہے کہ سر کے بال منڈوایا کریں گے۔ ہمیشہ وہ لوگ نکلتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ آخر دجال کے ساتھ ہونگے پھر تین بار فرمایا۔ کہ جب تم ان کو دیکھو تو قتل کر ڈالو وہ لوگ تمام مخلوقات سے بدتر ہیں یہ جملہ تین بار فرمایا روایت کیا اس کو امام احمد اور نسائی اور ابن جریر اور طبرانی اور حاکم نے انتہٰی۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ وہ شخص نہایت عابد تھا کہ کثرت صلوٰۃ سے پیشانی میں اسکے گھٹا پڑ گیا تھا۔ غرض کہ ان احادیث میں تامل کرنے کے بعد ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ باوجود کثرت عبادت اور ریاضت شاقہ کے وہ شخص اور اس کے ہم خیال جو واجب القتل اور بدترین مخلوقات ٹھہرے وجہ اُس کی سوائے بے ادبی اور گستاخ طبعی کے اور کوئی نہ نکلے گی۔ اب اس قوم کا حال سُنئے۔ جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بے ادب کے اصحاب فرمایا ہے۔ ابن اثیر رح نے تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ ابتدا اس گروہ یعنی خوارج کی یہ ہوئی کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور معاویہ رضؓ میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں طرفین سے ہزارہا صحابہؓ اور تابعین شہید ہوئے آخر یہ ٹھہرا کہ دونوں طرف سے دو شخص معتمد قرار پائیں۔ جو

موافق کتاب و سنت کے کوئی ایسی تدبیر نکالیں کہ لڑائی موقوف ہو اور باہمی جھگڑے مٹ جائیں۔ چنانچہ علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس رضؓ اور معاویہ رضؓ کی طرف سے عمرو بن عاص رضؓ مقرر ہوئے اور طرفین سے عہد نامہ لکھا گیا۔ پھر اشعث بن قیس نے اس کاغذ کو لیکر ہر ہر قبیلہ میں سنانا اور اس کا اشتہار دینا شروع کیا۔ جب قبیلہ بنی تمیم میں پہنچے۔ عروہ بن ادیہ تمیمی نے سنکر کہا کہ اللہ کے امر میں آدمیوں کو حکم بناتے ہیں سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی حکم نہیں کر سکتا یہ کہہ کر اشعث بن قیس کے سواری کے جانور کو تلوار ماری اور اس پر سخت جھگڑا ہوا جب علی رضؓ کو یہ خبر پہنچی فرمایا بات تو سچی ہے۔ مگر مقصود اس سے باطل ہے اگر وہ لوگ سکوت کریں تو ہم اُن پر مصیبت ڈالیں گے اور اگر گفتگو کریں تو ان پر دلیل قائم کریں گے اور اگر مقابل ہوں تو ہم اُن سے لڑینگے یہ سنتے ہی یزید بن عاصم محاربی اُٹھ کھڑا ہوا اور خطبہ پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے حمد اللہ کو سزاوار ہے جس سے ہم مستغنی نہیں ہو سکتے یا اللہ پناہ مانگتے ہیں ہم تجھ سے کہ اپنے دین میں دنائت اور کم ہمتی کو عمل میں لاویں کیونکہ اس میں مداہنت ہے اللہ کے امر میں اور ذلت ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے غصہ کی طرف لے جاتی ہے۔ اے علی رضؓ کیا ڈراتے ہو تم ہم کو قتل سے آگاہ رہو قسم ہے اللہ کی میں اُمید رکھتا ہوں کہ مارینگے ہم تمکو تلواروں کی دھار سے تب تم جانو گے کہ ہم میں سے کون مستحق عذاب ہے پھر اُسکے بھائی نکلے اور خوارج کے ساتھ مل گئے اسی طرح روز بروز جمعیت انکی بڑھتی چلی ایک روز سب عبداللہ بن وہب راسبی کے گھر میں جمع ہوئے اور اس نے خطبہ پڑھا جس میں دنیا کی بے ثباتی اور خواہش

دنیا کی خرابیاں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت بیان کی - پھر
کہا کہ اس شہر کے لوگ ظالم ہیں - ہمیں ضرور ہے کہ پہاڑوں یا دوسرے
شہروں کے طرف نکل جائیں تاکہ ان گمراہ کرنے والی بدعتوں سے ہمارا انکار ثابت
ہو جائے اس کے بعد حرقوص ابن زبیر کھڑا ہوا اور خطبہ پڑھا کہ لوگو متاع اس
دُنیا کی بہت تھوڑی ہے اور جُدائی اس سے قریب ہے کہیں زینت اور تازگی
اس کی تمہیں اسی میں مقام کرنے پر آمادہ نہ کرے اور طلب حق اور انکار ظلم سے
نہ پھیرے اور یہ آیت پڑھی اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ
مُّحْسِنُوْنَ ؕ یعنی اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے اس خطبہ کے بعد حمزہ ابن سنان
اسدی نے کہا اے قوم رای وہی ہے جو تم نے سوچی ہے - مگر اب ضرورت اس امر
کی ہے کہ ایک شخص مقرر ہو جو متولی تمامی اُمور کا ہو سکے سب نے زید بن
حصین طائی پر اتفاق کیا مگر اس نے امارت کو قبول نہ کیا - پھر حرقوص ابن
زبیر پر سب کی رائے قرار پائی - اُس نے بھی انکار کیا اسی طرح حمزہ ابن سنان
اور شریح ابن اوفی عبسی نے بھی انکار کیا - پھر سب نے عبداللہ بن وہب کی
طرف رجوع کیا جب اُس نے دیکھا کہ کوئی قبول ہی نہیں کرتا بمجبوری قبول کیا -
اور کہا خدا کی قسم مجھے اس امارت کے قبول کرنے میں مطلقاً خواہش دنیوی
نہیں اور نہ موت سے خوف ہے کہ اس سے باز رہوں غرض کہ میں نے صرف
اللہ کے واسطے قبول کیا ہے اگر اسمیں مر جاؤں تو کچھ پروا نہیں پھر سب شریح
ابن اوفی عبسی کے گھر جمع ہوئے - اس مجلس میں ابن وہب نے کہا اب کوئی شہر
ایسا دیکھنا چاہیئے کہ ہم سب اسی میں جمع ہوں اور اللہ تعالیٰ کا حکم جاری کریں -

کیونکہ اہل حق اب تمہیں لوگ ہو سب نے بالاتفاق نہروانکو پسند کیا اور روانہ ہو
گئے پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انکو نامہ لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم
طرف سے عبداللہ علی امیر المومنین کے زید بن حصین اور عبداللہ بن وہب اور
اُن کے اتباع کو معلوم ہو کہ وہ دو حکم جن کے فیصلہ پر ہم راضی ہوئے تھے۔
انہوں نے کتاب اللہ کے خلاف کیا اور بغیر اللہ کی ہدایت کے اپنی خواہشوں
کی پیروی کی جب انہوں نے قرآن و سنت پر عمل نہیں کیا تو اللہ اور اللہ کے
رسول اور سب اہل ایمان ان سے بری ہو گئے تم لوگ اس خط کے دیکھتے ہی ہماری
طرف چلے آؤ تا کہ ہم اپنے اور تمہارے دشمن کی طرف نکلیں اور اب ہم اپنی اسی پہلی بات
پر ہیں انتہی اس نامہ کے جواب میں انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اب تمہارا
غضب خدا کے واسطے نہیں ہے اس میں نفسانیت شریک ہے۔ اب بھی اگر
اپنے کفر پر گواہی دیتے ہو اور نئے سرے سے توبہ کرتے ہو تو دیکھا جائیگا
ورنہ ہم نے تم کو دُور کر دیا کیونکہ اللہ تعالی خیانت کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا
انتہی۔ اب دیکھئے کہ وہ لوگ کیسے بڑے موحد تھے کہ جن کے نزدیک آدمی کو حکم
بنانا شرک تھا اور بدعت سے انہیں کس قدر تنفر تھا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
کے شہر کو اس خیال سے کہ بدعتیوں کا شہر ہے چھوڑ دیا اور دنیا کی بے ثباتی اور
زہد و تقویٰ کی ترغیب و تحریص اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام اور
امارت کے قبول کرنے میں ہر ایک کا عذر و حیلہ وغیرہ وغیرہ یہ سب امور ایسے ہیں
کہ جو شخص سنے کمال دینداری پر اُس گروہ کے گواہی دینے کو مستعد ہو جائے۔
اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ خود صحابہ کو اُن کی حقانیت کا دھوکا ہوتا تھا جیسا کہ جندب رضی کے

بیان سے معلوم ہوتا ہے عن جندب قال لما فارقت الخوارج علیاؓ خرج فی
طلبہم وخرجنا معہ فانتہینا الی عسکر القوم فاذا لہم دوی کدوی النحل من قراءۃ
القرآن واذا فیہم اصحاب الثفنات واصحاب البرانس فلما رأیتہم دخلنی من ذلک
شدۃ فتنحیت فرکزت رمحی ونزلت عن فرسی ووضعت برنسی فنشرت علیہ درعی و
اخذت بمقود فرسی فقمت اصلی الی رمحی وانا اقول فی صلاتی اللہم ان کان قتال
ہولاء القوم لک طاعۃ فائذن لی فیہ وان کان معصیۃ فارنی براءتک فانا کذلک
اذا اقبل علی بن ابی طالبؓ علی بغلۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما حاذانی قال
نعوذ باللہ یا جندب من شر السخط فجئت اسعی الیہ ونزل فقام یصلی اذ اقبل رجل
فقال یا امیر المومنین الک حاجۃ فی القوم قال وما ذاک قال قطعوا النہر فذہبوا قال
ما قطعوہ قال سبحان ثم جاء آخر فقال قطعوا النہر فذہبوا قال ما قطعوہ قال سبحان اللہ
ثم جاء آخر فقال قد قطعوا النہر فذہبوا قال علی ما قطعوہ ثم جاء آخر فقال قطعوا النہر
قد ہبوا فقال علی ما قطعوہ ولا یقطعوہ ولیقتلن دونہ عہد من اللہ ورسولہ ثم رکب
فقال لی یا جندب اما انا فابعث الیہم رجلا یقرء المصحف یدعوہم الی کتاب ربہم وسنۃ
نبیہم فلا یقبل علینا بوجہ حتی یرشقوہ بالنبل یا جندب اما انہ لا یقتل منا عشرۃ ولا
ینجو منہم عشرۃ ثم قال من یاخذ ہذا المصحف فیمشی بہ الی ہولاء القوم فیدعوہم الی
کتاب اللہ وسنۃ نبیہم وہو مقتول ولہ الجنۃ فلم یجبہ الا شاب من بنی عامر بن
صعصعۃ فقال لہ علی خذ ہذا المصحف اما انک مقتول ولست مقبلا علینا بوجہک حتی
یرشقوک بالنبل فخرج الشاب بالمصحف الی القوم فلما دنا منہم حیث یسمعوا قاموا ونشبوا
الفتی قبل ان یرجع فرماہ انسان فاقبل علینا بوجہہ فقعد فقال علی دونکم القوم قال

جندبؓ فقلت بکفی ہذہ ثمانیہ قبل ان اصلی الظہر وما قتل منا عشرۃ ولا نجا منہم عشرۃ کما قال طس کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے جندبؓ سے کہ جب خوارج علیحدہ ہو گئے۔ علی رضی اللہ عنہ ان کی تلاش میں نکلے اور ہم بھی ساتھ تھے۔ جب ہم اُن کے لشکر کے قریب پہنچے تو ایک شور قرآن شریف پڑھنے کا سُنا گیا اور حالت اُنکی یہ کہ تہمند بندھے ہوئے اور ٹوپیاں اوڑھے ہوئے یعنی کمال درجہ کے زاہد عابد نظر آتے تھے ان کا یہ حال دیکھنے سے تو ان کا قتال مجھ پر نہایت شاق ہوا اور ایک طرف نیزہ گاڑھ کر ٹوپی اور زرہ اس پر لگا دیا اور گھوڑے سے اُتر کر نیزہ کی طرف نماز پڑھنا شروع کیا۔ اور اسمیں یہ دعا تھی کہ الٰہی اگر اس قوم کا قتل کرنا تیری طاعت ہے تو مجھے اجازت مل جائے اور اگر معصیت ہے تو مجھے اس لڑائی پر اطلاع ہو ہنوز اس سے فارغ ہوا نہ تھا۔ کہ علی رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہا اے جندب شرنا رضامندی سے پناہ مانگو میں یہ سنتے ہی اُن کی طرف دوڑا اور وہ اُتر کر نماز پڑھنے لگے اتنے میں ایک شخص آیا۔ اور کہا یا امیر المومنین کیا آپ کو ان لوگوں سے کچھ حاجت ہے۔ فرمایا کیا بات کہا وہ سب نہر سے پار ہو گئے یعنی اب اُن کا تعقب مشکل ہے فرمایا پار نہیں ہوئے اس نے کہا سبحان اللہ پھر دُوسرا شخص آیا اور کہا کہ وہ لوگ نہر کے پار اُتر گئے فرمایا نہیں کہا سبحان اللہ پھر تیسرا شخص آیا ویسا ہی کہا اور وہی جواب پایا پھر چوتھا شخص آیا اور وہی کہا فرمایا نہ وہ پار اُترے اور نہ اُتریں گے اسی طرف سب قتل کئے جائیں گے۔ خدا و رسول کی طرف سے یہ بات ٹھہری ہوئی ہے۔ پھر سوار ہوئے اور فرمایا اے جندب میں ایک شخص اُن کی طرف

بھیجتا ہوں جو قرآن پڑھ کے اُن کو اُن کے رب کی کتاب اور اُن کے نبی کی سنّت کی طرف بلائے دیکھ لینا کہ وہ شخص ہماری طرف متوجہ ہونے نہ پائے گا۔ کہ اُس کو تیروں سے ماریں گے۔ اب جندب ہم ہیں سے دس شخص نہ مارے جائیں گے اور ان میں سے دس آدمی نہ بچیں گے۔ پھر فرمایا کوئی ہے کہ یہ مصحف اس قوم کی طرف لے جائے اور اُن کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور ان کے نبی کی سنّت کی طرف بلائے اور مارا جائے۔ پھر اُس کے لئے جنّت ہو۔ کسی نے جواب نہ دیا سوائے ایک جوان کے جو بنی عامر سے تھا۔ فرمایا کہ یہ مصحف لے جاؤ اور تم لوٹ کے نہ آؤ گے۔ وہ جوان قرآن لے کر اُن کی طرف روانہ ہوا جب ایسے موقع پر پہنچا کہ اس کی آواز اُن تک پہنچنے لگی۔ وہ لوگ کھڑے ہو گئے اور تیر مارنا شروع کیا۔ قبل اس کے کہ وہ لوٹے ایک شخص کا تیر اُس کے لگا وہ جوان تیر کے لگتے ہی ہمارے لشکر کی طرف مُنہ کیا اور بیٹھ گیا اس وقت علی کرم اللہ وجہہ نے حکم دیا کہ اب اس قوم کو لو۔ جندبؓ کہتے ہیں کہ میں نے قبل نماز ظہر اس ہاتھ سے آٹھ آدمیوں کو قتل کیا اور جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ ہمارے دس آدمی شہید نہ ہوئے اور اُن کے دس آدمی نہ بچے۔ روایت کیا اُس کو طبرانی نے انتہیٰ دیکھئے جندب رضی اللہ عنہ پر اُن کے زہد و عبادت کا کس قدر اثر پڑا کہ اُن کے ساتھ جنگ کرنے میں اُن کو تردد ہو گیا تھا اگر وہ تمام پیشین گوئیاں علی کرم اللہ وجہہ کی وقوع میں نہ آتیں۔ معلوم نہیں کہ ملال اُس کا کیونکر رفع ہوتا۔ باوجود اُس کے قتل کے بعد پھر اُن کے حالات کا سب کو خیال آیا

اور یہ فکر ہوئی کہ کہیں بہترین مردم ہمارے ہاتھ سے قتل نہ ہوئے ہوں۔ اور اس فکر نے یہانتک اثر ڈالا کہ سب کے سب رونے لگے۔ کما فی کنز العمال عن طارق بن زیاد قال خرجنا مع علی الی الخوارج فقتلہم قال اطلبوا فان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انہ یخرج قوم تیکلمون بکلمۃ الحق لایجاوز حلوقہم یخرجون من الحق کما یخرج السہم من الرمیۃ سیماہم ان فیہم رجلاً اسود مخدج فی یدہ شعرات اسود فانظروا ان کان ہو فقد قتلتم شر الناس وان لم یکن فقد قتلتم خیر الناس فبکینا فقال اطلبوا فطلبنا فوجدنا المخدج فخررنا سجودا وخر علی رضؓ معنا الدورقی وابن جریر ترجمہ روایت ہے طارق بن زیاد سے کہ نکلے ہم علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ خوارج کی طرف اور ان کو قتل کیا پھر علیؓ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ قریب ہے کہ ایک قوم نکلے گی۔ جن کی بات حق ہوگی لیکن اُن کے حلق کے نیچے سے وہ بات نہ اُترے گی نکل جائیں گے وہ لوگ حق سے جیسا کہ تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ علامت اُن کی یہ ہے۔ کہ اُن میں ایک شخص سیہ فام ہوگا۔ جس کا ہاتھ ناقص اور اس پر سیاہ بال ہونگے اُس کو ڈھونڈو اگر وہ شخص اُن میں ہے تو سمجھ جاؤ کہ تم نے سب آدمیوں سے بدتر لوگوں کو مارا اور اگر وہ نہ ملا تو سمجھو کہ سب سے اچھے لوگوں کو تم نے قتل کیا یہ سُن کر سخت پریشانی ہوئی اور سب رونے لگے فرمایا ڈھونڈو تو سہی جب خوب تلاش کی گئی تو اُس شخص کی لاش مل گئی تمام اہل لشکر مارے خوشی کے سجدۂ شکر میں گرے اور علیؓ نے بھی ہمارے ساتھ سجدہ شکر بجالایا انتہیٰ۔ اب خیال کرنا چاہیئے کہ اس قوم کا تقویٰ اور تورع اور عبادت و زہد کس درجہ بڑھا

ہوا تھا کہ بعد قتل کے اُن حضرات کو اس قدر خوف ہوا ورنہ یہی حضرات لشکر معاویہؓ کو برابر قتل کرتے رہے جنمیں ہزارہا صحابہ وتابعین شریک تھے۔ پھر کسی روایت میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ اُن کے قتل میں ایسے متردد ہوئے ہوں۔ اس قوم کی عبادت کا یہ حال تھا کہ عبداللہ بن عباسؓ کے سے شخص کہتے ہیں کہ ایسے زاہد و عابد میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ جیسا کہ اس حدیث میں مصرح ہے جس کو امام نسائی رح نے خصائص علی کرم اللہ وجہہ میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔ عن ابی زمیل سماک الحنفی قال حدثنا عبداللہ بن عباس قال لما خرجت الحروریۃ اجتمعوا فی دارہم ستۃ الاف اتیت علیا علیہ السلام فقلت یا امیر المومنین ابرد الظہر لعلی آتی ہولاء القوم فاکلمہم قال انی اخاف علیک قلت کلا قال فخرجت الیہم ولبست احسن مایکون من حلل الیمن قال ابو زمیل کان ابن عباس جمیلا جہیراً قال ابن عباس فاتیتہم وہم مجتمعون فی دارہم قائلون فسلمت علیہم فقالوا مرحبا بک یا ابن عباسؓ فماہذہ الحلۃ قال قلت ما تعیبون علیّ لقد رایت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واحسن مایکون من الحلل ونزل قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق قالوا فما حالک قلت اتیتکم من عند صحابۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المہاجرین والانصار لابلغکم مایقولون وتخبرون بما تقولون فعلیہم نزل القرآن وہم اعلم بما یوحی منکم وفیہم انزل ولیس فیکم منہم احد فقال بعضہم لا تخاصموا قریشا فان اللہ تعالیٰ یقول ہم قوم خصمون قال ابن عباس واتیت قوما لم ار قوما قط اشد اجتہاداً منہم مسہمۃ وجوہہم من السہر کان ایدیہم ورکبہم

تمشی علیہم قمص مرحضتہ فقال بعضہم لنکلمنہ ولننظرن مایقول قلت اخبرونی ماذا
نقمتم علی ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصہرہ والمہاجرین والانصار قالوا ثلثا
قلت ماہن قالوا اما احداہن فانہ حکم الرجال فی امر اللہ تعالی وقال اللہ تعالی ان
الحکم الا للہ ومالل رجل وما للحکم وما للرجل فقلت ہذہ واحدۃ واما الاخرۃ فانہ قاتل
ولم یسب ولم یغنم فلئن کان الذی قاتل کفاماً لقد حل سبیہم وغنیمتہم ولئن کانوا
مومنین ماحل قتالہم قلت ہذہ ثنتان فما الثالثۃ قالوا انہ محی اسمہ من امیر المومنین
فہو امیر الکافرین قلت اعندکم سوی ہذا قالوا احسبنا ہذا فقلت بہم ارایتم ان قرأت
علیکم من کتاب اللہ ومن سنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم مایرد بہ قولکم اترضون قالوا
نعم فقلت لہم اما قولکم حکم الرجال فی امر اللہ تعالی فانا اقرا علیکم ماقد رد حکمہ الی
الرجال فی ثمن ربع درہم فی ارنب ونحوہا من الصید فقال۔ یاایہا الذین آمنوا
لاتقتلوا الصید وانتم حرم الی قولہ تعالی یحکم بہ ذوا عدل منکم فنشدتکم باللہ احکم
الرجال فی ارنب ونحوہا من الصید افضل ام حکمہم فی دمائہم وصلاح ذات بینہم
وان تعلموا ان اللہ تعالی لوشاء لحکم ولم یصیر ذلک الی الرجال وفی المرأۃ وزوجہا
قال اللہ عزوجل وان خفتم شقاق بینہما فابعثوا حکما من اہلہ وحکما من اہلہا ان
یریدا اصلاحًا یوفق اللہ بینہما فجعل اللہ تعالے احکم الرجال سنۃ ماضیۃ۔ اخرجت من
ہذہ قالوا نعم قلت واما قولکم قاتل ولم یسب ولم یغنم اتسبون امکم عائشہ رضی اللہ عنہا
ثم تستحلون منہا ماتستحل من غیرہا فلئن فعلتم فقد کفرتم وہی امکم وان قلتم لیست بامنا
لقد کفرتم ان اللہ تعالی یقول النبی اولی بالمومنین من انفسہم وازواجہ
امہاتہم فانتم تدورون بین ضلالتین ایہما صرتم الیہا صرتم الی ضلالۃ فنظر

بعضہم الی بعض قلت اخرجت من ہارہ قالوا نعم قلت اما قولکم محی اسمہ من
امیر المومنین فانا انبئکم بمن ترضون دار اکم قد سمعتم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یوم الحدیبیتیہ کاتب سہل بن عمرو وابا سفیان بن حرب فقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لامیر المومنین اکتب یا علی ہذا ما اصطلح علیہ محمد رسول اللہ
فقال المشرکون واللہ ما نعلم انک رسول اللہ لو نعلم انک رسول اللہ
ما قاتلناک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم انک تعلم انی رسول اللہ
اکتب یا علی ہذا ما اصطلح علیہ محمد بن عبد اللہ فواللہ لرسول اللہ خیر من علی
وما اخرجہ من النبوۃ حین محی نفسہ قال عبد اللہ بن عباس فرجع من القوم
الفان وقتل سائرہم علی ضلالۃ انتہیٰ قال الحاکم ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم

ترجمہ روایت ہے ابو زمیل سماک حنفی سے کہ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ جب
نکلے حروریہ اور جمع ہوئے چھ ہزار شخص اپنے مقام میں علی رضی اللہ عنہ کے
پاس جاکر کہا کہ یا امیر المومنین نماز ظہر میں کسی قدر توقف کیجئے میں چاہتا
ہوں کہ اس قوم میں جاؤں اور ان سے کچھ گفتگو کروں فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ
تمہیں کہیں ضرر نہ پہنچائیں میں نے کہا کچھ خوف نہ کیجئے پھر میں عمدہ حلہ یمنی
پہن کر نکلا۔ ابو زمیل کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بہت خوبصورت اور
بلند آواز تھے ابن عباس رضؓ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس قوم میں گیا جہاں وہ
سب جمع تھے اور ان پر سلام کیا انھوں نے اس کے جواب میں کہا مرحبا اے ابن
عباس اور یہ حلہ کیسا میں نے کہا مجھ پر کیا عیب دھرتے ہو خود رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر میں نے عمدہ سے عمدہ حلہ دیکھا ہے اور یہ آیت قرآن

شریف میں موجود ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ
مِنَ الرِّزْقِ یعنی کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون حرام کیا اللہ کی زینت کو جو
پیدا کی اپنے بندوں کے لئے پھر میں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے پاس
سے جنمیں مہاجرین انصار موجود ہیں اس غرض سے آیا ہوں کہ تمہیں اُن کے
اقوال پہنچادوں وہ لوگ وہ ہیں جن پر قرآن نازل ہوا اور وہ تم سے زیادہ وحی
کو جانتے ہیں انہیں کے معاملات میں قرآن نازل ہوا اور اُن میں سے
تم میں کوئی نہیں ہے۔ جب اُنہوں نے یہ سُنا تو بعضوں نے کہا قریش سے مباحثہ
مت کرو کیونکہ حق تعالیٰ انکی شان میں فرماتا ہے هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ یعنی
وہ لوگ جھگڑنے والے ہیں ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ میں ایسی قوم میں گیا۔ کہ
عبادت میں کوشش کرنے والے اُن سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا تھا چہرے
اُن کے زیادہ جگنے سے سوکھے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ٹیڑھے سفید کپڑے
پہنے ہوئے غرض بعضوں نے مباحثہ سے انکار کیا اور بعضوں نے کہا۔ کہ ہم
مباحثہ کرتے ہیں دیکھیں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ میں نے کہا۔ یہ تو بتاؤ
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم اور داماد میں اور مہاجرین و
انصار میں تم نے کیا عیب دیکھا ہے کہا تین عیب میں نے کہا وہ کیا۔ کہا اک
تو یہ کہ انہوں نے اللہ کے کام میں لوگوں کو حکم بنایا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ
فرماتا ہے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ یعنی نہیں ہے حکم مگر اللہ کے لئے آدمی
کو حکم سے کیا علاقہ کہا دوسرا یہ کہ انہوں نے جنگ کیا پھر نہ ان لوگوں کو قید
کیا نہ اُن کا مال لوٹا۔ اگر وہ لوگ کافر تھے تو اُن کا مال حلال

اور غنیمت تھا اور اگر مسلمان تھے تو ان کے ساتھ لڑنا ہی درست نہ تھا۔ کہا
ہیں دو ہوئے تیسری بات کیا ہے کہا انہوں نے اپنے نام سے لفظ امیر المومنین
کو مٹا دیا تو اب وہ امیر الکافرین ہیں۔ میں نے کہا اس کے سوائے بھی کچھ ور الزامات
ہیں۔ کہا یہی بس ہیں۔ میں نے کہا اگر ان اعتراضات کے جواب میں قرآن کی
آیتیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں پڑھوں تو کیا تم راضی ہو گے کہا
ہاں۔ میں نے کہا کہ جو تم کہتے ہو کہ اللہ تعالےٰ کے امر میں انہوں نے ان
آدمیوں کو حکم بنایا سو یہ آیت سنو کہ حق تعالیٰ نے ربع درہم کے معاملہ کو آدمیوں
کی رائے پر رکھا یعنی محرم اگر خرگوش برابر جانور کو شکار کرے تو اس کی جزا
میں جس کا اندازہ ربع درہم ہوگا۔ دو شخص عادل کے حکم کی ضرورت ہے کما
قال تعالیٰ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ الیٰ قولہ تعالےٰ
یَحْکُمُ بِہٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ اب میں قسم دیکر تم سے پوچھتا ہوں کہ آدمیوں کا حکم ہونا
خرگوش کے باب میں افضل ہے یا مسلمانوں کے خون اور اُن کے اصلاح کے معاملہ
میں اور تم جانتے ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس معاملہ میں خود ہی حکم فرماتا
اور اسی طرح عورت اور مرد کے مقدمہ میں حکم بنانے کی اجازت اس آیۃ شریفہ
سے ثابت ہے قال تعالیٰ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِھِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ
وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا۔
اس سے معلوم ہوا کہ آدمیوں کو حکم بنانا سنت جاریہ ہے کیا اس اعتراض
کا جواب ہو گیا۔ کہا ہاں۔ پھر میں نے کہا تم جو کہتے ہو کہ انہوں نے جنگ کیا۔
مگر کسی کو قیدی نہ بنایا۔ اور نہ غنیمت لی سو میں پوچھتا ہوں کیا تم اپنی ماں

عائیشہ رضی اللہ عنہا کو قیدی بنا لوگے اور اُن سے حلال سمجھوگے جو اوروں سے
حلال سمجھتے ہو اگر اس کے قائل ہوئے تو کافر ہو گئے۔ کیونکہ وہ تمہاری ماں
ہیں اور اگر تم نے کہا کہ ماں نہیں ہیں تب بھی کافر ہو گئے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا
ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہَاتُہُمْ
اس صورت میں تم دو گمراہیوں میں سرگرداں رہوگے جسکو اختیار کیا گمراہ
ہوئے یہ سنتے ہی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے میں کہا اس اعتراض کا بھی
جواب ہو گیا۔ کہا ہاں پھر میں نے کہا۔ تم جو کہتے ہو کہ لفظ امیر المومنین کو مٹا دیا
سو میں اُن کے حال سے خبر دیتا ہوں جس سے تم راضی ہو جاؤ گے اور میں
خیال کرتا ہوں کہ تم نے بھی سُنا ہو گا۔ کہ جب حدیبیہ کے روز نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو اور ابو سفیان بن حرب کے ساتھ مصالحت کی اور
صلحنامہ امیر المومنین کے ہاتھ لکھوایا۔ فرمایا اے علی لکھو ہذا ما اصطلح علیہ
محمد رسول اللہ ان لوگوں نے کہا یہ نہ ہو گا۔ وہ نہیں جانتے کہ آپ اللہ کے
رسول ہیں ورنہ جنگ ہی نہ کرتے حضرت نے فرمایا اللہ تو جانتا ہے کہ میں رسول
اللہ ہوں لکھو اے علیؓ ہذا ما اصطلح علیہ محمد بن عبد اللہ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بہتر ہیں علیؓ سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لفظ رسول اللہ کو مٹانے سے رسالت سے ہرگز
نہیں نکلے۔ عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ تقریر سن کر دو ہزار شخصوں نے توبہ کی
اور باقی اسی گمراہی پر مارے گئے انتہیٰ۔ اس حدیث سے اُن کے عبادات
اور خیالات کا حال معلوم ہوا احتیاط کا یہ حال تھا کہ بات بات پر قرآن و حدیث
سے دلیل طلب کیجاتی تھی اور رائے سے بالکل احتراز تھا جیسا کہ اس حدیث

سے ظاہر ہے عن علی بن ابی ربیعہ قال سمعت علیاً علی المنبر واتاہ رجل فقال یاامیر المومنین مالی اراک تستحل الناس استحالۃ الرجل ابلہ بعہد من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او شیئا رائیتہ قال واللہ ماکذبت ولاکذبت ولاضللت ولاضل بی بل عہد من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہدہ الی وقد خاب من افتری عہدا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اقاتل الناکثین والقاسطین والمارقین البزار ع کذافی کنز العمال **ترجمہ** روایت ہے علی ابن ابی ربیعہ سے کہ علی کرم اللہ وجہہ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا اے امیر المومنین میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ آدمیوں کی خونریزی ایسی حلال سمجھ رہے ہیں جیسے کوئی اپنے اونٹوں کو ذبح کرتا ہے کیا کوئی وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس باب میں آپ کو ہوئی ہے یا آپ اپنی رائے سے یہ کام کرتے ہو فرمایا قسم ہے اللہ کی کہ نہ میں جھوٹ کہا نہ مجھ کو جھوٹی خبر دیگئی اور نہ گمراہ ہوا نہ گمراہ کیا گیا اور بے نصیب ہے جو افترا کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو وصیت کی کہ جو لوگ عہد شکنی کریں اور حق بات سے عدول کریں اور خروج کریں تو ان کے ساتھ جنگ کروں انتہیٰ اسی طرح دوسری روایت میں وارد ہے عن الحسن قال لما قدم علی البصرۃ فی امر طلحۃ واصحابہ قام عبداللہ بن الکوا وابن عباد فقالا یا امیر المومنین اخبرنا عن مسیرک ہذا وصیۃ اوصاک بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام عہد عہدہ ام رای رائیتہ الحدیث رواہ ابن راہویہ وصحح کذافی کنز العمال۔ **ترجمہ** روایت ہے حسن بصری رح سے کہ جب علی کرم اللہ وجہ طلحہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے اصحاب کے بارہ میں بصرہ کو تشریف لائے۔

عبداللہ بن کوا اور ابن عباد کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے امیرالمومنین خبر دیجئے کہ یہ
آپ کا جانا کیسا ہے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیّت کی ہے یا اقرار
لیا ہے یا صرف آپکی رائے ہے انتہیٰ۔ مقصود یہ کہ اگر رائے ہو تو ہم اتباع نہ
کریں گے۔ اُن لوگوں کو رائے سے کچھ ایسا احتراز تھا کہ اس کو بالکل بیکار ہی کر دیا
تھا اسی وجہ سے بھانجے اور بھتیجوں کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح جائز رکھتے تھے اس لئے
کہ قرآن شریف میں صرف لڑکیوں اور بھانجی بھتیجیوں کی حرمت کا ذکر ہے۔ اُن
کی اولاد کا ذکر نہیں۔ یہ بات عبدالکریم شہرستانی نے الملل و نحل میں لکھی ہے
اور قرآن شریف پر عمل کرنے میں ان کو اس قدر غلو تھا کہ جب تک نص
قطعی سے کوئی بات ثابت نہ ہو کسی کی نہ مانیں یہانتک کہ زانی کے رحم کے
کے قائل نہ تھے اور نہ اُس حدّ قذف کے قائل تھے جو محصن مرد کو کوئی گالی دے
اس لئے کہ ان دونوں مسئلوں کا حکم صرف حدیث سے ثابت ہے۔ صراحۃً
قرآن شریف میں مذکور نہیں کذا فی الملل والنحل۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ
نے جب دیکھا کہ بات بات پر قرآن سے دلیل طلب کرتے ہیں۔ بتنگ ہو کر
ایک بار قرآن منگوایا اور کہنے لگے اے قرآن ان لوگوں سے تو ہی بات کر کما
ورد عن عبداللہ بن عیاض بن عمر والفارسی قال جاء عبداللہ بن شداد فدخل
علی عائشۃ رضؓ و نحن عندھا جلوس مرجعہ من العراق لیالی قتل علی رضؓ فقالت لہ یا
عبداللہ بن شداد ھل انت صادق عما اسالک عنہ حدثنی عن ھولاء القوم
الذین قتلھم علیؓ قال ان علیا لما کاتب معاویۃ و حکم الحکمین علیہ خرج علیہ
ثمانیۃ الاف من قراء الناس فنزلوا ارضا یقال لھا حروراء من اجانب الکوفۃ وانھم

عتبوا علیہ فقالوا انسلخت من قمیص البسکہ اللہ واسم سماک اللہ بہ ثم نطلقت فحکمت فی دین اللہ ولا حکم الا للہ فلما بلغ علیا ما عتبوا وفارقوہ امر موذنا فاذن لا ید خل علی امیر المومنین الا رجل قد حمل القرآن فلما ان امتلات الدار من قرار الناس دعا بمصحف امام عظیم فوضعہ بین یدیہ فجعل یصکہ بیدہ ویقول ایھا المصحف حدث الناس فقالوا یا امیر المومنین انسال عنہ فانما ھو مداد فی ورق ونحن نتکلم بما رونیا عنہ فما ترید قال اصحابکم ہولاء الذین خرجوا بینی وبینہم کتاب اللہ الحدیث حم والعدنی ع ک کر ص کذا فی کنز العمال - ترجمہ روایت ہے عبد اللہ بن عیاض سے کہ ایک بار عبد اللہ بن شداد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ عائشہ رضؓ نے اُن سے پوچھا اے عبد اللہ سچ بتاؤ کہ علی رضی اللہ عنہ نے جن لوگوں کو قتل کیا اُن کا حال کیا تھا کہا جب علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما نے صلحنامہ لکھا اور دو شخصوں کو حکم قرار دیا آٹھ ہزار قاری قرآن علیحدہ ہو گئے اور حرورا میں جو ایک مقام ہے کوفہ کے گرد ونواح میں جا ٹھہرے اور علیؓ پر الزام لگایا کہ جو قمیص اللہ نے تمہیں پہنایا تھا اُسکو تم نے نکال دیا اور جو لقب کہ اللہ کی طرف سے تمہیں ملا تھا اس کو تمنے مٹا دیا اور اپنے ہاتھ سے آپ ہی معزول ہو گئے اور اللہ کے دین میں تم نے حکم بنایا۔ حالانکہ حکم خاص اللہ کے لئے ہے علیؓ نے یہ سُنکر اعلان دیا کہ جو شخص امیر المومنین کے پاس آوے۔ قرآن ساتھ لیتے آئے جب دار الحکومت قاریوں سے بھر گیا مصحف امام کو منگواکر رُوبرو رکھا اور اس کو مار مار کہنے لگے اے مصحف ان لوگوں سے بات کر

انھوں نے کہا اے امیر المومنین ہم قرآن سے نہیں پوچھتے وہ تو سیاہی ہے
کاغذوں میں ہم اسمیں کلام کرتے ہیں جو ہم سے بیان کیا گیا ہے آپ چاہتے کیا
ہیں فرمایا یہ لوگ تمہارے ساتھ والے جو علیحدہ ہو گئے ہیں - اُن کے اور
میرے بیچ میں کتاب اللہ ہے روایت کیا اس کو امام احمد اور علدنی اور
ابو العلی اور حاکم اور ابن عساکر نے انتہیٰ قیاس کرنا چاہیئے ان لوگوں نے
دلائل پوچھ پوچھ کر علیؓ کو کس قدر دق کیا ہوگا کہ یہ حرکت اُن سے صادر
ہوئی اور تنزیہ جناب باری میں ان لوگوں کو اس بلا کا احتیاط تھا کہ سورۃ
یوسف کو قرآن شریف سے اس لحاظ سے خارج کردیا کہ خدائے تعالیٰ کی
شان سے بعید ہے کہ عشق کا قصہ بیان کرے اور عمل میں اُن کو اس قدر
اہتمام تھا کہ مرتکب کبیرہ کو کافر اور مخلد فی النار اور صغیرہ پر اصرار کرنیوالوں کو مشرک
کہتے تھے صاحب ملل ونحل نے انکا قول نقل کیا ہے کہ نماز کو ترک کرنیوالا کافر ہے نہ
اس وجہ سے کہ نماز کو ترک کیا بلکہ اس وجہ سے کہ حق تعالیٰ کو نہیں جانا کیونکہ اگر
جانتا اور اعتقاد رکھتا کہ حق تعالیٰ تمام احوال پر مطلع اور طاعت پر جزا
اور معصیت پر سزا دینے والا ہے تو اس گناہ پر جرأت نہ کرتا اس جرأت
سے معلوم ہوا کہ اس نے جانا ہی نہیں اور اگر جانا ہے تو تکلیف کی کچھ پرواہ
نہ کی - اس باب میں تارک صلواۃ اور ہر مرتکب کبیرہ کافر ہونے میں برابر
ہے - دوسری وجہ یہ ہے کہ ابلیس صرف کبیرہ کے مرتکب ہونے سے کافر
ہوا کہ باوجود حکم کے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا ورنہ اس کی توحید
میں کسی قسم کا شک نہیں اور یہ بھی اعتقاد ہے کہ اجنبی عورت کو دیکھ لینا

یا چھوٹی جھوٹ کہنا صغیرہ ہے اور جب اس پر اصرار ہو تو شرک ہو جاتا ہے خیال کر نیکی جائے ہے کہ جن لوگوں نے یہ اصول مان لئے ہوں گے اُن کے اعمال کا کیا حال ہوگا۔ جتنے ذریعے نجات کے آدمی خیال کر سکتا ہے وہاں سب منقطع ہیں۔ دوزخ ہر وقت پیش نظر ہے کہ جہاں امر الٰہی کے امتثال میں سستی ہوئی یا کوئی حرام فعل صادر ہو گیا قطعاً دوزخی بن گئے اب نہ کسی کی شفاعت سے کام چلتا ہے نہ خدائے تعالیٰ کی رحمت کی اُمید ہے کیونکہ کفار کا رحمت الٰہی سے مایوس ہونا نص قطعی سے ثابت ہے اس خیال شبانہ روزی نے اُن کے چہروں پر کیسا رنگ خضوع جمایا ہوگا۔ اور اعضا پر کیسی کیفیت انکسار طاری ہوگی۔ اسی وجہ سے ابن عباسؓ نے کہا انکی سی حالت کسی قوم کی میں نے نہیں دیکھی اور ظاہر بھی یہی ہے اس لئے صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے اور خدائے تعالیٰ کی رحمت کے قائل تھے اور جانتے تھے کہ صرف عمل سے کبھی نجات نہیں مل سکتی پھر اُن حضرات پر انکی سی مصیبت ہی کیوں آتی جو ویسی حالت بنتی۔ غرضکہ توحید عبادت زُہد تقویٰ وغیرہ وغیرہ اُمور جن کا حال بتفصیل معلوم ہوا ان لوگوں میں نہایت درجہ بڑے ہوئے تھے۔ اگر یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں نہ ہوتے تو بادی النظر میں اولیا اللہ سمجھے جاتے اور اُنکے مخالف کو نہیں معلوم لوگ کیا سمجھتے۔ مگر الحمد للہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی کارروائیوں اور احادیث صحیحہ کی تصریحات سے تمامی اہل اسلام پر اُن کی قلعی کھل گئی۔ اور بے دین اور دوزخی ہونا اُن کا ثابت ہو گیا۔ اب دیکھنا چاہیے۔ کہ وہ

کونسی بات تھی جس نے باوجود ان اوصاف کمال کے اُن پر بے دینی کا حکم صادر کردیا اصل منشا اگر دیکھا جائے تو صرف بیباکی اور بے ادبی اُنکی پیش نظر ہو جائیگی جس سے پہلی خرابی یہ ہوتی کہ بزرگان دین کی عظمت نہ ہونیکی وجہ سے طبیعت میں تقلید کی صلاحیت نہ رہی اور ہمسری کا دعویٰ کر کے خود مجتہدین بیٹھے۔ حضرت علیؓ کے قول کا جب اُن کے نزدیک کچھ اعتبار نہ تھا اور ہر بات میں ان سے دلیل طلب کرتے تھے تو اور کسی بزرگ کے قول کو وہ کب مانتے تھے۔ حالانکہ علیؓ کا قول وفعل خود واجب القبول اور بجائے خود دلیل تھا۔ آخر یہی ترک تقلید جس کو انہوں نے تحقیق سمجھا تھا۔ عین مادہ گمراہی ہوا۔ دیکھ لیجئے جب مسئلہ حکم اُن کے سمجھ میں نہ آیا اور اس میں تقلید بھی نہ کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ پر شرک وکفر کا الزام لگا دیا اور خود کافر بنے نعوذ باللہ من ذلک اس سے بڑھ کر اور کیا گستاخی اور بے ادبی ہوگی کہ کیسے کیسے جلیل القدر صحابہ کی انہوں نے تکفیر کی جس کا حال معلوم ہوگا اور مخبر صادق کی بشارتوں کا کچھ خیال نہ کیا۔ ملل ونحل میں لکھا ہے کہ زیاد بن امیہ نے عروہ ابن ادبیہ سے جو خارجی تھا پوچھا کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا کیا حال تھا کہا اچھے تھے پھر عثمان رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا کہا ابتدا میں چھ سال تک اُن کو میں بہت دوست رکھتا تھا پھر جب انہوں نے نئی نئی باتیں اور بدعتیں شروع کیں ان سے علیحدہ ہو گیا اس لئے کہ وہ آخر میں نعوذ باللہ کافر ہو گئے تھے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ کا حال پُوچھا کہا وہ بھی اوائل میں اچھے تھے جب حکم بنایا نعوذ باللہ کافر ہو گئے اسلئے اُن سے بھی علیحدہ

ہوگیا پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا کہ اُنکو ایک سخت گالی دی پھر
زیاد بن امیہ نے اپنا حال پوچھا کہا تمہارا اوّل زینت تھا اور آخر گزندگی اور
دونوں حالتوں کے بیچ میں تم اپنے رب کے نافرمان ہو زیاد نے اسکی گردن مارنے کا حکم دیا
اور اسکے غلام کو بلا کر کہا کہ اسکا مختصر سا حال بیان کر کہا جب میں اُسکے پاس کھانا
لیجاتا یا بچھونا کرنیکو جاتا غرض ہر حال میں یہی اعتقاد اور اجتہاد اسکا دیکھتا تھا
لکھا ہے کہ طلحہ زبیر عائشہ عبداللہ بن زبیر اور تمام اہل اسلام جو ان کے ساتھ تھے
رضی اللہ عنہم اجمعین سبکی تکفیر کیا کرتے اور سبکو مخلد فی النار کہتے تھے نعوذ باللہ من ذلک
اور ان کا یہ بھی قول تھا کہ جائز ہے کہ حق تعالیٰ ایک ایسا نبی بھیجے کہ بعد نبوت
کے کافر ہو جائے یا قبل نبوت کے کافر رہا ہو اور ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ
حق تعالیٰ عجم میں ایک نئی ملت صابیہ سے پیدا کرے گا اور اس پر ایک
کتاب وقت واحد میں نازل ہوگی جو آسمان پر لکھی جا چکی ہے اور محمد مصطفٰے
صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو چھوڑ دے گا۔ ملل و نحل میں سوائے اسکے
اور کئی اعتقاد ان کے نقل کئے ہیں بخوف تطویل اسی پر اکتفا کیا گیا اس سے
ظاہر ہے کہ کسر شان نبوت بھی انکو مقصود تھی چنانچہ اس حدیث سے یہ بھی
بات معلوم ہوتی ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ عن ابی یحییٰ قال سمع
رجلا من الخوارج وھو یصلی صلوۃ الفجر یقول ولقد اوحی الیک والی الذین
من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین قال فترک سورتہ
التی کان فیھا قال وقرأ فاصبر ان وعد اللہ حق ولا یستخفنک الذین لا یوقنون
روایت ہے ابی یحییٰ سے کہ ایک خارجی نے صبح کی نماز میں یہ آیت پڑھی۔

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ یعنی آپ کی طرف اور اگلے نبیوں کی طرف یہ وحی کی گئی
کہ اگر شرک کروگے۔ تم تو تمہارے عمل اکارت ہو جائیں گے اور ہنوگے تم
نقصان پانے والوں سے انتھی۔ پھر اُس سورہ کو چھوڑ کر دوسرے سورہ
کی یہ آیت پڑھی فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ الآیۃ یعنی صبر کرو یقیناً اللہ کا
وعدہ سچا ہے اور نہ ہلکا کریں آپکو وہ لوگ جو یقین نہیں کرتے اس قسم کی آئتیں
چُن چُن کے پڑھنے سے مقصود اُس شخص کا یہی معلوم ہوتا ہے کہ عظمت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لوگوں کے دلوں سے کم ہو جائے کیونکہ اگر اسکو
قراءت ہی مقصود ہوتی تو مرتب آئتیں پڑھتا راوی کو بھی حیرت ہوئی پھر
وہ سمجھ گئے کہ یہ بات مسلمان سے ہو نہیں سکتی بعد تحقیق کے پہلے تصریح اس
امر کی کردی۔ کہ وہ شخص خارجی تھا پھر وہ قصہ بیان کیا۔ اگر اُس شخص کی
برائی بیان کرنا راوی کو مقصود نہ ہوتا تو اس قصہ کے بیان کی کوئی ضرورت
نہ تھی اس لئے کہ قرآن ہر شخص نماز میں پڑھتا ہے۔ ان تمام احادیث وغیرہ
سے اس قوم کا طریقہ اور طرز رفتار معلوم ہو گیا کہ جب اپنی سمجھ کے کوئی بات
خلاف پائے اس پر اعتراض کر بیٹھے اور ادب کو پاس آنے نہ دیتے۔ توحید کی
حفاظت اور شرک و بدعت کے مٹانے کو اپنا فرض منصبی ٹھہرایا تھا پھر اس ٹٹی
کے آڑ میں ہزارہا مسلمانوں کی تکفیر کر دی جو آیتیں کفار کی شان میں نازل
ہوئیں مسلمانوں کو اُن کا مصداق بنایا جیسا کہ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ کو جو
کفار قریش کی شان میں ہے صحابہ کے مقابل پڑھ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی تنقیص شان کی آیتیں ڈھونڈا کرتے وغیر ذلک الحاصل

گستاخیوں اور بے ادبیوں میں وہ لوگ ہر زمانہ کے بے ادبوں کے پیشوا
اور مقتدا تھے۔ جس مسئلہ و مقام میں انہوں نے کچھ کلام کیا۔ اُن کے پیروؤں
میں وہ مسئلہ معرکتہ الآرا بنا جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ قریب معلوم ہوگا۔ پھر
ان بے دینیوں پر اُن کو وثوق تھا کہ اپنے مخالفوں کو کافر اور اُن کے مال کو
غنیمت سمجھے تھے کما فی الملل والنحل ظاہرا اس بات پر وہ لوگ دلیل بھی رکھتے
تھے کہ نہ اُن کا سا کوئی عابد و زاہد اس وقت تھا نہ صاف صاف کہنے والا
دینی اُمور میں کسی کی رو رعایت نہیں خواہ ولی ہو یا صحابی یا نبی جہاں خلاف
بات دیکھی فوراً کہہ دیا۔ ہر چند یہ دلیل ظاہرا قوی معلوم ہوتی ہے مگر انجام کار
کے معلوم ہونے سے ہمیں تو یقین ہو گیا۔ کہ واقع میں وہ دلیل بالکل باطل
اور سیدھی دوزخ میں لیجانیوالی تھی اب اُن کے انجام کار کا حال سنئے مصنف
ابن ابی شیبہ میں ہے۔ عن سعید بن جمھان قال کانت الخوارج قد دعونی حتی
کدت ان ادخل فیہم فرایت اخت ابی بلال فی المنام کانہا رات ابابلال
قالت فقلت یا اخی ما شانک قال فقال جعلنا بعدکم کلاب اہل النار
روایت ہے سعید بن جمہان سے وہ کہتے ہیں۔ کہ خوارج مجھے اپنے طرف
بلاتے اور ترغیب دیتے تھے یہانتک کہ قریب تھا کہ میں اُن میں مل جاؤں
ایک رات ابی بلال کی بہن کو خواب میں دیکھا۔ کہ وہ کہہ رہی ہیں کہ میں نے
اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے کہا ہم لوگ
تمہارے بعد دوزخ کے کتے بنائے گئے انتہیٰ۔ یہ خواب تصدیق اُس حدیث
شریف کی جو ہے کنز العمال میں ہے عن ابی غالب قال کنت فی مسجد دمشق فجاؤ

بسبعین راسا من راس الحروریۃ فنصبت علی درج المسجد فجاء ابوامامۃ فنظر الیہم فقال کلاب جہنم شر قتلی قتلوا تحت ظل السماء ومن قتلوا خیر قتلی تحت ظل السماء وبکی قال یا ابا غالب تقرء آل عمران قلت نعم قال منہن ایات محکمات ہن ام الکتاب واخر متشابہات فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ وقال تعالی یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوہہم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون قلت یا ابا امامۃ انی رایتک تہریق عبرتک قال نعم رحمۃ لہم انہم کانوا من اہل الاسلام قال افترقت بنوا اسرائیل علی واحدۃ وسبعین فرقۃ وتزید ہذہ الامۃ فرقۃ واحدۃ کلہا فی النار الا السواد الاعظم علیہم ما حملوا وعلیکم ما حملتم وان تطیعوہ تہتدوا والسمع والطاعۃ خیر من الفرقۃ والمعصیۃ فقال لہ رجل یا ابا امامۃ امن رایک تقول ہذا ام شیء سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اذا لجریء بل سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر مرۃ ولا مرتین ولا ثلثۃ حتی ذکر سبعاً ش وابن جریر ترجمہ - روایت ہے ابو غالب سے کہ خارجیوں کے ستر سر دمشق میں مسجد کی سیڑھیوں پر نصب کئے گئے ابو امامہ رضی نے انکی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ جہنم کے کتے ہیں اور بدتر ہیں تمام روئے زمین کے مقتولوں سے اُن کے قاتلوں سے جو شہید ہوئے وہ تمام روئے زمین کے مقتولوں سے بہتر ہیں پھر یہ آیتیں پڑھیں اور کہا کہ جتنے فرقہ سواد اعظم کے سوا ہیں سب دوزخی ہیں کسی نے کہا اے ابو امامہ یہ باتیں کیا آپ اپنی رائے سے کہتے ہیں یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں کہا اگر میں اپنی رائے سے ایسی باتیں کہوں تو مجھ میں بڑی جرأت ہو گئی

یہ باتیں ایک دو بار نہیں بلکہ سات بار سے زیادہ سُنی ہیں روایت کیا اس کو ابن شیبہ اور ابن جریر نے انتہیٰ الملخصاً - اور یہی روایت با دنی اختلاف مستدرک حاکم میں دو طریقوں سے مروی ہے ایک میں اُن کا کلاب النار ہونا مصرح ہے - غرضکہ اُس قوم کا دوزخی بلکہ دوزخ کے کتے ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی بار کے ارشاد سے ثابت ہے اور تصدیق بھی اُس خواب سے ہو گئی - اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ باوجود اُن فضائل کے دوزخ میں آدمی بھی نہیں کتے بنے اس کی کیا وجہ ہو گی - بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ انمیں کتونکی صفت غالب تھی کہ بزرگان کی شان میں زبان درازی کرنا اور ہر کسی پر بیباکانہ حملہ کر جانا گویا اُن کا شعار ہو گیا تھا - چونکہ یہ صفت راسخ تھی اس عالم میں اُس کا یہ اثر ہوا کہ صورت ظاہری بھی اس کے تابع کر دی گئی نعوذ باللہ من ذلک اس قوم کی ایک ظاہر نکبت یہ تھی کہ جس کے دلمیں انکی محبت آئی آثار برکت کے اُس سے جاتے رہے - چنانچہ اس روایت سے ظاہر ہے عن ابی الطفیل ان رجلا ولد لہ غلام علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدعا لہ واخذ بشرۃ جبہتہ فقال بہا ہکذا وغمز جبہتہ ودعا لہ بالبرکۃ قال فنبت شعرۃ فی جبہتہ کانہا ہلب فرس فشب الغلام فلما کان زمن الخوارج احبہم فسقطت الشعر عن جبہتہ فاخذ ابوہ یقیدہ مخافۃ ان یلحق فیہم قال فدخلنا علیہ فوعظناہ وقلنا لہ فیما نقول الم تران برکۃ دعوۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم قد وقعت من جبہتک فما زلنا بہ حتی رجع عن رایہم فرد اللہ الیہ الشعر بعد فی جبہتہ وتاب واصلح کذا فی مصنف ابن ابی شیبہ ترجمہ روایت ہے ابو الطفیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

ہیں ایک لڑکا پیدا ہُوا حضرت نے اُس کو دعا دی اور اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور دبایا۔ اثر اُس کا یہ ہوا کہ پیشانی پر اُس کی خاص طور پر بال اُگے جو تمام بالوں سے ممتاز تھے وہ لڑکا جوان ہُوا اور خوارج کا زمانہ پہنچا اور اُن سے اُس کو محبت ہوئی ساتھ ہی وہ بال جو دست مبارک کا اثر تھا جھڑ گئے اس کے باپ نے جو یہ حال دیکھا اسکو قید کر دیا کہ کہیں اُن میں مل نہ جائے ابوالطفیل کہتے ہیں کہ ہم لوگ اسکے پاس گئے اور وعظ و نصیحت کی اور کہے دیکھو تم جو اُن لوگوں کی طرف مایل ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا کی۔ برکت تمہاری پیشانی سے جاتی رہی غرض جبتک وہ شخص اُنکی رائے سے رجوع نہ کیا ہم اُس کے پاس سے ہٹے نہیں پھر جب اُنکی محبت اُسکے دل سے جاتی رہی حق تعالیٰ نے وہی نشانی دست مبارک کی اسکی پیشانی میں پھر پیدا کر دی پھر تو اس نے بالکلیہ اُنکے عقاید سے توبہ کی اور اچھی حالت پر ہو گیا انتہٰے۔ اس حدیث سے کئی اُمور مستنبط اور ثابت ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک لگ گیا اس مقام کو ہمیشہ کے لئے ایک خصوصیت اور برکت حاصل ہو گئی پھر کبھی تو حق تعالےٰ نے اُسکے آثار ظاہر بھی فرما دیا اور اگر کبھی ظاہر نہ فرمایا۔ تو اس مقام میں برکت تو ضرور رکھی اسی وجہ سے بخاری شریف وغیرہ کتب صحاح سے ثابت ہے کہ ابن عمرؓ وغیرہ صحابہ حضرت کے ماثر کو تلاش کرنے میں نہایت اہتمام کیا کرتے تھے انشاءاللہ تعالیٰ کسی مقام میں یہ بحث بھی مفصّل آجائیگی۔ دُوسرا یہ کہ اُن آثار کے ظہور کے لئے وہ مقامات خاص کئے جاتے تھے جو برگزیدہ ہوں پھر جہاں کسی قسم کی اُنمیں خرابی آگئی وہ آثار اور

صلاحیت وہاں سے جاتی رہی تاکہ طالبان حق کو اس سے عبرت حاصل ہو تیسرا یہ کہ اُن آثار کے اثر کے لئے بھی وہی لوگ خاص کئے جاتے تھے جو اہل حق ہوں یعنی اس برکت کے قابل اہل ایمان ہی ہوا کرتے تھے۔ اہل باطل کو اس طرف توجہ نہ تھی۔ چوتھا یہ کہ جس کو حضرت نے براہ شفقت دست مبارک لگادیا عقاید باطلہ کا اثر اُس کے دلمیں ہونے نہ پایا دیکھ لیجئے۔ اگر اس شخص کے دل میں اوّل عقاید کا پورا اثر ہو جاتا تو پھر اس کے رجوع کی اُمید نہ تھی جیسا کہ ابی ہریرہؓ کی روایت سے معلوم ہوا اور انشاءاللہ تعالیٰ آیندہ بھی معلوم ہوگا کہ اس فرقہ کے عقاید کا پورا اثر جسکے دلمیں ہو جاتا ہے تو کبھی وہ راست پر نہیں آتا۔ احادیث و آثار جو خوارج کے باب میں ہیں اس کثرت سے وارد ہیں کہ اُن کی نقل کے لئے کئی جز چاہیئے جن لوگوں کو حق تعالیٰ نے فہم سلیم دیا ہے اتنا بھی اُن کے لئے کافی ہے۔ ہر چند یہ فرقہ خاص ان عقیدوں کے ساتھ جس پر بانی مذہب بنا کیا معلوم نہیں ابتک موجود ہے یا نہیں مگر اتنا تو یقین ہے کہ اس رفتار پر چلنے والوں سے کوئی زمانہ خالی نہ ہوگا اس لئے کہ اُوپر معلوم ہو چکا کہ مسلمانوں کو گمراہ اور مردود بنانے کے باب میں شیطان کے پاس بے ادبی اور بیباکی سے بہتر کوئی طریقہ نہیں جس کا تجربہ خود اُسکی ذات پر ہو چکا ہے اور بیباکیاں اور بے ادبیاں اس فرقہ کے اُصول میں داخل ہیں۔

اور سوائے اس کے اس حدیث شریف سے یہ بات بھی ظاہر ہے عن ابی جعفر

الفراء مولی علیؓ قال شہدت مع علی رضی اللہ عنہ النہر فلما فرغ من قتلہم قال اطلبوا

المخدج فطلبوہ فوجدوہ فی وہدۃ رجل اسود منتن الریح فی موضع یدہ کہیئۃ الثدی

علیہ شعرات فلما نظر الیہ قال صدق اللہ و رسولہ فسمع احد ابنیہ اما الحسنؓ او الحسینؓ یقول الحمد للہ الذی اراھا امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم من ہذہ الاصابۃ فقال علیؓ لو لم یبقی من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم الا ثلثۃ لکان احدہم علی رای ہولاء انہم لفی اصلاب الرجال و ارحام النساء کذا فی کنز العمال ترجمہ ابو جعفر فراء کہتے ہیں کہ میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہر کی لڑائی میں شریک تھا جب علیؓ اُن کے قتل سے فارغ ہوئے فرمایا اس شخص کو ڈھونڈو جس کا ہاتھ ناقص ہے چنانچہ اُس شخص کی لاش ملی وہ شخص سیاہ خام تھا اور اس سے بدبو آتی تھی اور اُس کے ہاتھ کی جگہ بشکل پستان ایک گوشت پارہ تھا جس پر چند بال تھے۔ علیؓ نے اُس کو دیکھ کر فرمایا سچ کہا خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسنؓ یا امام حسین علیہما السلام نے خدائے تعالیٰ کا شکر بجا لایا علیؓ نے فرمایا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے صرف تین ہی شخص رہ جائیں اُن میں بھی ایک شخص اس فرقہ کی رائے اور طریقہ پر ہوگا۔ وہ لوگ ہنوز مردوں کی پیٹھ اور عورتوں کے رحم میں ہیں روایت کیا اس کو طبرانی نے اوسط میں انتہیٰ اور اس حدیث شریف سے بھی یہی ثابت ہے کہ یہ فرقہ کئی بار ظہور کریگا۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج ناس من المشرق یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیہم کلما قطع قرن نشاء قرن حتی یکون آخرہم یخرج مع مسیح الدجال حم طب، ک، حل۔ ترجمہ روایت ہے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کئی لوگ مشرق کے طرف سے نکلیں گے پڑھیں گے وہ قرآن مگر اُن کے حلق کے نیچے نہ اُترے گا جب ایک سینگ کاٹا جائیگا تو دوسرا نکلے گا۔ یعنی جب ایک فرقہ

[illegible] زمانہ نجد کا حال

کا استیصال کیا جاویگا تو دوسرا ظہور کریگا یہانتک کہ وہ آخر میں دجال کیساتھ رہیگی - روایت کی اسکو امام احمد اور طبرانی اور حاکم وغیرہ نے انتہی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خوارج بھی مشرق ہی کے طرف سے نکلے اور وہابی بھی جنکا فتنہ مدتوں ملک عرب میں رہا غالبًا یہ وہی فرقہ ہے جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے

عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم بارک لنا فی شامنا وفی یمننا قال قالوا وفی نجدنا فقال قال اللھم بارک لنا فی شامنا وفی یمننا قال قالوا وفی نجدنا قال قال ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان روا البخاری ترجمہ روایت ہے ابن عمر رض سے کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ الٰہی ہمارے شام اور یمن میں برکت دیجیو صحابہ رض نے عرض کی اور ہمارے نجد میں مقصود یہ کہ نجد کو بھی حضرت دعا میں شریک فرمالیں پھر وہی دعا کی کہ الٰہی ہمارے شام اور یمن برکت دیجیو پھر صحابہ نے نجد کے لئے عرض کی حضرت نے فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہاں شیطان کا سینگھ نکلے گا روایت کی اُس کو بخاری نے انتہی - اُس حدیث شریف سے بتصریح معلوم ہوا کہ نجد سے فتنے برپا ہونگے اور اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ مشرق سے نکلیں گے اگرچہ شرق عام ہے کہ ہندوستان بھی مدینہ طیبہ کے شرق ہی میں واقع ہے مگر مدینہ طیبہ کے عام وخاص لوگ نجد ہی کو شرق اور وہابیوں کو شرقی کہا کرتے ہیں - جن کی اقامت ملک نجد میں ہے پس معلوم ہوا کہ ان حدیثوں سے وہابیوں کا فتنہ مراد ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی چند علامتیں بیان فرمائیں منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ مشرق سے نکلیں گے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا

اور ایک یہ کہ بات نہایت عمدہ کہیں گے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے عن ابن مسعود قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج فی آخر الزمان سفہاء الاحلام یقولون من
قول خیر البریۃ یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیہم من یقنہم فلیقتلہم فان فیہ اجر المن
قتلہم الحکیم کذا فی کنز العمال ترجمہ - روایت ہے ابن مسعود سے کہ فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نکلیں گے آخر زمانہ میں بیوقوف لوگ بات نہایت اچھے
لوگوں کی سی کہیں گے اور قرآن پڑھیں گے - مگر وہ اُن کے حلق سے نیچے نہ اُترے گا-
جو شخص اُن سے ملے چاہیئے کہ اُن کو قتل کر ڈالے کیونکہ اُن کے قتل میں ثواب
ہے انتہی ظاہر ہے کہ ان کا دعویٰ یہی تھا کہ شرک و بدعت کو مٹاتے ہیں- اور
ایک علامت یہ ہے کہ وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے - چنانچہ اس حدیث
شریف سے ظاہر ہے - عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یخرج من امتی قوم یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرہم یقتلون اہل الاسلام
فاذا خرجوا فاقتلوہم فطوبی لمن قتلہم وطوبی لمن قتلوہ کلما طلع منہم قرن قطعہ اللہ
عزوجل حم کذا فی کنز العمال ترجمہ - روایت ہے ابن عمر رض سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نکلے گی - ایک قوم میری اُمّت سے کہ قرآن پڑھیں گے
مگر اُن کے حلق سے نہ اُترے گا - قتل کریں گے وہ اہل اسلام کو خوشخبری ہے اُس
کو جس نے انہیں قتل کیا اور جس کو انہوں نے شہید کیا جب کوئی شاخ اُن کی
نکلے گی - حق تعالیٰ اُس کو قطع کر دیگا - روایت کی اس کو امام احمد نے انتہی یہ
بات ثابت ہے کہ ہزار ہا مسلمانوں کو اُن لوگوں نے قتل کر کے حرمین شریفین اور
تمامی ملک عرب پر تسلط کر لیا تھا - اب بلیا کی کو انکے دیکھئے حق تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ یعنی جو شخص مسجد حرام
میں شرارت سے کجروی کرنا چاہے چکھائیں گے ہم اُسکو عذاب دردناک انتہی حافظ محی
السنتہ بغوی رح تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ
عنہما کا قول نقل کرتے ہیں ان تقتل فیہ من لا یقتلک او تظلم من لا یظلمک یعنی الحاد
بظلم یہ ہے کہ قتل کرے تو اس شخص کو جو تجھ کو نہ مارے یا ظلم کرے تو اس پر جو
تجھ پر ظلم نہ کرے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے لو ان رجلا ہم
بخطیئۃ لم یکتب علیہ مالم یعلمہا ولو ان رجلا ہم بقتل رجل بمکۃ وہو بعدن او
ببلد اخر اذاقہ اللہ من عذاب الیم - اگر کوئی کہیں گناہ کا قصد کرے تو جبتک اُسکا
وقوع نہ ہوگا - گناہ لکھا نہ جائیگا بخلاف اس کے کہ جو شخص مکہ میں رہتا ہو - تو
اُسکے قتل کے قصد پر عذاب الیم چکھایا جائے گا اگرچہ کہ قصد کرنیوالا عدن میں
ہو یا دُوسرے شہر میں اور مدینۂ طیبہ کی نسبت ارشاد ہے - عن عائشہ رضی اللہ
عنہا قالت سمعت سعداً قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یکید اہل
المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء رواہ البخاری یعنی بخاری شریف میں
روایت ہے سعد سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مدینہ والوں
کے ساتھ مکر وحیلہ کرے تو ایسا گلے گا جیسا نمک پانی میں پگلتا ہے ابن حجر رح
فتح الباری میں اس حدیث کے تحت میں مسلم کی روایت نقل کرتے ہیں - کہ قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرید احد اہل المدینۃ بسوء الا اذابہ اللہ فی
النار ذوب الرصاص او ذوب الملح فی الماء یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے جو شخص مدینہ والوں کو بُرائی پہنچانیکا ارادہ کرے گلائے گا - اُس کو

حق تعالیٰ دوزخ میں مثل سیسہ کے یا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے انتہیٰ جب مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں قتل اور برائی کے ارادہ پر یہ سزائیں ہوں تو جنھوں نے وہاں قتل عام کیا اور وہ وہ اذیتیں پہنچائیں جس سے ہزارہا لوگ جلا وطن ہو گئے ان کا کیا حال ہوگا۔ اور ایک علامت اس قوم کی یہ کہ قرآن پڑھیں گے جیسا کہ کئی حدیثوں سے یہ بات معلوم ہو چکی۔ قرآن شریف پڑھنے کا اس قوم میں اس قدر اہتمام تھا۔ کہ دلائل الخیرات کے صدہا نسخے جلادئے تاکہ اس کا وقت بھی تلاوت قرآن ہی میں صرف ہو جیسا کہ درر السنیہ میں مذکور ہے ایک علامت یہ ہے کہ اس قوم میں جو کوئی داخل ہوا اسکے پھر نیکی توقع نہیں۔ عن ابی بردۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج فی آخر الزماں قوم کان ہذا منہم یقرؤن القران لایجاوز تراقیھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السہم من الرمیہ ثم لا یرجعون الیہ سیماہم التحلیق لا یزالون یخرجون حتی یخرج آخرہم مع المسیح الدجال فاذا لقیتموہم فاقتلوہم ہم شر الخلق والخلیقۃ ش حم ن طب ک کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے ابی بردہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم نکلیگی وہ قرآن پڑھیں گے مگر وہ اُن کے حلق سے نہ اتریگا اسلام سے وہ ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر نہ پھرینگے اسلام کی طرف علامت ان کی یہ ہے کہ سر منڈایا کریں گے یہ قوم ہمیشہ خروج کرتی رہیگی یہانتک کہ آخر دجال کیساتھ ہونگے جب کبھی تم انسے ملو انکو قتل کر ڈالو کیونکہ وہ کل آدمیوں اور جانوروں سے بدتر ہیں روایت کی اُسکو ابن شیبہ اور امام احمد نسائی طبرانی اور حاکم نے انتہیٰ اسمیں شک نہیں کہ کوئی باطنی نکبت اس فرقہ میں

ضرور ہے جسکی وجہ سے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ دین میں
نہ آئیں گے مگر بظاہر ایک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ حمایت توحید اور دفع
شرک و بدعت کے غرور میں محبوبان بارگاہ الٰہی کی نہ صرف توہین کرتے ہیں بلکہ
مثل اصول دین کے تعلیم و تعلم میں اس کو داخل کرتے ہیں جس کی وجہ سے غیرت
الٰہی انکو تباہ کر دیتی ہے اور ایک علامت یہ کہ بنی تمیم سے ہونا جیسا کہ دراسینہ
میں کتاب جلاء الظلام سے نقل کیا ہے کہ ظن غالب ہے کہ محمد ابن عبدالوہاب ذوالخویصرہ
تمیمی کی اولاد سے ہوگا جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں
دی ہے عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان
من ضئضئ ہذا او فی عقب ہذا قوما یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرہم یمرقون من الدین
کما یمرق السہم من الرمیۃ یقتلون اہل الاسلام ویدعون اہل الاوثان لئن ادرکتہم
لاقتلنہم قتل عاد رواہ البخاری ترجمہ روایت ہے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ
سے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس شخص کے خاندان یا نسل میں ایک قوم ہوگی
کہ وہ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلق سے نہ اترےگا دین سے وہ ایسے نکل جائیں گے۔
جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے وہ مسلمانوں کو قتل کرینگے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے
اگر میں انکو پاتا تو قتل کرتا مثل قوم عاد انتہیٰ روایت کیا اسکو بخاری نے انتہیٰ۔
اس شخص کا نام ذوالخویصرہ تھا۔ چنانچہ اس حدیث سے ظاہر ہے جو مسلم شریف میں ہے
عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال بینا نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو
یقسم قسما اتاہ ذوالخویصرہ وہو رجل من بنی تمیم فقال یا رسول اللہ اعدل قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویلک و من یعدل اذا لم اعدل قد خبت و خسرت

ان لم اعدل فقال عمر بن الخطاب یا رسول اللہ ائذن لی فیہ اضرب عنقہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم صلوتہ مع صلوتہم و صیامہ مع صیامہم یقرؤن القرآن لایجاوز تراقیہم یمرقون من الاسلام کما یمرق السہم من الرمیۃ الحدیث ترجمہ روایت ہے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ ایک بار ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے حضرت کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ بنی تمیم کے قبیلہ والا ایک شخص آیا جسکا نام ذو الخویصرہ تھا اور کہا یا رسول اللہ عدل کیجئے فرمایا حضرت نے خرابی ہو تیری اگر میں عدل نہ کروں تو پھر کون کریگا عمر رضی نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو اسکی گردن ماروں فرمایا جانے دو اسکے ساتھ والے ایسے لوگ ہونگے کہ تم اپنی نماز و روزہ کو انکی نماز و روزہ کے مقابلہ میں حقیر سمجھوگے وہ قرآن پڑھیں مگر حلق سے آگے نہ بڑھے گا اسلام سے وہ ایسے نکل جائینگے جیسے تیر شکار سے نکلتا ہے روایت کی اسکو مسلم رح نے انتہی ملخصاً اس حدیث شریف سے ثابت ہے کہ ذو الخویصرہ قبیلہ بنی تمیم سے تھا اور ابن عبد الوہاب بھی تمیمی ہے تعجب نہیں کہ اُس کی نسل سے ہو اور اگر نہ بھی ہو تو ہم خاندان ہونے میں شک نہیں اور ایک علامت یہ ہے کہ سر کے بال منڈوایا کرینگے جیسا کہ کئی حدیثوں سے ابھی معلوم ہو چکا عن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج قوم من المشرق محلقان الرؤس یقرؤن القرآن لایجاوز حناجرہم طوبی لمن قتلوہ وطوبی لمن قتلہم ابو نصر السنجری فی الابانہ والخطیب و ابن عساکر کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے عمر رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک قوم مشرق سے نکلیگی جو سر منڈوائے ہوئے ہونگے پڑھیں گے وہ قرآن مگر انکے حلق سے نہ اُتریگا خوشخبری ہے اُسکو جو اُنکے ہاتھ سے شہید ہوا اور

جس نے اُن کو قتل کیا انتہیٰ اور درر سنیہ میں بخاری اور مسلم سے یہ روایت نقل کیا ہے
کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج ناس من المشرق ویقرؤن القرآن لایجاوز
تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ لایعودون فیہ حتی یعود السھم
الی فوقہ سیماھم التحلیق جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرق کی طرف سے ایک فرقہ نکلیگا کہ قرآن
پڑھیں گے مگر نکل جائیں گے دین سے پھر نہ لوٹیں گے جیسے تیر شکار سے نکل کر لوٹتا نہیں علامت انکی
یہ ہے کہ سر منڈوایا کریں گے انتہیٰ۔ پھر قول عبدالرحمٰن اہدل مفتی زبید کا نقل کیا کہ
ابن عبدالوہاب کے رد میں کوئی کتاب لکھنے کی ضرورت نہیں صرف یہ نشانی کافی ہے
جسکی خبر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے کہ (سر منڈوایا کرینگے) کیونکہ اس
شخص نے جیسا سر منڈوانے میں اہتمام کیا تھا کسی فرقہ میں نہ ہوا اس نے دستور ٹھہرا
دیا تھا کہ جو شخص اپنی ملت میں داخل ہو اسکو سر منڈوانا ضرور ہے یہانتک کہ عورتوں
میں بھی یہ حکم جاری کر دیا تھا ایک روز کسی عورت نو گرفتار سے بحسب عادات سر منڈوانے
کو کہا اس نے جواب دیا کہ عورتوں کے سر کے بال اور مردوں کی داڑھیاں برابر ہیں اگر مردوں کی
داڑھیاں منڈوائی جائیں تو عورتوں کے سر کے بال منڈوانا بجا ہوگا یہ سنکر مبہوت
ہوگیا اور کچھ جواب نہ دے سکا الحاصل علامات مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ مخبر صادق
صلی اللہ علیہ وسلم فرقہ وہابیہ کے نکلنے کی خبر دے چکے ہیں اور جو علامتیں بیان فرمائیں۔
سب اُسمیں پائی گئیں اور سوائے احادیث مذکورہ بالا کے درر سنیہ میں کئی حدیثیں
نقل کئے جنمیں علامتیں اس گروہ کی مذکور ہیں اور وہ سب اُنمیں پائی گئیں احادیث
مذکورسے یہ بات بھی ثابت ہے کہ فرقہ خوارج کی وہ ایک شاخ ہے مگر اس وجہ سے کہ نئے طور پر اس کا
خروج ہوا اسلئے اُس کا نام جداگانہ قرار پایا اور اس کے بانی کی طرف منسوب کیا گیا اسی وجہ سے

یہ لوگ محمدی کہلاتے ہیں مگر محتاط علمانے جب دیکھا کہ عوام الناس انکو ضرور گالیاں دینگے اور اُسمیں توہین لفظ نام مبارک کی ہوگی اسلئے محمد ابن عبدالوہاب کے نام سے جزو دوم کی طرف منسوب کر کے باختصار لفظ وہابی مقرر کیا غرض وہابی اور محمدی کے یہاں ایک معنی ہیں محمد ابن عبدالوہاب کا مجملاً حال یہ ہے ۱۱۱۱ھ گیارہ سو گیارہ میں وہ پیدا ہوا اور بعد کسی قدر تحصیل علم کے ۱۱۴۳ھ گیارہ سو تینتالیس میں اپنے خیالات فاسد کو رواج دینے کیواسطے خطہ نجد میں گیا پہلے صرف اسی بات پر زور دیا کہ اس زمانہ میں شرک ہر طرف پھیل گیا ہے اور اسلام کی حالت روز بروز گھٹتی جارہی ہے اس وقت ہر مسلمان پر واجب ہے کہ توحید کو رواج دینے اور شرک کو ہٹانیکا فکر کرے چونکہ یہ دعویٰ قابل تسلیم تھا لوگ اُسکے دام میں پھنسنے لگے چنانچہ ۱۱۵۰ھ گیارہ سو پچاس میں اُس کی شہرت ہوئی اور درعیہ اس کے اطراف وجوانب کے لوگ اسکے تابع ہو گئے اور روز بروز ترقی ہونے لگی جب کسی قدر مجمع ہو گیا جہاد پر آمادہ ہوا اور اپنے ہواخواہوں کو جمع کر کے لکچر دیا کہ سوائے اس خطہ کے اسوقت کل روئے زمین پر شرک پھیلا ہوا ہے اور سوائے تم چند شخصوں کے جتنے لوگ آسمان کے تلے ہیں سب مشرک ہیں اب ہم کو ضرور ہے کہ جہاد کر کے مشرکوں کو قتل کریں تمہیں یاد رہے جو کوئی مشرک کو قتل کرتا ہے اسکے لئے جنت ہے پھر سب سے بیعت لیکر جہاد کا حکم دیا۔ یہ فتنہ ایک مدت تک رہا اس قوم نے ہزارہا مسلمانوں کو شہید اور جلا وطن کر دیا اور حرمین شریفین پر قبضہ کر کے کئی سال بالاستقلال حکم رانی کی آخر ۱۲۲۷ھ بارہ سو ستائیس میں بحکم سلطان محمود حرمین وغیرہ سے نکالے گئے مادہ تاریخ اُنکے اخراج کا قطع دابر الخوارج ۱۲۲۷ھ ہے اس فتنہ کی کسی قدر تفصیل اور حال اُن مصیبتوں کا جو اہل حرمین شریفین پر گذریں

شیخ وحلان مکی رح نے الدرر السنیہ میں لکھا ہے اس فرقہ کو بھی مثل خوارج کے عمل میں نہایت اہتمام تھا یہانتک کہ تارک فرض کو کافر حلال الدم سمجھتے اور توحید میں انکو اسقدر غلو تھا کہ یا رسول اللہ کہنے والے اور بزرگوں سے مدد مانگنے والے کو کافر سمجھتے ابن عبدالوہاب ہر جمعہ کے خطبہ میں کہا کرتا کہ جو شخص نبی کا توسل کرے وہ کافر ہے اور زیارت قبور نا جائز سمجھی جاتی تھی چنانچہ لکھا ہے کہ ایک قافلہ احسا سے مدینہ طیبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے گیا تھا واپسی کے وقت جب درعیہ پہنچا جہاں وہ تھا اس نے انکی یہ سزا ٹھہرائی کہ داڑھیاں سبکی منڈوائی جائیں اور گدھوں پر اس سوائی کے ساتھ سوار کئے جائیں کہ دم کی طرف منہ ہو اور یہی حالت احسا تک رہے جہاں انکا گھر ہے تا تشہیر ہو جائے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو جائے اسکی یہ سزا ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بدعت سے ان لوگوں کو اسقدر احتراز تھا کہ صدہا دلائل الخیرات اور دوسرے علوم کی کتابیں جلا دی گئیں اس میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نابینا اذان کے بعد منارہ پر باآواز بلند درود شریف پڑھا کرتے تھے ابن عبدالوہاب نے اسکو منع کیا جب انھوں نے نہ مانا قتل کر ڈالا اور کہا کسی عورت کے گھر سے رباب کی آواز درود کی آواز سے بہتر ہے جو مناروں پر پڑھا جائے اور مولود شریف کسی کو پڑھنے نہ دیتا صرف نحو و فقہ وغیرہ علوم کے مطالعہ سے منع کرتا اس کا قول تھا کہ اصل شریعت ایک تھی ان لوگوں کو کیا ہوا جو اسمیں چار مذہب کر دئے کبھی کہتا کہ قول ائمہ اربعہ بالکل قابل اعتبار نہیں اور کبھی کہتا وہ تو حق پر تھے مگر ان کے اتباع کتابیں تصنیف کرکے خود گمراہ ہوئے اور لوگوں کو گمراہ کیا۔ شیخ سلیمان بن سحیم حنبلی نے جو معاصر ابن

عبدالوہاب کے ہیں ایک استفتا کیا جسکا جواب علامہ احمد بن علی قبتبانی نے دیا ہے
استفتا میں لکھا ہے کہ ابن عبدالوہاب نے یہاں اقسام کی بدعتیں نکالیں۔
اور لوگوں کو گمراہ کرنے پر کمر باندھی ہے منجملہ اُنکے چند یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم پر ہر جمعہ کے دن اور رات میں درود پڑھنے سے منع کرتا ہے اور کہتا ہے
ایسی بدعت ہے کہ اس سے آدمی دوزخی بن جاتا ہے دلائل الخیرات اور روض
الریاحین کے کئی نسخے اُس نے جلادئے اس کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
نام پر لفظ سیدنا کہنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے اور کہتا ہے کہ کبھی جو قدرت ہوگی
قبہ شریف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈھادیگا۔ زید بن خطاب اور اُنکے
ساتھ والے صحابہ کی قبروں کو کھدواڈالا۔ غرضکہ اسکے بیباکیاں اور گستاخیاں
کوئی شمار وحساب نہیں رکھتے اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی نسبت کمال بے ادبی کے الفاظ کہتا ہے اور سن کر چپ رہتا ہے چنانچہ رسول
کے معنی طارش کہتا ہے جو ان لوگوں کی زبان میں ہرکارہ کو کہتے تھے اور اسکی اتباع
کہتے تھے کہ جو اس عصا سے کام نکلتا ہے وہ بھی اُن سے نہیں نکلتا اور وہ ایسی
باتیں سنکر خوش ہوتا اور سوائے اُسکے صدہا خرافات ان لوگوں کے زبان زد
تھے یہ فرقہ نجد میں ابتک موجود ہے اہل انصاف غور کرسکتے ہیں کہ کون مسلمان ایسا
ہوگا کہ ان اعتقادوں کو پسند کرے گا۔ مگر ہمارے حضرات زیادتی کر کے ادنی احتمال
پر کسی کو بھی وہابی کہہ دیتے ہیں جو قطع نظر فتنہ وفساد کے شرعاً جائز بھی نہ ہوگا ؛

متن انوارِ احمدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکر حق اس نظم میں ہیں وہ مضامین دلپذیر
جس سے ایمان تازہ ہو اور ہوں دل اعدا پہ تیر
ہے حدیثوں کا جو یہ مضمون بلا ریب و نکیر
جو محدث ہیں وہ اسکو مان لیں گے ناگزیر

گرچہ یہ اشعار ہیں پر شاعری اسمیں نہیں
ترجمہ منقول کا ہے خود سری اسمیں نہیں

لکھا اسکو نظم میں ہر چند میں شاعر نہیں
کیونکہ خوش ہوتے تھے اکثر نظم ہی سے شاہ دیں
تھا یہی لم جو مداح حسان کے تھے روح الامیں
کعب اور ابن رواحہ کو اسی کا تھا یقیں

ذکر ختم المرسلیں اس نظم سے مقصود ہے
جو ازل سے تا ابد ممدوح اور محمود ہے

حضرت عباسؓ نے جب نعت میں اس شاہ کی
اک قصیدہ لکھا جس سے ہو خجل سحبان بھی
سُن کے فرمایا صلہ شاعر کو دیتے ہیں سبھی
ہم نے دی اسکے صلہ میں سلطنت اسلام کی

مل گیا پروانہ با مہر قضا اک بات میں
سلطنت کی کنجیاں دیں خاندان کے ہاتھ میں

ٹھیرا کفارہ گناہوں کا جو ذکر اولیا
اور از قسم عبادت ہو جو ذکر انبیا
پھر ہو ذکر سرور عالم کا کیا مرتبا
جن کا ذکر پاک ہے گو یا کہ ذکر کبریا

رفیعِ ذکر پاک ثابت ہے کلام اللہ سے
مطمئن ہوتے ہیں دل ذکرِ شہ لولاہ سے

ذکرِ نام پاک سے نارِ جہنم سرد ہو — اور سبھی حضرت کا دوزخ میں نہ جائیگا کبھو
بوالبشر نے کی وصیت وقت آخر شیثؑ کو — کہ قرین ذکر حق ذکر محمد کیجئو

وحشتِ آدم گئی نام شہ لولاک سے
مُردہ زندہ ہو گئے تاثیر نام پاک سے

حضرتِ آدمؑ نے اُس فرزند سے یہ بھی کہا — میں تفرج کیلئے جب آسمانوں پر گیا
دیکھا ذکر احمدی میں ہر ملک مصروف تھا — اور ہر اک پتہ پہ جنت کے نام اُن کا لکھا

سینے حوروں کے ملائک کے جبینیں تا بعرش
ہر جگہ اس نام کا ہے عالم علوی میں نقش

ہے درود پاک ہی ذکر شہ عالی مقام — ہر طرح سے جس کا ہے خالق کو منظور اہتمام
بھیجتا ہے خود درود اس فخر عالم پر مدام — اور فرشتہ دائما مشغول ہیں جسمیں تمام

کیسی طاعت ہو گی وہ جسمیں ہو خود حق بھی شریک
ہے جو طاعت سے بری جس کا نہیں کوئی شریک

کیا فضیلت ہے پڑھے یکبار گر کوئی درود — بھیجتا ہے اُسپہ ستر رحمتیں رب ودود
اور ملائک کے درود اسپر کریں پیہم درود — ہو مدام اس کی ترقیٔ مدارج زود زود

دیکھ لیگا قبل موت اپنا وہ جنت میں مقام
اور ہم رتبہ شہیدوں کا رہے با احترام

محو ہوتے ہیں گنہ پڑھنے سے اسکے لاکلام — دفع ہوں سب ہم وغم جو کوئی پڑھتا ہو مدام

نکلیں اسکی وجہ سے دونوں جہاں کے سارے کام
جو پڑھے دایم رہے منصور و محبوب انام

ذکر خالق اور دعا ذکر نبی کے سات ہے
کیا صلوۃ احمدی بھی افضل الطاعات ہے

جو وضو کے وقت حضرت پر نہ پڑھتا ہو صلوۃ
ہے طہارت اسکی ناقص اسمیں ہیں کیا کیا نکات

بے صلوۃ احمدی کامل نہ ہو ہرگز صلوات
التحیات اسکی ہو جاتی ہے بالکل واہیات

اور جو نام شاہ دین سنکر نہ پڑھتا ہو درود
جائے رغما نار میں وہ ابخل الناس عنود

حضرت آدمؑ کو پہلے میل طبعی جب ہوا
عرض کی خاتوں نے حضرت مہر ہو اوّل ادا

بولے یارب مہر کیا دوں حق تعالیٰ نے کہا
صاحب لولاہ پر پڑھ لو درود باصفا

یعنی استحلال چاہئے درود پاک سے
تا کھلیں گل رشک افلاک و ملائک خاک سے

جتنا کل اہل زمیں پا دیں عمل کر کے ثواب
لیجے اتنا پڑھ کے دم بھر میں درود مستطاب

لکھی جائیں نیکیاں اسکی بدولت بحساب
ساتھ اسکے جو دعا کیجے ہو بیشک مستجاب

ہے فضیلت میں زیادہ تر وہ سب طاعات سے
حج سے اور صدقات سے اعتاق سے غزوات سے

جو کہ پڑھتا ہو درود اسکو شفاعت ہو نصیب
راضی ہو گا حق گواہی دینگے جب اسکے حبیب

عرش کا سایہ ملیگا ہو گا حضرت کے قریب
ہووے در زعید اس کو حشر کا روز مہیب

اور اس کثرت سے ہو گا نور اسدن اسکے ساتھ
جسکی وسعت میں سما سکتی ہو ساری کائنات

ہے بہت سارے فرشتوں کی عبادت بس یہی — کہ کریں دایم تلاش شخص ہمنام نبی
پھر جو پاویں ٹھہریں اسکے گھر یہ با صدق دلی — دیکھئے کس طرح ہے تعظیم نام پاک کی

صرف نام پاک جب ہووے ملائک کا مطاف
کیوں نہ در انکا ہو روحوں کا محل اعتکاف

جس مکاں میں ہو مسمی حضرت کا وہ گھر دائما — رزق و برکت سے رہے مملو بصد نشو و نما
توبہ حضرت صفی اللہ قبول اس دم ہوا — کہ وسیلہ شاہ دیں کے نام اطہر کو کیا

خاتم حضرت سلیماں میں جو وہ تسخیر تھی
نقش نام شاہ جن و انس کی تاثیر تھی

گرچہ انکی مدح میں قرآن ہے ناطق سربسر — وصف انکی کر سکے کیا کوئی بیچارہ بشر
رتبہ انکا کوئی کیا جانے جو دیوے کچھ خبر — عقل حیران ہے یہاں اور وہم کے جلتے ہیں پر

ہر مسلمان چھوڑے کیونکر نعت کو بالکلیہ
لیس تیرک کل ما لا یدرک بالکلیہ

خود خدا نے کی ثنائے رحمۃ للعالمین — انبیا دایم رہے مداح ختم المرسلیں
اور جماد و جانور بھی نعت سے چھوٹے نہیں — بت زبان قال سے کرتے تھے وصف شاہ دیں

ہاں مگر شیطان کو شاید ہو تو ہو اسمیں کلام
ماسوی کی اس نے جب تعظیم سمجھی ہے حرام

نعت وہ ہے جسکا حضرت نے کیا خود اہتمام — حق تعالی نے لیا جملہ نبیوں سے یہ کام
ہو جو محروم اس سے ہے ایمان اسکا ناتمام — اور جو دشمن ہو تو اسکے کفر میں پھر کیا کلام

کی بذات خود خدا نے نعت جب محبوب کی

پھر ثنا دلسے کریں کیونکر نہ سب محجوب کی

کیونکہ دلمیں جب کسیکی ہو محبّت جاگزیں
اُسکو بے ذکر و ثنائے دوست چین آتا نہیں

جس طرح ہوتا ہے دلمیں جب کسی سے بغض و کیں
اسکی بدگوئی میں رہتا ہے سدا وہ عیب چین

قلب کی کیفیتیں اظہار پاتی ہیں ضرور
دلکی موجیں لب پہ جوش اپنا دکھاتی ہیں ضرور

بہر خطبہ جب ہوا منبر کا مستحکم اساس
اور ستونوں نے جان عالم کو پایا اپنے پاس

عاشق صادق تھا جب دیکھا کہ ہے قربت سے یاس
گریہ و زاری لگا کرنے وہ غمگین بے قیاس

تھا تو چوب خشک پہ عشق ہی میں تازہ تھا
زمرہ عشاق میں نادر بلند آوازہ تھا

ہے جو خالق کو محبت انسے اسکا ذکر کیا
ہو جو تابع انکا اسکو دوست اپنا کہدیا

جس کو انسے ہو محبت ہے وہ محبوب خدا
رتبہ اسکا پا نہیں سکتی کبھی عقل رسا

ہوگا روز حشر خود خیر الورٰی کے ساتھ وہ
پا دے عالی مرتبہ بے کثرتِ طاعات وہ

حق نے حب اولیاء اللہ میں دیکھو کیا کہا
کہ میں ہو جاتا ہوں انکے چشم و گوش و دست و پا

جب محبت ہو طفیلیوں سے یہ بے انتہا
جب شاہ مرسلیں ہو کس قدر سوچو ذرا

انتہا اس حب کی عقلوں سے ہمارے دور ہے
مارمیت کی حقیقت جس طرح مستور ہے

الغرض یہ حمار ہے اور نعت محبوب خدا
لب پہ ہو صل علٰی اور قلب میں جل و علا

ہو زبان پر نام احمد کا احد دلمیں چھپا
چاہئے ہوں سراپا چشم و گوش اہل صفا

جلوۂ نور خدا از خود عیاں ہونے کو ہے
راز جو مخفی تھا خود صرف بیاں ہونیکو ہے

یعنی جب خالق نے چاہا غیب کا اظہار ہو
فیض بخش کن فکاں گنجینۂ اسرار ہو

اور عبودیت کا ساری خلق میں اقرار ہو
کنج تاریک عدم جولانگہ انوار ہو

نور سے اپنے کیا اک نور پیدا بے مثال
اور محمد اس کا رکھا نام حمداً لایزال

گرچہ حضرت ہیں محمد پر ستودہ ہے خدا
لیک جب خود حق تعالیٰ نے محمد کہدیا

کیونکہ جملہ حمد راجع ہیں سو رب العلا
پھر محمد ہم نے گر اُنکو کہا تو کیا ہوا

عقدہ یہ کھلتا نہیں کہ کون ہیں اور کیا ہیں وہ
ہاں سمجھتے ہیں بس اتنا برزخ کبریٰ ہیں وہ

حمد ہے اس خالق کون و مکان کو بے عدد
اور مقام ان کا کیا محمود با صد شد و مد

جس نے اُن کو کر دیا ذاتِ محمد تا ابد
پھر بنایا ان کو حامد اپنا وہ رب صمد

تھی جو اصل خلق بس لایق انہیں کے تھا یہ کام
تا ہو ان کا حمد سب کے حمد کے قایم مقام

الغرض اُس نور سے پیدا کیا عالم تمام
نام انکا لیکے نبیوں نے نکالے اپنے کام

لکھا پھر ہر جائے اپنے نام کیساتھ انکا نام
دی یہ شہرت انکو تا جانیں انہیں سب خاص و عام

وہ نبی اسوقت تھے کہ آدم آب و گل میں تھے
جاں جب آئی انہیں وہ جانیں زبان پر دلمیں تھے

پھر کیا یک شان سے آدم میں اسکو جلوہ گر
رکھا پیشانی میں تا ہو سجدہ گاہ بو البشر

پھر ملایک سے کرائے سجدے باصد کر وفر
اور لیا اقرار سب پیغمبروں سے معتبر

کہ وہ ختم الانبیا اور خیر خلق اللہ ہیں
ہیں وہ شمس الانبیا گر انبیا سب ماہ ہیں

تھا جو منظور خدا ہو مستقل اس کا ظہور
منتقل ہونے لگا اولاد آدم میں وہ نور

جو کہ قابل تھا ہوا اس نور کا اسمیں مرور
جسمیں آیا وہ ہوا اس جا کرامت کا وفور

اُسکی ٹھنڈک سے کہیں گلزار بنجاتی تھی نار
حسن کی گرمی کہیں کرتی دلوں کو بیقرار

الغرض پھر ظہور نور عین جان و دیں
ٹھیرے عالم میں عرب منظور رب لعالمیں

تاکہ ہوویں مطلع اس امر سے اہل یقیں
کہ ہے جسمانی تعین کا عبوا اور کچھ نہیں

گو مقر اُسکا عرب ہے پر وہ کل کا شاہ ہے
سایہ گستر دو جہاں پر ایک ظل اللہ ہے

رفتہ رفتہ صلب عبداللہ میں آیا وہ نور
جلوہ گر اُنمیں ہوا جسوقت مثل شمع طور

عشق سے ہونے لگے دل قابلوں کے چور چور
یعنی شیدا ہوتی تھیں اُنپر زنان رشک حور

پر ہر اک عورت قرین ہر شرف ہوتی نہیں
قابل یکدانہ گوہر ہر صدف ہوتی نہیں

اس امانت کیلئے تھیں آمنہ خاتون بنی
آمنہ تھیں ہر طرح سے جو کہ وہ ام نبی

رکھا ایمان کا مادہ انمیں تھا پہلے سے ہی
پھر تو پہیلی امن و ایماں کی انہیں سے روشنی

جسکے ہو فرزند وہ اُسکو شرف کیونکر نہو
گوہر نایاب سے فخر صدف کیوں نہ ہو

گرچہ رسم جاہلیت ان دنوں تھا بیشتر
اسلئے سب تھے بری اس رسم سے تا بوالبشر
لیک تھا حافظ خدا اُس خاندان کا سر بسر
پس نکاح اُن کا ہوا دین خلیل اللہ پر

تھی یہ وہ شادی کہ جسکی آسماں پر دھوم تھی
تہنیت کی ہر طرف کون و مکاں میں دھوم تھی

تھا فقط منظور کھلانا بشر ورنہ وہ نور
اُسکو رحم مادر و صلب پدر تھے کیا ضرور
جسکی دولت آدم و جملہ جہاں کا ہو ظہور
عقل عاجز ہے یہاں اور فہم ہے جفت قصور

جب خدا قدرت نمائی کا کوئی ساماں کرے
کیا ہی جز تسلیم مقدور اور جو انساں کرے

میں ہوں ابن دو ذبیح ارشاد حضرت نے کیا
اور عبداللہ جو ہیں والد خیر الوریٰ
یعنی اسمٰعیل جو جد عرب ہیں برملا ہو
ذبح کرنے کے لئے تھا باعث الہام کیا

اسمیں یک نکتہ ہے یعنی جسکے ہو ایسا پسر
باپ دادا چاہیئے قرباں ہوں اسپر سر بسر

الغرض وہ نور پاک حضرت خیر الوریٰ
شام مثل صبح گھر سے آپکے روشن ہوا
شمس کے مانند جب برج حمل میں آگیا
بلکہ تھی ساری زمیں اسوقت واں چہرہ نما

ہو نہ کیونکر روشنی تھی آمد عالیجناب
صبح صادق چاہیئے قبل طلوع آفتاب

پھر تو ہر جانب سے عالم میں بشارت کی تھی دھوم
اور تھے یوں نغمہ سرا سب نکتہ سنجان علوم
پڑھتے تھے اشعار ہاتف تہنیت کے جھوم جھوم
کہ مٹے جاتے ہیں اب سارے نحوست کے رسوم

ہاں ہیں ہشیار ظاہر حق ہوا چھپتا ہے اب

ہے یہ قطعاً صنم باطل شق ہوا چھپنا اب

تھے جہاں بتخانے بت ان سب کے نگوں سر ہو گئے
سبزے لہرانے لگے دن قحط کے سر ہو گئے
الٹے اورنگ جہاں باناں خود سر ہو گئے
قلعہ ہائے دولت و اقبال سب سر ہو گئے

کشت عالم سبز ہے باد بہاری آتی ہے
صاحب انا فتحنا کی سواری آتی ہے

تھا فقط اہل عقل ہی میں تھا نہ اسکا اہتمام
کوئی تو کہدے کہ سنا ہے اس طرح کا جشن عام
وحشیوں میں بھی مبارکباد کی تھی دھوم دھام
ابتدائے عالم تکوین سے تا یوم القیام

ہو گئی اخلاق جہاں کو ان دنوں کیسی خوشی
جسکے پرتو سے عیاں تھی ہر طرف ایسی خوشی

جب ولادت کا زمانِ باسعادت آگیا
باندھیں حوروں نے پرے جس سے تھا سارا گھر بھرا
پہنچیں خدمت کیلئے جلدی سے مریم آسیا
اور ملایک آفتابے لے کھڑے تھے جا بجا

شب برات و قدر ہو جسپر فدا کیا رات تھی
تھا نمایاں جلوۂ شان خدا کیا رات تھی

پس وہ نور پاک رب العالمین پیدا ہوئے
جان عالم قبلۂ اہل یقین پیدا ہوئے
مژدہ کو نبی و ختم المرسلیں پیدا ہوئے
شکر ایزد رحمۃ للعالمیں پیدا ہوئے

دھوم تھی عالم میں خورشید کرم طالع ہوا
ہاں کریں تعظیم اب نور قدم طالع ہوا

پر تو سب اصنام سر کے بل زمیں پر گر گئے
اٹھ گئیں نارین پڑے بیکار سب آتشکدے
اور گرے ایوان کسریٰ کے بھی کتنے کنگرے
واسطے تعظیم کے تارے بھی سارے جھک گئے

تھا غرض تعظیم کا ارض و سما میں اہتمام
کوئی راکع کوئی ساجد کوئی تھا صرف قیام

سامعین ہے توقع غور فرمائیں ذرا
وہ معین روز روزِ عید ٹھہرا گیا
تھا ذبیح اللہ کا جو فرحت فزا جو واقعہ
تہنیت کے سب رسوم اُس روز ہوتے ہیں ادا

روز میلاد نبی جسمیں تھا وہ کچھ اہتمام
ہو نہ کیونکر واجب التعظیم پیش حق مدام

مجلس میلاد بھی حاکی ہے وقت خاص کی
پھر بھلا تعظیم وقت ذکر میلاد نبی
جسمیں حسب حکم خالق خلق نے تعظیم کی
ہو خلاف مرضی حق یہ نہیں ممکن کبھی

حق تعالیٰ تو کراوے سجدے باصد عز و شاں
اور کھڑا رہنا نہ ہو جائز یہ کیسا ہے گماں

بولہب جس کے ہے ذم میں سورۂ تبت بڑا
ہو کے شاداں نعت حرہ اذ ہبی اس کو کہا
مژدۂ میلاد حضرت جب ثویبہ سے سنا
سا تھ اس کھلنے کے اُس کا ہاتھ بھی کچھ ہل گیا

عین آتش میں ہے جاری آب اُس کے ہاتھ سے
جس کے پینے سے ہے تسکیں پیاس کے صدمات سے

یہ اثر اللہ اکبر مجلس میلاد کا
پھر جو ایمان بھی ہو سا تھ اس جشن کے سوچو ذرا
کفر و دوزخ میں ہو جسکی آب یاری برملا
مبغضوں کی طرح کیا محروم وہ رہ جائے گا

یہ نہیں ممکن کہ رنج و شادمانی ایک ہوں
یہ تو ایسا ہے کہ جیسے آگ پانی ایک ہوں

پھر ہوا ظاہر مکانمیں ایک نورانی سحاب
چھپ گئے ہمدار عالم اُسمیں مثل آفتاب

اور منادی نے کیا پھر غیب سے اسکو خطاب
جلوہ گر سارے عوالم میں اُنہیں کر دے شتاب

تا خدائی جماعہ اُنکو دیکھ لے پہچان لے
یعنی ہر ایک اپنے آقا کو بخوبی جان لے

پس ہوئے حضرت روانہ جانب بر و بحا
تا کہ حیوانات بر و بحر کو دیں افتخار
پھر ہوئے روحانیونکی سمت شاہ دیں سوار
تا کہ ارواح ملایک کو بھی کر لیویں شکار

پھر تو ہر ایک کی زباں پر تھا کہ تو معراج ہے
رویت نور خدا ہم کو میسر آج ہے

پھر حلیمہ وہ کہ جنکا خاندان تک سعد تھا
آئیں خادمتیں تو دیکھا انکو شہ نے مسکرا
داہنی جانب کا انکے دودھ نوش جان کیا
جانب چپ اُنکے بچے کے لئے رکھی بچا

طفل بھی گر تھے تو دانش تھی طفیل انکی لسا
عارف احسان و کرم تھی جلوہ گر صبح و مسا

شاہ دیں کو پھر سواری کے جو لائیں متصل
تین سجدے شکر کے اُس نے کئے با صادق دل
پھر بڑھی سب سے اگرچہ تھی بہت ہی مضمحل
یہ عجائب دیکھ کر سب ہو گئے تھے پا بگل

بولی تم کچھ جانتے ہو میرا راکب کون ہے
آج میں وہ ہوں کہ مجھ پر شاہ ہر دو کون ہے

جب شہ ارض و سما کو لائیں خاتون اپنے گھر
تھے پڑے گھوارہ جنبانی ملک یا مدھے کمر
دلکے بہلانے کو تھا حلقہ بگوش انہ قمر
جس طرف کرتے اشارہ ساتھ ہی جھکتا ادھر

تھا دیں بھی ہیں تو سیر عالم ملکوت ہے
فکر تمہید تمہاد رونق ناسوت ہے

جب ہوا رفتار کا عزم اک تماشا تھا بپا
دھوپ میں ہٹتا تھا سر پر ابر رحمت چتر سا
خاک کی پابوسیاں تھیں دم بدم مشک سما
یا چھپا لیتا تھا منہ خورشید از فرط حیا

تابش خورشید کی رحمت سے ہو کیونکر قریں
زیب خاور عرش کی زینت سے ہو کیونکر قریں

پھر تو شاہ بحر و بر کا جس طرف ہوتا گزر
تھے جو مرفوع القلم کر لیتے سجدے بے خطر
سجدۂ تعظیم کرتے جھاڑ ۔ پتھر ۔ جانور
بلکہ تھا کچھ حکم خالق ہی انہیں اسطور پر

ورنہ یاں تو تھا تواضع کا کچھ ایسا اہتمام
کر نہیں سکتا تھا کوئی دست بوسی یا قیام

پھر جو چاہا حق نے اظہار نبوت برملا
عالم اسباب کی تاثیر کا خاکہ کھنچا
حالتیں پھر وہ کہاں نقشہ دگرگوں ہو گیا
اور دبستاں عبدیت کے رسم و آئیں کا کھلا

آفتاب حسن پر ابر تعصب چھا گیا
دیدۂ خفاش کا پردہ دلوں پر آ گیا

یعنی اہل کفر کی ہر سمت سے یورش ہوئی
کافروں نے کوتی ایذا رسانی میں نہ کی
درپئے آزار ختم المرسلیں تھا ہر شقی
جس سے ایذا خود خدائے پاک کو ہونے لگی

پھر تحمل آپ کا قدرت خدا کی تھی عیاں
صبر تھا یا سر بسر رحمت خدا کی تھی عیاں

اک اشارہ سے بھلا شق القمر جس نے کیا
پر فقط اخفائے اسرار خدا منظور تھا
اس کے آگے لشکر کفار کا کیا حوصلہ
دیکھ لو آخر یہ خارع سے اشارہ کر دیا

پھر پہاڑوں سے بھلا تائید لیتے کس طرح

اور ملایک کو مدد کا حکم دیتے کس طرح

باوجود اسکے اٹھائے جبکہ صدمے اسقدر
تب کیا دعوی کہ ہوں میں بھی تمہیں سا یک بشر
ورنہ جو مسجود اک عالم کا ہووے سر بسر
اہل دانش کس طرح رکھتے وہ دعوی معتبر
کس مصیبت سے چھپایا راز کو اغیار سے
پھر بھی لست مثلکم فرمادیا اخیار سے

اولین و آخریں کا علم گو موجود تھا
پر بحسب مصلحت کرتے تجاہل یا رہا
تھی غرض تعلیم گو کرتے تھے تھوڑے ظاہرا
حق نے لما یعلم اللہ کر کہا تو کیا ہوا
حوصلہ چاہیئے عالی چشم پوشی کے لئے
چاہیئے ہو شرح صدر ایسی خموشی کیلئے

جتنے تھے اصحاب سب یہ جانتے تھے بالیقیں
کہ ہیں واقف موت سے ہر یک بشر کے شاہ دیں
بلکہ تاخیر اجل چاہیں تو کچھ وقت نہیں
جسکی جو مرنیکی جا ٹھہراتے وہ مرتا وہیں
اہل خلد و نار کا رکھا تھا دفتر ہاتھ میں
گویا تھا ہر شخص کا نقش مقدر ہاتھ میں

دست کی توصیف میں ہیہات قاصر ہے بیاں
کیونکہ دست عقل خود پہنچا نہیں ابتک وہاں
کل خزانوں کی انہیں ہاتھوں میں ہیں سب کنجیاں
اور انہیں ہاتھوں سے ہوگی فتح ابواب جناں
ہو تصرف کیوں نہ پھر اُس ہاتھ کا اکوان میں
جسکو خالق نے یداللہ کہدیا قرآن میں

تھا نظر سے شاہ دیں کے قدرت حق کا ظہور
یعنی تھا پیش نظر یکساں طرح پر نزدیک و دور
دیکھتے تھے مقتدیوں کے خواطر کو حضور
ایک ساں تھی چشم نورانی کو تاریکی و نور

دیکھتے تھے واقعے روز قیامت کے عیاں
جس طرح ہیں دا بجا احوال امت کے عیاں

حضرت موسیٰ نے جب دیکھی تجلی طور پر
گو نہ دیکھا حق کو تسپر بڑھ گئی ایسی نظر
کہ شب یلدا میں دس فرسخ پہ چونٹی ہو اگر
دیکھ لیتے۔ طور کی رویت کا تھا یہ کچھ اثر

پھر جو خود اللہ کو دیکھا شہ دیں نے دوبار
کونسی شے ہے جو حضرت پر نہ ہوتی آشکار

غزل

جندا اے چشم کز تو دید تیہا دیدہ ام
مرحبا اے گوش کز تو مژدہا بشنیدہ ام
اے نگاہم تا بطوف گنبد خضراستی
دل بصد جا نست ہر دو طواف دیدہ ام
اے مشامم جملہ اجزائے دماغم محو تست
بوئے انفس از خاک پائے تا بتو بوئیدہ ام
اے دل رہبر فدایت باد سر تا پائے من
کز طفیلیت دیدہ ام لطفیکہ اینجا دیدہ ام
زیر بار منتے او گردن من ہست خم
تا بریں درگہ فرد و آمد سر شوریدہ ام
از پے بوسہ لیم خم میشود بر پائے من
زانکہ از سعیش سبد اینجا تن کاہیدہ ام
خندہ ام با وافدائے مقدمت اے گریہ ام
زاب یاری تو من بر خویشتن بالیدہ ام
کے توانند چشم گریانم ادائے شکر تو
اے دہان اینجا بتو من شادمان خندیدہ ام
اے لبانم جان من مرہون احسان شماست
زانکہ از وجہ شما ایں عتبہ را بوسیدہ ام
چشم من فرش قدومت اے خیال یار من
کز تو شد بیدار بخت روزہا خوابیدہ ام
مردم چشمم ز دست من بجان منت کش اند
گرد کوی یار تا بر روئے شان مالیدہ ام

قامتم گشتہ دوتا از بار احسان سرم
جبہہ را تا بر سر خاک درش سائیدہ ام

ہست ممنونت سراپایم کہ از تو بر درش
ایستادم با ادب اے قامت بگزیدہ ام

انور اینجا فدائے خود خودم در بیخودی
سخت حیران بودہ ام ز حالت پیچیدہ ام

غزل

تشنہ کامان در جوار آب حیوان آمدیم
پیش عیسیٰ التجوائے چند بیجان آمدیم

گرچہ از روز ازل خود زیر فرمان آمدیم
حالیا از فیض لطفت زیر داماں آمدیم

خواہ بخشی خواہ بکشی ما بصد شوق و ہراس
با امید و بیم تو خنداں گریاں آمدیم

ہر کسے را میکشد میلش بخوبی در جہاں
ما بحمد اللہ پیش شاہ خوباں آمدیم

رحمتی بر حال زار ما کہ از دور و دراز
زیر بار معصیت افتاں و خیزاں آمدیم

بر مساکیں ہم نگاہتے تا شود دفع علل
اے دوائے درد مندان بہر درماں آمدیم

گریہ بر خود کردنی چوں بود حال زار ما
بیخود از این سبب چوں اشک غلطاں آمدیم

ما کجا و ذات پاک تو کجا لیکن ز دور
ذرہ آسا در ہوائے شمس رقصاں آمدیم

سرخ رو آمد ہر آنکو در مدینہ آمدہ است
ما ہم انور آمدیم اما پشیماں آمدیم

غزل

ہر کسی را یا تو رازے دیگرے
نازوا ناز و نیازے دیگرے

شمع آسا دم بدم عشاق را
میرسا رسوز و گدازے دیگرے

عاشقانرا تا بخلوتگاه دوست
هست پنهان ترکتازے دیگرے

میرسا در راه پیچاپیچ عشق
هر زمان شیب و فرازے دیگرے

هست صناعی که صنعش میدهد
هر علم را امتیازے دیگرے

عاشقانرا در بیان از رہ است
هر حقیقت را مجازے دیگرے

انور افتاده را اے دستگیر
نیست جز تو چاره سازے دیگرے

غزل

بجسم پاکیزه تر ز جانی بجان چه گویم که جان جانی
مرا چه یارا که گویم آنی برون ز تخمین هر گمانی

کلیم مدهوش لن ترانی حبیب مامور من رآنی
بمرتبه فرق در میانی از آن نسبت ظاهر چنانکه دانی

بیکدم از لطف کبریائی جمیع افلاک طے نمائی
عجیب تر آنکه ز عرش آئی بکاخ چو بیں ام هانی

تو اولیں نور کبریائی باحمدی نیز دلربائی
هر آنچه وصفت کنم سزائی که مبدا امر کن فکانی

بکرسی حق تو باشی آندم که نفسی نفسی بگوید آدم
ترا چه نسبت بود به عالم مگر پئے مصلحت زمانی

فلک جنابی ز بحر جودت تمی بحار از یم وجودت
جهان گل از گلشن نمودت تو اصل ایجاد دو جهانی

زمین و افلاک فرش راهت مقام محمود جائیگاهت
ملائک و انس و جان سپاهت تو در دو عالم شه شهانی

بکوئے تو افتاده انور ز کار مانده بحال ابتر
ببخش اے شاه بنده پرور هر آنچه میخواهی میتوانی

غزل

الٰہی آنکہ نامش را بنام خویش ضم کردی | مرا صورتش نمودی رہ چہ با برہمن کرم کردی
جزاک اللہ خیر اگر جفا کردی ستم کردی | ہزاراں جور بر عشاق کردی یا ز کم کردی
ہلال ابیں خم کہ میدارد بدیں حسن از چہ رو باشد | مگر ابروے یارم دیدہ تا پشت خم کردی
دلا تسلیم زلفی شو کہ صار چین است تسخیر خس | سراپا ما آہوت خوانم اگر زین دام رم کردی
بیک تیر نگاہت یافت تسکینی ز بیتابی | ہزاراں لطف و احسان بر دل بیچارہ ام کردی
ثنائے تیغ ابرو بیت بود اینہا کہ می گویم | کہ سر ہرگز نہ پیچم گر جدا از تن سرم کردی
رواں تا ساحل مقصود کردی کشتی را | بے لطف و کرم بر جانم اے چشم ترم کردی

بشادی می تواں مردن بکوئے یار اے تور
نباشی لائقش گر بار دیگر چشم نم کردی

غزل

اے آنکہ تجلی نخستین خدائی | با حسن کہ داری یکے رد نہ نمائی
حلم تو چہ حلمے کہ بآں فوج ملائک | مجروح وا ز بہر جز الب نکشائی
گر و ید ہمہ سر نہفتہ ز تو مکشوف | آئینہ روشن گر اسرار خدائی
آرام گہت را نرسد وہم فلک ہم | ہر چند کہ در خیمہ گہ ارض و سمائی
زان وجہ کہ دوری نتواں یافت بعقلت | دیں طرفہ کہ با ایں ہمہ نزدیک بمائی
بودی کہ بجا ہست نشان سید ہرا ز تو | از ما نشاری دور گوئیم کجائی

باز آئے ونگاہے بکن از لطف برانور
رفتی نہ چناں دور کزان باز نیائی

غزل

یا الٰہی دل زدستم می برد این روئے کیست
دیں و دارو ہائے جانہا عزیزاں سوئے کیست

یا رب این آشوب صبح شام غریباں موئے کیست
فتنۂ روز قیامت قامت در جوئے کیست

والضحیٰ را او جہ می یابی کہ قصد روئے کیست
معنی واللیل میدانی کہ آں گیسوئے کیست

کیست آنکہ وصف اش گفتہ و بیاں آسا مطاف
سجدہ گاہ آسمانہا بر زمیں مشکوئے کیست

باکہ دانی اے قمر تا منظرت شد دلپذیر
دیں حکایت اے ہلال عید از ابروئے کیست

آنکہ خوانندش رحمۃ للعالمین رب العلیٰ
سر معنی را ازاں دریاب تا ہم خوئے کیست

ہر کہ میجوید لحاظ لویش حمد را بجوئے
تا کشاید بر تو ایں معنی کہ حیثیت وجہے کیست

ناصحا گوئی کہ تسکین دل آوارہ کن
آنکہ دل گویدش باشد لیک در قابوئے کیست

از فسردہ وضع تسکیں دلم ہرگز مجوئے
از نفس ہر دم تمیدانی کہ ہائے و ہوئے کیست

انورا قصد تقرب با سگ کویش کنی
ہیچ میدانی کہ آں سگ پاسباں کوئے کیست

غزل

شکر ایزد کہ سرم بر در کاشانۂ تست
جان آتش زدۂ ہجر تو پروانۂ تست

دیدہ تا روئے تو مدہوش فتادہ است زمین
رقص افلاک بیک جرعۂ پیمانۂ تست

موقف جن و ملک بارگہ عام تو ہست — دخل کس نیست بجائیکہ نہاں خانۂ تست
دل عشاق فقط حجلہ گہ یاد تو نیست — در عوالم ہمگی شہرۂ افسانۂ تست
رو کسے را ننمائی و دلش صید کنی — دلبری شیوۂ انداز جدا گانۂ تست
عاشقا ہیچ مترس از سخن دانشمند — عقل خود حلقہ بگوش دل دیوانۂ تست
سد راہت نشود جور حسود و ناصح — لطف حق پیش رو ہمت مردانۂ تست

دردمی قلع مرضہائے درونیت شود
انورا کوئے مدینہ چو شفاخانۂ تست

قصیدہ نعتیہ

محتاج گدا جود کند اہل کرم را — از سکہ بود دام دل آویز درم را
از فرط سعی کند ہم تگ کافور — خورشید بکف مشعلۂ نور ظلم را
کے جز بہ عرق ریزی اجرام تواں شد — آرائش انواع حلل خاک دژم را
از فیض دل نطق سرا منبع الہام — منقار نوا سنج بود چوب قلم را
افراشت ز پامردی روح ملک اسپاہ — برخاک فتادہ تن افسردہ علم را
استادہ ازل محض پے تربیت شاں — آرد بدبستان وجود اہل عدم را
بینی طبق چرخ پر از انجم رخشاں — ہر صبح نثار یست چنیں خاک دژم را
خورشید پے آنکہ دہد نور بسایہ — در راہ تعقب نہ کند سست قدم را
در کام جسار نفس بصد حیلہ بریزد — بے من و اذا لذت اصناف نعم را
گر طفل زمادر سپرد راہ تغافل — از شیر بمہرش کند آمادہ سقم را

روتا بدہ ہسم ہر کشد از مہر مہ تو
لیک او بعطارہ ندہد کاہش کم را

زاں ساں کہ ز آرام گہش حمت عالم
کردہ پے بہبود جہاں رنجہ قدم را

مطلع دوم

اے نیر برج شرف اسرار قدم را
سوز ندہ بیکدم زدن ظلام عدم را

ہر شرفت راز شرف نیست ہبوطے
گوچند خساں قدر ندارند خدم را

زاں ساں کہ محاق است بدر زو بفلک کاں
وایم کند انگشت نما بدر اتم را

ہر باز بماندہ است کہ بدو شتی سر
زاں در کہ برآں ہر بسجود است صنم را

نام تو بمالش چو زند دست بگوشش
زہرہ ہمہ تن آب شود شیر اجم را

عزمت چو قمر زہرۂ شیران بشگافد
انست بردا ز آہوئے وحشت زدہ رم را

عشاق درت شاہں نظر انداز نمانید
حوران کہ بیارند بجلوہ خم وچم را

کیف عجلبش را بدر آرد زتناہی
کمیکہ با ضعاف رسیدہ ز تو کم را

طیعت چو شود ملتفت خاطر اصلاح
از تغذیہ چارہ نبود قوت سم را

زان بحر سخاوت کہ محیط است بعالم
نم ہر زدہ و نام پدید آمدہ یم را

آن روز کہ حق مسند اقبال تو آراست
افراشت پئے ظلگیش ہفت خیم را

آں کیست کہ گوئے سبق از تو برباید
گو طے بکند اشتر رقصاں رہ سم را

از فیض گدایاں تو گردد شہ شاہاں
ہم پہلو خاک آنکہ کنارہ مسند جم را

مدحے کہ زند دم باصابت زرہ فخر
از فکر و نظر دور بیفراشت علم را

واں مدح کہ نازند حریفاں بادایش
نسبت بجناب تو شبیہ آمدہ ذم را

بر نعت نہ ہر خیرہ سرے چیرہ تواں شد
منطق نہ تواں کرد بفن جذر اصم را

بالعرض رہست این نتواں رفت گراں سر
زیبد کہ ز سر با ز تراشند قدم را

نے ہمچو کسانیکہ سپردند ہمیں راہ
لیکن ز سر فخر عصا کردہ منم را

زانرو کہ خطا سر زدہ زانہا بفزونی
آنجا کہ خجالت بود افزونی ہم را

بل از سر محو یکہ ز ہستی بدر آرد
دستی نبود نیز بران محض عدم را

تا بیخود و باخود ہمہ تن نعت تواں شد
ذر پرتوش انوار دہد دست ظلم را

نعتت چہ یم و مدح سرائیم ازان نم
از بے سروپائے کہ خرد صوت نم را

بافعلیت حسن تقی کار من ار رہن
دادیم من و کار بہر تہلکہ ھمم را

در نعت تو با فکر ردیف است خیالم
زان سانکہ بجستم ز پئے قافیہ غم را

ورنہ چہ سر و کار رہی را بچنین ھا
آقا تو رہانی ز غم و فکر امم را

عمریست کہ از عشق تو دم میزند انور
قربان تو در کار کن این تیغ دو دم را

قطعہ تاریخ طبع کتاب انوار احمدی از محمد مظفر الدین معلّٰے

قطعہ اُردو

حضرتِ انوار اللہ نے جو لکھی یہ کتاب
ہیں مضامیں اسکے پر گنجینۂ اسرار سے

مصرعۂ تاریخ طبع اسکا معلّٰی نے لکھا
پر تقدس ہے دو عالم احمدی انوار سے
۲۳ ھ ۱۳

قطعہ فارسی تضعت تخرجہ

مضمون این کتاب ز ارشاد بارشاد
مملو ز فیض اقدس لمعات سرمدیست

مالیدہ چشم اعمش جاہل ببین منش (۱)		پر نور دل ز جلوهٔ انوار احمدیست ۲۴ ۱۲ ھ

قطعۂ فارسی بصنعت تدخلہ از محمد اکرام علی بودھنی

کرد ایں کتاب حضرت اُستاد من رقم		از انتخاب دفتر اخبار احمدی
از غور وقت صحت کاپی شد ایں یقیں		ہر حرف اوست گوہر شاہوار احمدی
اکرام سال طبع بگو از زبان جان		زیبا کتاب روشن انوار احمدی
		۲۰ ۱۳ ۳ ۲۳ ۱۳

تمام شُد